تاباںؔ ہو اپنی ذات میں اک مطلع الفجر
''صلّوا علی الحبیب'' کا ہم ادّعا کریں
فروغِ صبحِ تاباں
صاحبزادہ سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری
ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (انٹرنیشنل) کراچی

نام کتاب	....	فروغِ صبحِ تاباں
مجموعہ کلام	....	سیّد وجاہت رسول تاباؔں قادری
مرتب	....	ڈاکٹر حامد علی علیمی
تزیینِ اوراق	....	مبشر خاں
سال اشاعت	....	۲۰۱۶ء / ۱۴۳۷ھ
صفحات	....	400
تعداد	....	۱۰۰۰
قیمت	....	450/= روپے

﴾ناشر﴿

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل

۲۵۔ جاپان مینشن، رضا (ریگل) چوک، صدر،

کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان

فون: 32725150-21-92+ فیکس: 32732369-21-92+

ای۔ میل: imamahmadraza@gmail.com

ویب: http://imamahmadraza.net/

انتساب

(۱)

اس ذاتِ گرامی کے نام کہ جس نے احمدِ مرسل صلّی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے حصول کی دعا تعلیم کر کے ہمیں دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کے حصول کی راہ دکھائی ہے۔

"(یاالٰہی) کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے"

(۲)

والدین کریمین اور عَمّۃ المرحومین، رحمہم اللہ کے نام کہ جن کی تعلیم و تربیت "علموا اولاد کم اَدبِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم" کا نمونہ تھی، اور جس کی وجہ سے مجھے "عشقِ رضا" کی لذت آشنائی اور "ذوقِ نعت" کی چاشنی میسر آئی۔

(۳)

ان اساتذۂ کرام مرحومین (رحمہم اللہ) کے نام کہ جنہوں نے میرے اندر "سخن فہمی اور سخن سنجی" کی صلاحیت کے تخم کی آبیاری اور پرورش و پرداخت کی۔

(۴)

ان مشائخِ عظام بالخصوص سیدی مرشدی و مولائی حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری برکاتی، رضوی قادری مفتی اعظم ہند قدس اللہ العزیز، سیدی استاذی حضرت علامہ مولانا حکیم غلام مصطفیٰ امجدی اعظمی اور سیدی استاذی شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ فہامہ، مولانا نصر اللہ خاں افغانی رحمہم اللہ کے نام کہ جن کی صحبت نے مجھے "لباس مجاز میں حقیقتِ منتظر کی زیارت" سے مشرف فرمایا اور میری شاعری کو حمد و نعت کی راہ دکھلائی۔

(۵)

ان احبابِ مکرم کے نام جنہوں نے ہمیشہ اس ہیچمداں کی شعری اور ادبی کاوشوں پر کلماتِ خیر سے عزت افزائی اور الفاظ تحسین سے ہمت افزائی فرمائی۔

(۶)

اس اخی العزیز الکریم کے نام کہ جس نے اس ناچیز کے مجموعہ کلام پر تقریظ لکھنے کے عوض ایک لاکھ روپے معاوضہ کا مطالبہ کیا جس کے لیے فقیر نے نہایت شکریہ کے ساتھ معذرت کر لی۔

صاحبزادہ سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری

فہرست

نمبر شمار	موضوع	نام	صفحہ نمبر
۱	انتساب	سید وجاہت رسول قادری	03
۲	ہے آج سخن نازاں۔۔۔	ڈاکٹر حامد علی علیمی	13
۳	کلام الوجاہت، وجاہۃ الکلام	علامہ محمد منشا تابش قصوری	15
۴	فروغِ صبح تاباں پر ایک نظر	سید محمد عبد اللہ قادری	17
۵	"فروغِ صبحِ تاباں" کا ایک طائرانہ جائزہ	سید صابر حسین شاہ بخاری	34
۶	فروغِ صبح تاباں کی تجلیات	ڈاکٹر مشاہد رضوی	95
	فروغِ صبحِ تاباں		
۷	سخن ہائے گفتنی		102
	حمد		
۸	میں حمد کیسے لکھوں رب کی اپنے لفظوں میں		136
	مناجات		
۹	محفل تھی اِک دعاؤں کی		139
۱۰	تو رحمتِ تمام ہے اپنے حشم کو دیکھ		139

نعت شریف

۱۱	آیۂ ''جاؤکَ'' پڑھ کر سبز گنبد دیکھ کر	141
۱۲	شہِ دو سرا کا مقام اللہ اللہ	143
۱۳	گلشن میں آج دھوم یہ کس دیدہ ور کی ہے	145
۱۴	تصویر جس میں تیری ہمیشہ رہا کرے	147
۱۵	میں نثار جاؤں آقا یہ کمال ہے وہ عطا میں	149
۱۶	جاں برائے تو یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)	151
۱۷	جس نے بھی کی ہے دل سے اطاعت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی	156
۱۸	دل کو خیالِ پیکر جانانہ چاہیئے	160
۱۹	سارا عالم ہے گرفتارِ جمالِ روئے دوست	163
۲۰	صبح و مسا درود میں پڑھتا چلا گیا	165
۲۱	طارق نے یہ لکھ بھیجے ہیں کیا خوب ہی اشعار	169
۲۲	فنا فی المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہے فنا فی اللہ کا حاصل	171
۲۳	ہمہ رنگ و نکہت بہ حسنِ یگانہ	173
۲۴	ہوش سے موسیٰ گئے اور طور جل کر راکھ تھا	176
۲۵	وہ کوثر ہم بھی دیکھیں گے، وہ پیالہ ہم بھی دیکھیں گے	177
۲۶	جنابِ سطوت سلام علیک حضورِ آقا سلام علیک	178
۲۷	ہم بھی مدینے جائیں گے ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کے	179
۲۸	آؤ رسولِ پاک سے عہدِ وفا کریں (صلی اللہ علیہ وسلم)	180

تضمینِ نعت

۲۹	جو ذوقِ نعتِ رضاؔ کا سراغ لے کے چلے	182

منقبت

۳۰	بحضور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما	185
۳۱	بحضور حضرت امام حسین عالی مقام (رضی اللہ عنہ)	188
۳۲	بحضور حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ)	190
۳۳	بحضور شیخ عبد القادر جیلانی "غوثِ اعظم دستگیر" (رضی اللہ عنہ)	195
۳۴	بحضور حضرت عبد اللہ شاہ غازی (رحمۃ اللہ علیہ)	197
۳۵	بحضور حضرت شاہ جلال یمنی (رحمۃ اللہ علیہ)	200
۳۶	بحضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں (رحمۃ اللہ علیہ)	202
۳۷	بحضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں (رحمۃ اللہ علیہ)	204
۳۸	بحضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں (رحمۃ اللہ علیہ)	206
۳۹	بحضور حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری (رحمۃ اللہ علیہ)	210
۴۰	بحضور ابو البرکات محی الدین جیلانی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری (رحمۃ اللہ علیہ)	214
۴۱	بحضور تاج العلماء حضرت مفتی محمد عمر نعیمی (رحمۃ اللہ علیہ)	216
۴۲	بحضور حضرت ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں (رحمۃ اللہ علیہ)	217
۴۳	بحضور حضرت علامہ مولانا مصلح الدین صدیقی قادری (رحمۃ اللہ علیہ)	218

۴۴	بحضور حضرت علامہ نصر اللہ خان (رحمۃ اللہ علیہ)	221
۴۵	بحضور علامہ مولانا ابو داؤد محمد صادق رضوی (رحمۃ اللہ علیہ)	224
۴۶	بحضور علامہ مولانا ابو داؤد محمد صادق (رحمۃ اللہ علیہ) کا سانحۂ ارتحال	226
۴۷	بحضور علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں الازہری قادری مدظلہ العالی	228
۴۸	بحضور علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری نقشبندی (رحمۃ اللہ علیہ)	230
۴۹	بحضور حکیم اہلِ سنّت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی (رحمۃ اللہ علیہ)	235
۵۰	بحضور حضرت علامہ پیرزادہ محمد اقبال احمد فاروقی (رحمۃ اللہ علیہ)	240
۵۱	بحضور حضرت شاہ تراب الحق قادری نوری برکاتی مدظلہ العالی	243
۵۲	بحضور مولانا عطاء المصطفیٰ نوری (رحمۃ اللہ علیہ)	246

متفرق قطعات

۵۳	دردِ سوزِ نہاں کی بات کرو	250
۵۴	حسنِ جاناناں بے حجاب آیا	250
۵۵	دنیائے محبت کو ہو یہ چاند مبارک	251
۵۶	اجڑے دل خاک عید ہوتی ہے	251
۵۷	لوگ کہتے ہیں عید آئی ہے	251
۵۸	مبارک آپ کو اللہ کرے یہ عید کی خوشیاں	252
۵۹	جہادِ نفس کا اِکرام ہے یہ عید کا چاند	252
۶۰	بزمِ خوباں کا جو تھا روحِ رواں جاتا رہا	253

۶۱	علم کی تابانیوں سے اس کا روشن تھا دماغ	253
۶۲	الوداع اے تربیت گاہِ حبیباں الوداع	254
۶۳	اک صاحبِ ایمان ہے وہ صاحبِ تدبیر	254
۶۴	اک عرض تمنا کا خطاوار ہوں آقا	255
۶۵	سلام علیکم مشفع المقبول	255
۶۶	ہلالِ عید نے ہر سو بکھیر دی ہے ضو	256
۶۷	پھر آج ہلال عید کا ہوتا ہے نمودار	256
۶۸	وہ چاند بن کے جو پیغام عید کا آیا	256
۶۹	چہرۂ روشن ہے یا کھلتا گلاب	257
۷۰	خوشیاں منائیں مل کر صبحِ شبِ ولادت	258
	غزلیات	
۷۱	دیکھتے ہیں شیخ کو اس بزم میں رندانہ ہم	260
۷۲	مرے خون دل میں رواں دواں، ترا عکسِ روئے جمال ہے	261
۷۳	شب غم جو مسکرا دی کہیں کوئی ماہ پارا	263
۷۴	حسن کے خدوخال میں گم ہیں	265
۷۵	تیرے دیوانے کہاں جاتے کنارا کر کے	266
۷۶	کوئی کیا جانے کہ دیوانوں کو کیا کہتے ہیں	268
۷۷	کسی ماہ رو کی صورت مرے دل میں یوں بسی ہے	270

۷۸	صبحِ رنگینیٔ بہار کی بات	272
۷۹	اُن کی نگاہِ ناز کی شہ پا رہا ہوں میں	274
۸۰	وہ ساغر ہم بھی دیکھیں گے وہ مینا ہم بھی دیکھیں گے	276
۸۱	ہوئے جاتے ہیں یوں دیوانے شیدا حسنِ جاناں پر	278
۸۲	ہے میری داستانِ غم قصۂ ناتمام ابھی	280
۸۳	ساقی ہے قسم تجھ کو پلا اپنی نظر سے	282
۸۴	جو مری نظر اے ہمدم کبھی ان سے مل گئی ہے	284
۸۵	ایک جذب و شوق میں وہ سوئے دار آ ہی گیا	285
۸۶	جو دیوانے پیشِ صنم آ گئے ہیں	287
۸۷	خود پہ اور پھر کبھی حالات پہ رونا آیا	289
۸۸	نہ کہیں ہے میری منزل نہ کہیں مرا ٹھکانہ	291
۸۹	لطف ہستی کا وہ اٹھاتے ہیں	293
۹۰	آپ کی چشمِ محبت ہو گئی	294
۹۱	صاف بچ کر اب تو نظروں سے نکل جاتے ہیں لوگ	296
۹۲	مرے دل کے سلگنے کی بھلا ان کو خبر کیوں ہو	298
۹۳	جذبِ کامل کی بات کرتے ہو	300
۹۴	نگاہوں سے مچل کر دل کے افسانے کہاں جاتے	302
۹۵	ہجومِ لالۂ و گل میں اب اِضطرار کہاں	303
۹۶	آپ کا مسکرانا بڑی بات ہے	305

۹۷	رخ سے آنچل چلے ہٹانے کو	307
۹۸	میکدے کی فضا پر نکھار آگیا	309
	سہرے	
۹۹	برائے نجمہ بنت محمد راغب خان اور محمد انصرام احمد صاحب	312
۱۰۰	برائے ڈاکٹر مقصود احمد وصفیہ بیگم خواہرِ نیک اختر تصدق احمد صاحب	313
۱۰۱	برائے ڈاکٹر محمد عرفان قریشی صاحب	314
۱۰۲	برائے عمران ابن ڈاکٹر محمد سلطان قریشی صاحب (مرحوم)	316
۱۰۳	برائے ڈاکٹر مسعود احمد خان خلف الرشید ڈاکٹر محمد سعید خان (مرحوم)	318
۱۰۴	برائے سید حامد حسن جعفری اور بہن یاسمین نسیم بنت خواجہ غلام اکبر (مرحوم)	320
۱۰۵	برائے عزیز بہن تنویر جہاں دختر خواجہ نہال الدین صاحب	322
۱۰۶	برائے سعید اللہ زبیری خلف افضل حسین زبیری	324
۱۰۷	برائے برادرِ محترم شرافت اللہ صدیقی (مرحوم)	326
۱۰۸	برائے محمد موسیٰ رضا قادری، اصباح خاں بنت نصرت اقبال	328
	نظمیات	
۱۰۹	کنزِ ایمانِ رضا	331
۱۱۰	شہر وفا میں ایک وہابی بقراط کی آمد	335
۱۱۱	ڈاکٹر مسعود احمد خاں ولد ڈاکٹر سعید احمد کی ڈاکٹری کی ڈگری کے حصول پر	338
۱۱۲	''ایک رفیق کے نام'' ترے خیال سے دنیا بسائی تھی میں نے	340

۱۱۳	عرفان قریشی صاحب کی ڈاکٹری "ایم۔بی۔بی ایس" پاس کرنے پر	342
۱۱۴	علامہ تابشؔ قصوری کے ایک کرم نامہ کے جواب میں	344
۱۱۵	محبی جناب سید عبد اللہ قادری گرامی قدر کے نام	345
۱۱۶	ہدیۂ تہنیّت بحضور جناب عبد المصطفیٰ عاقب القادری (مترجم کنز الایمان انگریزی)	346
۱۱۷	حبذا تم کو مبارک سطوتِ اعلیٰ مقام	348
۱۱۸	برادرِ نسبتی سید محمد خالد کے انتقال پُر ملال پر	351
۱۱۹	مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی قادری کی نذر (جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند)	353
۱۲۰	بر ولادتِ حامد رضا فرزند ارجمند پروفیسر دلاور خاں حفظہ اللہ الباری	357
۱۲۱	ہدیہ تہنیت ڈاکٹر محمد سلطان قریشی (مرحوم) کو ڈاکٹر (ایم۔بی۔بی۔ایس) کی ڈگری ملنے پر	359
۱۲۲	وہ کوہِ عزیمت دلآور ہمارا	360
۱۲۳	سیالکوٹ کا محاذ ایک یادگار ہے	363
۱۲۴	منظوم تبصرہ بر کتاب "عقیدۂ ختم نبوت"	365
۱۲۵	مولانا مشتاق احمد نظامی کی کتاب "خون کے آنسو" دیکھنے پر چند تاثرات	369
۱۲۶	علامہ منور عتیق رضوی فاضلِ دمشق کی کتاب پر منظوم تبصرہ	371
۱۲۷	حج اکبر ہو مبارک حبّذا موسیٰ رضا	374
۱۲۸	تحیّہ بنتِ حضرت مولانا نظام الدین رضوی کی پہلی سالگرہ پر	376
۱۲۹	کیا خوب دعا لکھی ریاست نے ثمر بار	377

۱۳۰	بنام آں سلیمے خوش رقمے (سلیم اللہ جندران زید علمہٗ کے نام)	378
۱۳۱	پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد کے حضور نذرانہ محبت	380
۱۳۲	صاحبزادہ سید ناصر محمود نقوی قادری چشتی زید اقبالہٗ کے نام	382
۱۳۳	P.I.A کی امپلائیز یونین کی نیشنلسٹ یونین کے مقابل کامیابی پر ہدیۂ تبریک	384
۱۳۴	’’تجدیدِ عہد‘‘ جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے اہلِ سنّت کا سیاست میں حصہ لینے پر تاثرات	386
۱۳۵	مولانا علامہ انیس الزماں کے فرزندِ ارجمند کی ولادت پر	388
۱۳۶	ایک شفیق مکرم استاذ کی جدائی پر	389
۱۳۷	انہیں کہتے ہیں سب سپاہِ خرابہ	390
۱۳۸	برادرِ اصغر محبّی سید ریاست رسول قادری حفظ الباری	393
۱۳۹	سید ریاست رسول قادری سلمہ الباری کے نام	394
۱۴۰	محبی ڈاکٹر حامد علی علیمی کی نذر	395
۱۴۱	صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری کی دیگر تصانیف	396

ہے آج سخن نازاں، آیا ہے صبحِ تاباںؔ

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان اپنے مافی الضمیر کا درست پیغام اپنے کلمات کے ذریعے دوسروں کو پہنچادے۔ یہ کلمات منثور بھی ہوتے ہیں اور منظوم بھی۔ پھر اگر نظم میں اللہ تعالیٰ کی ثنا ہو تو 'حمد'، خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی تعریف وتوصیف ہو تو 'نعت'، صحابہ کرام واولیائے عظام کی تعریف ہو تو 'منقبت'، کسی کی مذمت ہو تو 'ہجو'، مرنے والے کے غم میں ہو تو 'مرثیہ' ملک وقوم کے لیے ہو تو 'نغمہ وترانہ' اور محبوب یا معشوق کے لیے ہو 'گیت وغزل'، وعلیٰ ہذا القیاس۔

اچھا اور پاکیزہ ذوقِ شعری، بلا شُبہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، جس سے حصہ نصیب والوں کو ہی ملتا ہے۔ بعض اشعار بڑے سحر انگیز ہوتے ہیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سُننے والے کے کانوں میں داخل ہو کر دل میں سما جاتے ہیں اور ایک خاص کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔

'فروغِ صبحِ تاباں' محترم ومکرم جناب سید وجاہت رسول قادری صاحب دام ظلہ وزید مجدہ کا ایک حسین مجموعہ کلام ہے۔ اس کی خصوصیات میں سے ایک اہم یہ ہے کہ اس میں حمدِ باری تعالیٰ، مناجات، نعتِ رسول مقبول ﷺ اور مناقب کے ساتھ ساتھ سہرے، قطعات مختلف نظمیں اور غزلیں بھی ہیں۔ ان تمام کے باب میں اچھا اور پاکیزہ ذوق پانا اور قادر الکلام ہونا بلا شُبہ جناب تاباں قادری کے ایک بہترین شاعر ہونے کا مشعر ہے۔

جناب محترم تاباں قادری صاحب کی نظرِ انتخاب نے راقم کو اس مجموعہ کی ترتیب جدید کا کام تفویض کیا۔ راقم نے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹر نیشنل کراچی کے دفتر

میں برادرم مبشر خان اور سید مشاہد حسین کے تعاون سے اس کام کا آغاز کیا، عنوانات قائم کر کے تمام کلام کو متعلقہ عنوان میں شامل کیا اور پھر بالاستیعاب پڑھا۔ بسا اوقات اشعار پڑھتے وقت ماضی کی یادوں سے سابقہ بھی پڑا تاہم اُن میں گئے بغیر جلد ہی اس کام کو مکمل کر کے کمپیوٹر پر تصحیح کا کام کروایا اور پھر مسودہ کی ایک نقل قبلہ تاباں قادری صاحب کو نظرِ ثانی کے لیے ارسال کی۔ اسی اثنا یہ حکم ملا کہ اہلِ علم حضرات سے تاثرات، تبصرے اور آراء کے لیے کچھ نقلیں اور بنوا کر انہیں ارسال کر دی جائیں۔ جلد ہی یہ تاثرات اور تبصرے موصول ہوئے جنہیں شاملِ کتاب کر لیا گیا۔

اس کی ترتیبِ جدید کو منصہ شہود پر لانے کے لیے میں خصوصاً برادرم مبشر خان، سید مشاہد حسین، منہاج خان اور حافظ یوسف کمال صاحب زید مجدہ کا ممنون و شکر گزار ہوں، جن کی مسلسل حوصلہ افزائی اور معاونت سے یہ کام مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ کتاب، مرتب، معاونین، تبصرہ نگار اور ناشر کو دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے، ہماری کاوشوں اور کوششوں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، ہمیں ایمان وعافیت اور صحت کے ساتھ دینِ متین پر عمل کرنے اور اس کی ترویج واشاعت کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے۔ آمین!

اس ترتیبِ جدید میں جو حُسن خوبی نظر آئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، اُس کے محبوبِ اعظم ﷺ کی نظرِ عنایت اور بزرگانِ دین کی برکات کے سبب سے ہے، اگر قارئین کسی قسم غلطی کو دیکھیں تو فوراً مطلع فرمائیں اور عند اللہ ماجور رہوں۔

والسلام مع الاکرام

ڈاکٹر حامد علی علیمی، کراچی

۱۱/ ذوالقعدہ ۱۴۳۶ھ (۲۷/ اگست ۲۰۱۵ء) بروز جمعرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نشانِ منزل

کلام الوجاہت، وجاہۃ الکلام

بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، وجاہۃ السادات، عاشقِ "فخر موجودات حضرت رسالت مآب" حضرت علامہ مولانا الحاج سید وجاہت رسول قادری دامت برکاتہم العالیہ کا ایمان افروز، روح پرور، دلپذیر مجموعۂ کلام "فروغِ صبح تاباں" پیش نظر ہے جو حمد و نعت تضامین و مناقب اور غزلیات پر مشتمل ہے۔

حضرت تاباں کے کلام کو فنی اعتبار سے محترم جناب ڈاکٹر مشاہد رضوی صاحب وغیرہ نے خوب تابناک کیا ہے، جبکہ صاحبزادہ سید محمد عبداللہ قادری صاحب نے حضرت تاباؔں کی حیات مبارکہ کا خلاصہ بڑی مہارت سے رقم کرتے ہوئے اپنے والد ماجد سید نور محمد قادری علیہ الرحمۃ کے اختصار و ایجاز کی کیفیت کو تازہ فرمایا ہے۔

تقریباً یکصد صفحات پر اہل علم و قلم کے جامع مقالات کے بعد تاؔبش قصوری کا "فروغ صبح تاباؔں" پر کچھ لکھنا، سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ شاعر جنہوں نے اپنے علم و قلم کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں نذرانۂ عقیدت و محبت پیش کرنے کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ رحمۃ للعلمین، خاتم النبیین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی تخلیق ہی حمد و نعت کا باعث ہے۔ حدیث قدسی اس پر شاہد و عادل ہے۔ رب العزت جل مجدہ الکریم نے فرمایا: "کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت محمداً" میں مخفی خزانہ تھا، پس مجھے محبت ہوئی کہ میرا تعارف ہو، تو میں نے محمد ﷺ کو تخلیق فرمایا:

کنت کنزاً مخفیاً کا راز تاؔبش کھل گیا

جب جہاں میں سرورِ دنیا و دیں پیدا ہوئے

اس حدیث قدسی پر غور و فکر کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ تخلیق مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہی محبت و معرفت کی بنیاد رکھی گئی جو دراصل نعت کی تمہید پر دال ہے، اعلیٰ

حضرت امام اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

سبب ہر سبب منتہائے طلب
علّتِ جملہ علّت پہ لاکھوں سلام

حضرت تاباںؔ نے اس مضمون کو یوں قلمبند فرمایا ہے۔

بزم گیتی شدہ ز کتمِ عدم
از برائے تو یارسول اللہ ﷺ

تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں، حضور پر نور کی ہر نعت محبوب، ایمان و ایقان کے فروغ کا وسیلہ اور ہر مسلمان کے دلی سکون کا باعث، راقم نے عرض کیا ہے۔

گو مستفیض خضر ہیں آبِ حیات سے
میرے لیے تو نعت ہی آبِ حیات ہے

نعت حضرت حسان سے ہو یا حضرت نعمان سے، ملا جامی عبد الرحمٰن سے ہو، بریلی کے شہنشاہ احمد رضا خاں سے ہو یا حضرت تاباںؔ سے، ہمیں پیاری لگتی ہے، محبوب و مرغوب لگتی ہے، دلوں کی طہارت اور پاکیزگی کا خزینہ محسوس ہوتی ہے۔

حضرت تاباں مد ظلہٗ نے "نعتیہ دیوان" لکھ کر قوم وملّت پر بڑا احسان فرمایا ہے فصاحت وبلاغت کی دنیا میں بلند مقام پائے گا۔ جہان علم وادب، فروغ صبح تاباں، سے بھی فروغ پائے گا یہ دیوان آفتاب نیم روز اور مہتاب شب فیروز ہے۔ تعجب ہے کہ حضرت تاباںؔ، تاباںؔ ہونے کے باوجود حجاب خاص میں رہے، اب پردۂ غیب سے "فروغِ صبح تاباں" لیکر منصۂ شہود پر خوب تاباں ہیں اللہ کرے آپ کا یہ نعتیہ دیوان بارگاہِ محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء میں محبوبیت ومقبولیت کا شرف پائے۔ آمین ثم امین!

بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

محمد منشا تابش قصوری
جامعہ نظامیہ، رضویہ، لاہور
۴؍ شوال المکرم ۱۴۳۶ھ / ۲۱؍ جولائی ۲۰۱۵ء

”فروغِ صبح تاباں“ پر ایک نظر

سیّد محمد عبداللہ قادری (واہ کینٹ، پاکستان)

حضرت علامہ سیّد وجاہت رسول قادری بن مولانا سیّد وزارت رسول قادری حامدی بن مولانا مفتی سیّد ہدایت رسول قادری برکاتی نوری لکھنوی ۱۶ جولائی ۱۹۳۹ء بہ مطابق ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ بنارس میں پیدا ہوئے۔ قرآنِ مجید ناظرہ اور اردو کی ابتدائی تعلیم والدۂ ماجدہ نظیر النساء بنت یٰسین خاں بنارس (م ۱۹۸۷ء) سے حاصل کی۔ کچھ عرصے دارالعلوم حمیدیہ رضویہ میں دینی تعلیم حاصل کی۔ پھر آپ کے والدِ ماجد بہ سلسلۂ ملازمت مشرقی پاکستان چلے گئے۔ راجشاہی سے ۱۹۵۷ء میں میٹرک کیا۔ بی اے آنرز اکنامکس گورنمنٹ کالج ڈھاکہ سے کیا۔ ۱۹۶۳ء میں راجشاہی یونی ورسٹی سے ایم اے معاشیات کیا۔

سیّد وجاہت رسول قادری ۱۹۶۴ء میں کراچی منتقل ہوگئے۔ آپ نے شعر و سخن میں مولانا فضل قدیر ندوی اور پروفیسر کلیم سہسرامی سے اصلاح لی۔ نعتیہ شاعری میں حکیم غلام مصطفیٰ کوثر امجدی سے اصلاح لیتے رہے۔ ۱۹۶۶ء میں حبیب بینک میں آفیسر کی حیثیت سے ملازمت شروع کی۔ ۷/ اگست ۱۹۷۰ء کو ڈاکٹر برجیس جہاں بنت پروفیسر عزالدین نقوی کے ساتھ عقدِ نکاح ہوا۔ نکاح خواں حضرت نذرِ معین احمد شاہ نورانی علیہ الرحمۃ تھے۔ آپ کے دو بیٹے ہیں سیّد محمد سطوت رسول قادری سیّد محمد صولت رسول قادری۔

۱۹۶۳ء میں بمقام اجمیر شریف، مفتیِ اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قادری نوری (م ۱۹۸۱ء) سے بیعت ہوئے۔ مولانا تقدس علی خاں بریلوی سے سلسلۂ قادریہ رضویہ حامدیہ میں خلافت واجازت ملی۔ ۱۹۸۱ء میں اپنی والدۂ ماجدہ کے ساتھ پہلا حج کیا؛ مدینے شریف میں قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ

سے شرف ملاقات کی۔ ۱۳۹۸ھ میں مولانا مصلح الدین صدیقی قادری نے دلائل الخیرات کی اجازت دی۔ سیّد وجاہت رسول قادری مدظلہ، ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو مصر کے دورے پر گئے تو حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری بھی ساتھ تھے۔ مصر میں، حضرت شیخ الازہر الدکتور محمد سید طنطاوی سے بھی ملاقات ہوئی۔ ۲۵ جون ۲۰۰۳ء میں غوثیہ کانفرنس منعقدہ چٹاگانگ میں شرکت کے لیے بنگلہ دیش گئے۔ سیّد وجاہت رسول قادری زید مجدہٗ اپنی تحریروں میں اکثر بنگلہ دیش کا ذکر کرتے ہیں کیوں کہ انہوں نے میٹرک، راجشاہی سے کیا۔ بچپن جہاں گزرا ہو وہ عمر بھر یاد رہتا ہے، یہ قدرتی امر ہے۔

اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے پاکستان کے، محقق و نقاد، سوانح نگار، مبصر، حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری بن حضرت فخر الاطباء حکیم فقیر محمد چشتی نظامی فخری علیہ الرحمۃ نے جن چند مخلص دوستوں کے تعاون سے ۱۹۶۸ء میں مرکزی مجلسِ رضا رجسٹرڈ لاہور قائم کی۔ اس کے بعد کراچی میں حضرت سیّد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ''ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی بنیاد رکھی یہ ۱۹۸۰ء کی بات ہے۔ مولانا سید ریاست علی قادری مرحوم ولد سیّد واجد علی قادری رضوی بریلوی جون ۱۹۳۲ء بریلی شریف محلہ شاہ آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم محلہ میں ہی حاصل کی۔ اسلامیہ ہائی اسکول میں فارسی زبان کے استاد علامہ شمس الحسن شمس بریلوی (م۱۹۹۶ء) تھے۔ تقسیمِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں کراچی آگئے۔ ۱۹۵۹ء میں محکمۂ ٹیلی فون میں ملازم ہوگئے۔ ہری پور ٹیلی فون انڈسٹری میں بڑے صاحب دل تھے، علم، ادب کے دل دارہ تھے۔ اسلام آباد میں کافی عرصہ رہے ''ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا'' کو آپ نے بہت وسعت دی۔ یوم رضا منائے جاتے، جس میں پاکستان کے اہلِ علم، حضرات، دانشور، محقق مقالے پیش کرتے۔ آپ ۱۹۹۲ء میں رحلت فرماگئے۔ سیّد ریاست علی قادری علیہ الرحمہ سے

میری کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ چند بار میرے والدِ گرامی نامور محقق و نقاد سید نور محمد قادری علیہ الرحمۃ چک نمبر ۱۵ شمالی ضلع گجرات میں ساتھ ہوتے۔

''ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا'' نے ۱۹۸۱ء میں مجلہ ''معارفِ رضا'' کا اجرا کیا۔ دوسرا مجلہ ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ حضرت سیّد ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کی رحلت کے بعد، حضرت سید وجاہت رسول قادری مد ظلہ' کو ادارے کا صدر منتخب کیا گیا۔ تب سے ادارے کی ترقی و ترویج میں کوشاں ہیں۔ معارف رضا، ماہنامہ ہے۔ سالنامہ بھی شائع کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تعلیمات اور نظریات کو کئی زبانوں میں شائع کیا جاتا ہے تاکہ دنیا بھر کے اسکالرز مستفید ہو سکیں۔ سیّد وجاہت رسول قادری مد ظلہ' کئی زبانیں جانتے ہیں صاحبِ مطالعہ بزرگ ہیں اور صاحبِ تصنیف بھی ہیں۔

تصانیف:

(۱) اصلاح معاشرہ سیرت رسول کی روشنی میں۔
(۲) رحمت عالم (ﷺ) امن واخوت کے عظیم داعی۔
(۳) تاریخ نعت گوئی میں امام احمد رضا کا مقام۔
(۴) دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف۔
(۵) امام احمد رضا اور تحفظِ ختمِ نبوت۔
(۶) صلوٰۃ وسلام۔
(۷) کنزالایمان کی عرب دنیا میں پزیرائی۔
(۸) معلّمِ کائنات۔
(۹) اسوۂ حسنہ کے چراغ۔
(۱۰) اللہ کے دوست۔
(۱۱) اسلام میں عدل واحسان۔

(۱۲) خاندانِ نبوت کا اسوۂ حسنہ۔
(۱۳) حقیقتِ میلاد النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔
(۱۴) اہلِ تصوّف کا تصوّرِ جہاد۔
(۱۵) A Guide Line To Zakat + Ushr Ordinance
(۱۶) Imam Ahmad Raza – A Versatile Personality

سیّد وجاہت رسول قادری زید مجدہٗ ۱۳ سال تک جمعۃ المبارک پڑھاتے رہے۔ فنِّ خطابت سے بھی خوب آشنا ہیں۔ کچھ عرصے سے عارضۂ قلب میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلی شانہ عزوجل حضرت سیّد صاحب مدظلہ کو نبی روف ورحیم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے صحت والی عمر عطا فرمائے! آمین ثم آمین۔ اب قلب (دل) پر چند باتیں کرتے ہیں۔

سید وجاہت رسول قادری زید لطفہ اپنے مجموعۂ کلام ”فروغِ صبحِ تاباں“ میں فرماتے ہیں:ـــ

مصحف عارض جاناں کی تجلّی دیکھو
اڑ گئے ہوش میرے دل کو سپارا کرکے

عالمِ دل میں گم ہے کون و مکاں
عالمِ دل کی بات کرتے ہو

ذکرِ تاباں پہ ہنس کے فرمایا
صاحبِ دل کی بات کرتے ہو

نورِ محمدی سے ہیں روشن ہمارے دل
پھونکوں سے یہ چراغ بجھائے نہ جائیں گے

حضرت تاباںؔ اور دیگر شعرا

مصحف عارض جاناں کی تجلّی دیکھو
اڑ گئے ہوش مرے دل کو سپارا کرکے

پیر فضل حسین فضلؔ گجراتی (مصنف ڈونگھے پنیڈے)

مصحف رخ تیرے دے ورقے جلدی کویں اُتھلاں
اک اک حرف پڑھاں وچہ دل دے لکھ لکھ واری چلاں
دل زلفاں وچہ لچھاتھے ہوئے نسن جوگ نہ رہندے
مشکاں نبھ متاع صبر دی لٹن نین لیٹرے
او راتاں چنگیاں سن دن جلے سن
میرے دل نوں جدوں جھکھڑ تیرے سن
میرے دل بھولے تائیں فضلؔ چنگی بت خانیوں حسن دی چاٹ لگی
تھکدا نئیں مسیت دے وچہ بیٹھا، سند اجدوں توڑی ذکر حور رنہاں

(پیر فضلؔ)

اب حضرت مولانا حسن رضا بریلوی (شاگردِ حضرت داغ دہلوی) سے پوچھتے ہیں کیا فرماتے ہیں:ؔ

میں جانتا ہوں دل پہ جو گزری شب فراق
دل جانتا ہے مجھ پہ جو صدمے گزر گئے
دل کو جاناں سے حسنؔ سمجھا بجھا کر لاتے تھے
دل ہمیں سمجھا بجھا کے سوئے جاناں لے چلا

حضرت داغؔ

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا
کبھی جاں صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا

حضرت میاں محمد بخش قادری کھڑی شریفؒ

جس دل اندر عشق نہ رچیا کتے اوس تھیں چنگے

کسی نے خوب کہا ہے۔

دلا ٹھہر جا ذرا، یار دا نظارہ لین دے

جذبیؔ

کچھ دل کو محبت میں مٹنے کا خیال آیا
کچھ تیرے تغافل کی حوصلہ افزائی

حسرت موہانیؔ

ہم تو کیا بھولتے انہیں حسرتؔ
دل سے وہ بھی ہمیں بھلا نہ سکے

بے خود بدایونیؔ

وہ عمر اپنے زمانے کی کائنات جو تھی
گزر گئی دلِ صد چاک میں رفو کرتے

حضرتِ تاباںؔ

عشقِ نبی کے نور سے تاباںؔ ہے ذوقِ نعت
بزمِ سخن میں دھوم رضا تاج ور کی ہے

حضرت محمد جان انجمؔ وزیر آبادی نے خوب کہا ہے۔

ملا ہے ذوقِ نعتِ مصطفیٰ مجھ کو مقدر سے
بلندی پائی ہے میں نے فزوں جمشید وقیصر سے

حضرت تاباںؔ (سیّد وجاہت رسول قادری)

اٹھوں روزِ محشر میں تاباںؔ یہ کہتا
حبیبِ خدا پر سلام اللہ اللہ

حضرت محمد جان انجمؔ وزیر آبادی۔

حبیبِ خدا کا مقام اللہ اللہ
ہیں سدرہ پہ محوِ خرام اللہ اللہ

حضرت سیّد وجاہت رسول قادری مدظلہٗ سے راقم الحروف کے علمی و ادبی مراسم ہیں۔ میرے والدِ ماجد سیّد نور محمد قادری علیہ الرحمۃ چک ۱۵ شمالی ضلع منڈی بہاء الدین پنجاب سے بھی تعلقات علمی تھے اور اُن کے تحریری کام کو اہمیت کی نگاسے دیکھتے تھے۔ راقم الحروف (سید محمد عبداللہ قادری) کو زندگی میں ایک بار حضرت سیّد وجاہت رسول قادری سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر ایم اے، پی ایچ ڈی کے ہاں لوسر شر فو واہ کینٹ میں، میں نے "فروغِ صبح تاباںؔ" پر چند بے ربط سے الفاظ لکھے ہیں، شاید کام بن جائے۔ یہ کام میرے ذمّے، معروف نعت گو، تاریخ گو محترم محمد عبدالقیوم خاں طارق سلطانپوری مدظلہ، حسن ابدال ضلع اٹک پنجاب نے لگایا ہے۔ اگرچہ میں خود شاعر نہیں ہوں، یہ اہلِ علم ہی بتائیں گے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔

"انتخاب" از سیّد عبد اللہ قادری

غزل

مرے خون دل میں رواں دواں ترا عکس روئے جمال ہے
مگر اے ندیم تو یہ بتا یہ فراق ہے کہ وصال ہے
یہ تری نظر کا خمار ہے، ترے حسن کا یہ نکھار ہے
کہ ہر ایک سمت کھلا ہوا ترا گلستان جمال ہے
مجھے شام غم میں اکثر تیری یاد آگئی ہے
شب یاس میں ہے تاباںؔ تری آس کا ستارا
کس کی نظروں کے سوز سے ذّرے
آفتاب جمال میں گم ہیں
ہم بھی رشکِ قمر ہوئے تاباںؔ
جب سے اُن کے جمال میں گم ہیں
مصحفِ عارض جاناں کی تجلی دیکھو
اڑ گئے ہوش مِرے دل کو سپارا کرکے
تیرے مشتاق تو پا جاتے ہیں عرفان حیات
تیری دز دیدہ نگاہی کو سہارا کرکے
ہم کو منظور نہیں تیری جفا کی توہین
"ہم ترے طرز تغافل کو ادا کہتے ہیں"

ہے حریم حسنِ معنیٰ ترا میکدہ جو ساقی
میری خلوتوں میں تاباںؔ تری جلوہ گستری ہے

"انتخاب"

غزل

نہ کربیٹھے یہ دیوانے جو سجدہ ہم بھی دیکھیں گے
وہ آئیں تو سر محفل تماشا ہم بھی دیکھیں گے
بالآخر رنگ لے آیا دل بلبل کاخوں ہونا
حنا بندی گلوں کی ہے ہر اک شاخ گلستاں پر
مبارک ہیں وہ آنکھیں جو کسی کی یاد میں ترہوں
ہزاروں لعل وگوہر ہیں نثار اک چشم گریاں پر
نشان راہ پاتا ہے ضیائے دل سے وہ تاباںؔ
جو چلتا ہے بھروسہ کرکے اپنے نور ایماں پر
یہ لالہ خوش رنگ نہیں صحنِ چمن میں
جلتے ہیں چراغ آج مرے خون جگر سے
تاباںؔ نہیں کچھ لائق تحسین سخن ور
دیکھا ہے مگر آپ نے اک حسنِ نظر سے
ترے میکدے میں ساقی کہاں لطف میگساری
نہ نگاہ میں وہ شوخی نہ ادائے کافرانہ

مجھے لے گیا ہے تاباںؔ بحریمِ قدس اکثر
ترا فیض عارفانہ، مرا ذوق عاشقانہ

آپ شہر وفا میں اے تاباںؔ
اب تو بیگانہ سمجھے جاتے ہیں

دار پر پہنچے تو یہ عقدہ کھلا
آج تکمیل محبت ہوگئی

آج بزم شعر میں تاباںؔ ہیں آپ
اللہ اللہ کیسی شہرت ہوگئی

غزل

یہ خلوص بیکراں کس کام کا اس بزم میں
جب سنہرے ٹھیکروں سے ہی بہل جائے ہیں لوگ

اس وفا کے شہر کا تاباںؔ یہی دستور ہے
پیار کی کرتے ہیں باتیں، پھر بدل جاتے ہیں لوگ

عالم دل میں گم ہے کون و مکاں
عالم دل کی بات کرتے ہو

ذکر تاباںؔ پہ ہنس کے فرمایا
صاحب دل کی بات کرتے ہو

نگاہوں سے مچل کر دل کے افسانے کہاں جاتے
تری محفل سے اٹھ کے تیرے دیوانے کہاں جاتے
انہیں کے داغ الفت سے گل گلزار ہے صحرا
نہ ہوتے گر یہ دیوانے تو ویرانے کہاں جاتے
کرم اتنا تو ہے تاباںؔ تصور میں تو آتے ہیں
وگرنہ غم کے مارے دل کو بہلانے کہاں جاتے

آپ کا مسکرانا بڑی بات ہے
ہم سے نظریں چرانا بڑی بات ہے
راز الفت چھپانا بڑی بات ہے
دار پر مسکرانا بڑی بات ہے
رخ سے آنچل چلے ہٹانے کو
آگ لگ جائے گی زمانے کو
عزمِ نو کے چراغ نے تاباںؔ
راہ دکھلائی ہے زمانے کو

"نعتیہ انتخاب"

ترے رہ گزر کی قسم کھائے قرآں
تری خاک پا کا مقام اللہ اللہ

اٹھوں روزِ محشر میں تاباںؔ یہ کہتا
حبیب خدا پر سلام اللہ اللہ

وہ دیکھتے ہیں حاضر و ناظر حضور کو
جن کو میسر آگہی قلب ونظر کی ہے

عشق نبی کے نور سے تاباںؔ ہے ذوق نعت
بزم سخن میں دھوم رضاؔ تاج ور کی ہے

ان کا خیال ان کا تصور ہو روز و شب
اپنی یہ زندگی یونہی گزرے خدا کرے

بزم رضاؔ میں شمعِ مدینہ کا نور ہے
روشن یہ انجمن رہے یونہی خدا کرے

تاباںؔ رخ حضور سے روشن ہے کائنات
خورشید کیوں نہ آپ سے کسب ضیا کرے

کوئی جائے اُن سے پوچھے وہ جو تھے عرب کے وحشی
کہ یہ کیسا راز پنہاں تھا نگاہِ مصطفیٰ میں

درِ مصطفیٰ ہو، سر ہو، رخ مصطفیٰ ہو دل ہو
یوں ہی جان دے دوں یارب کہ ہے زندگی فنا میں

مری زندگی کے تاباںؔ یہی چاند اور ستارے
مرے رشک جو ہیں ٹپکے کبھی یاد مصطفیٰ میں

گوشے ہستی کے سب ہوئے تاباں
جب خیال رخ جناب آیا
سراپا عکس محمد پہ یہ قبا رنگیں
"نگاہ عشق میں ہیں کس قدر حسین حسین"

منقبت الشاہ احمد رضا بریلوی

ہم گرفتار بلا ہیں آج پھر اس دور میں
آپ کی ہے پھر ضرورت حضرتِ احمد رضا
آج سینوں میں ہے تاباں نور عشق مصطفیٰ
آپ کا ہے فیض وبرکت حضرت احمد رضا

منقبت مفتی محمد عمر نعیمی

وہ اپنی ذات سے تاباں چراغ محفل تھے
جو گل ہوئے تو ہیں خوشبوئے جان محمد عمر

دیگر

حضرت شاہ جلال یمنی سلہٹ مشرقی پاکستان
بنے ہیں نورِ محمد کے آج کاشانے
تری نگاہ سے آباد دل کے ویرانے
مثال شمع ہے تیرا وجود سلہٹ میں
وفور شوق میں گرتے ہیں آکے پروانے

حضرت ابراہیم رضاخاں جیلانی میاںؒ

مشعلِ بزم طریقت حضرت احمد رضا
نائب حامد رضا تھے شاہ جیلانی میاں
گرمی عشقِ نبی سے سینہ و دل داغ داغ
شمع بزم رضا تھے شاہ جیلانی میاں
آج تاباں اخترِ احمدرضا ہے لوح پر
اور اس کی ابتدا تھے شاہ جیلانی میاں

کنزالایمان رضاؒ

ہم زبان شہزاد کی ہے بزم فیضانِ رضا
آج ہے عنوان سخن کا کنز ایمانِ رضا
آیۂ فتح مبین کو خوب روشن کردیا
بخشش عاصی کا ضامن کنز ایمانِ رضا
غیر ممکن ہے نبی سے اک گنہ کا بھی صدور
دیکھ لے پڑھ کر یہودی! کنز ایمانِ رضا
عاشقِ صادقِ رضا کا اک جہاں میں نام ہے
العطایا النبویہ، کنز ایمان رضا
”میکند تاباں دعای بشنو آمینی بگو“
سایۂ گستر باد ما را کنز ایمانِ رضا

قطعات

جگر مراد آبادی

بزم خوباں کا جو تھا روح رواں جاتا رہا
مرکز شعروسخن شیریں بیاں جاتا رہا
جس کے نغمے تھے گلستاں کے لیے جاں بہار
آہ وہ رشکِ چمن نغمہ کناں جاتا رہا

مولانا حامد حسن قادری

علم کی تابانیوں سے اس کا روشن تھا دماغ
عشق کی رعنائیوں سے اس کا سینہ داغ داغ
یعنی وہ حامد حسن القادری ماہ سخن
ظلمتِ بزم ادب میں علم وعرفاں کا چراغ

ہلال عید

پھر آج ہلال عید کا ہوتا ہے نمودار
ہر ایک مسرت سے نظر آتا ہے سرشار
ہم خاک نشینوں کی یہی عید ہے تاباںؔ
اس ماہ عرب ماہ منور کا ہو دیدار

شفیق استاد مکرم

تری گرمی محبت نے دلوں کو سوز بخشا
ترا شعلہ محبت تھا چراغ راہ داری
تری مسکراہٹیں تھیں مرے درد کا مداوا
تری خلوتوں میں تاباںؔ رہے نورحسنِ باری

مولانا مشتاق احمد نظامی کی کتاب ”خون کے آنسو“ تاثرات

کچھ داغ تو دھو ڈالے ہیں اغیار نے لیکن
دامن سے مٹائیں تو ذرا ”خون کے آنسو“
سچ پوچھیے تاباںؔ تو اک عاشق کی نظر میں
ہیں لعل وگوہر سے بھی سوا ”خون کے آنسو“

تجدید عہد

پھر سے چراغ راہ محبت جلائیں گے
خون جگر سے اپنے چمن کو سجائیں گے
نور محمدی سے ہیں روشن ہمارے دل
پھونکوں سے یہ چراغ بجھائے نہ جائیں گے

قطعہ تاریخ برولادتِ نور نظر لخت جگر ڈاکٹر خواجہ آفتاب احمد صاحب

چہرۂ روشن ہے یا کھلتا گلاب
آپ کا نورِ نظر یا آفتاب

ہو مبارک آپ کو بیٹا جناب

۳ ۰ ۳

"آفتاب آمد دلیل آفتاب"

۱۰۸۷ + ۳۰۳ = ۱۳۹۰ھ

قطعہ تاریخ پر ولادت نور نظر لخت جگر مولانا اجمل رضا قادری۔ موڑا یمن آباد گوجرانوالہ

ازروئے "یمن" گفتم تاریخ بامسرت

۱۰

اجمل کے گھر میں الحمد بیٹے کی ہے ولادت

۱۴۲۰ + ۱۰ = ۱۴۳۰ھ

"آواز" سن رہی ہے تاباں میری سماعت

۱۵

سن لے زمانہ "یہ ہے زیبا مہِ فضلیت"

۱۴۱۵ + ۱۵ = ۱۴۳۰ھ

حضرت سید وجاہت رسول قادری صاحب نے خواجہ آفتاب احمد کے نور نظر کی خوب تاریخ کہی "آفتاب آمد دلیل آفتاب" حضرت محمد جان انجم وزیر آبادی کا ایک خوب صورت شعر ملاحظہ فرمائیں اور لطف اٹھائیں۔

تیری صورت میں ہو انور حقیقت بے نقاب

کیوں نہ کہہ دو آفتاب آمد دلیل آفتاب

(انجمؔ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الکریم

اما بعد!

تقدیم

"فروغِ صبحِ تاباں" کا ایک طائرانہ جائزہ

اثر خامہ: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

حضرت صاحبزادہ مولانا سید وجاہت رسول قادری مد ظلہ العالی کی تابناک شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ دنیائے علم وادب میں آپ کو ایک مصنف، محقق، صحافی اور مقالہ نگار کی حیثیت سے شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہے۔

ایں خانہ تمام آفتاب است:

آپ کے جد امجد سیف المسلول حضرت علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۵ء) اپنے عہد میں بلند پایہ عالم، مناظر محقق، مصنف، واعظِ بے بدل اور شاعر تھے۔ ان کا شمار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۵٦ھ / ۱۹۲۱ء) کے نامور خلفاء میں ہوتا تھا۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا سید وزارت رسول قادری حامدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۹٦ھ / ۱۹۷٦ء) علمی ادبی شعری ذوق کی حامل شخصیت تھے۔ آپ کو حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خان بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳٦۲ھ - ۱۹۴۳ء) سے بیعت وخلافت حاصل تھی۔ آپ کے تایا حضرت مولانا امانت رسول قادری عشقیؔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حیدر آباد دکن کے مایہء ناز عالم، نامور خطیب اور بے مثال شاعر تھے۔ آپ کے عم محترم حضرت مولانا حافظ قاری عنایت رسول قادری لکھنوی رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۹۶۲ء) ایک باذوق ادیب، نعت گو شاعر اور مصنف تھے۔ لکھنو سے ماہ نامہ "سُنّی" نکالتے تھے۔ آپ نے "عمرؔ" تخلّص اختیار کیا تھا۔ اور ادبی دنیا میں "محمد عمر وارثی" کے نام سے شہرت پائی۔

حضرت مولانا محمد عمر وارثی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے حمایت رسول قیصرؔ وارثی مد ظلہ' اور بھتیجے سید سراج رسول حیات وارثی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ہندوستان کے صفِ اول کے شعراء میں ہوتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مولانا سید وجاہت رسول قادری مد ظلہ' کی عمہ محترمہ حسینہ بیگم حامدیہ رضویہ رحمہم اللہ (م ۱۹۷۶ء) ایک ادیبہ، مضمون نگار اور اصلاحی ڈرامہ نویس تھیں۔ آپ نے ادبی دنیا میں قلمی نام "فوزیہ صبوحی" کے نام سے شہرت پائی۔ آپ کی والدہ محترمہ سیدہ نظیر النساء بیگم رحمہا اللہ (م ۱۹۸۷ء) بھی شعری ذوق کی حامل خاتون تھیں۔ آپ حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خان بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) کی چہیتی مریدہ تھیں۔ انھیں اپنے پیر و مرشد کی آٹھ دس نعتیں زبانی یاد تھیں۔ جنہیں آپ گھر میں نہایت خوش الحانی سے پڑھتی تھیں۔

اس علمی و روحانی خانوادے کے آنگن میں ۱۶ جولائی ۱۹۳۹ ـ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ کو بنارس میں ایک آفتاب طلوع ہوا جنہیں دنیا آج "سید وجاہت رسول قادری" کے نام سے جانتی ہے۔ آپ نے قرآن مجید ناظرہ اور اردو کی ابتدائی تعلیم اپنے والدہ ماجدہ سے گھر پر ہی حاصل کی۔ گویا آپ کو علم وادب کی دولت ورثے میں ملی۔ پھر جس اسکول میں آپ نے داخلہ لیا۔ وہاں بھی ادبی اور شعری ذوق کی فضاء سازگار تھی۔ آپ کے اساتذہ بھی ادبی شعری ذوق کے حامل تھے۔ ان میں ماسٹر فرید الرحمن مرحوم اور علامہ فضل قدیر ندوی مرحوم نے طلباء میں شعر و ادب کا ذوق پیدا کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

حضرت سید وجاہت رسول قادری مد ظلہ' اسکول میں حضرت لسان الغیب حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۷۹۱ھ) کی ایک مشہور و معروف غزل نہایت ترنم سے

پڑھتے تھے۔ اس غزل کا مطلع ہے۔

مخمورِ جام عشقم ساقی بدہ شرابے
پر کن قدح کہ بے مے مجلس نہ دارد آبے

یوں آپ زمانہ طالب علمی ہی سے حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام کے دلدادہ ہو گئے۔ یہی نہیں بلکہ آپ اسکول میں تقریری مقابلوں میں نمایاں حصہ لیتے اور مسلسل دو سال اول انعام حاصل کرتے رہے۔

مستند ہے ان کا فرمایا ہوا:

۱۹۵۷ء میں آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور راجشاہی گورنمنٹ کالج (قائم شدہ ۱۸۸۸ء) میں داخلہ لیا یہاں بھی کالج اور شہر کی فضا شعر و شاعری کے لئے نہایت سازگار ثابت ہوئی۔ شعبہ اردو کے پروفیسر شیدائی مرحوم اور پروفیسر کلیم سہسرامی مرحوم (م ۲۰۰۹) کا شمار مشرقی پاکستان کے نامور شعراء میں ہوتا تھا۔ آپ کے شعری اور ادبی ذوق کو دیکھتے ہوئے پہلے ہی سال پروفیسر کلیم سہسرامی نے آپ کو کالج کی بزم ادب کا سیکریٹری بنادیا۔ اسی دوران پروفیسر کلیم سہسرامی کو ایک ماہانہ مشاعرہ میں شرکت کے لئے یہ طرح مصرعہ دیا گیا۔

ع چپ کھڑے ہیں درمیان کعبہ و بت خانہ ہم

پروفیسر صاحب نے آپ سے فرمایا کہ آپ بھی اس پر طبع آزمائی کریں۔ اور مشاعرے میں میرے ساتھ چلیں۔ آپ یہ سن کر ہچکچائے کہ میں نے تو کبھی غزل نہیں کہی۔ فرمانے لگے آپ میں صلاحیت ہے۔ آپ کوشش کریں اور "تاباں" تخلص اختیار کریں۔ چناچہ آپ نے پروفیسر صاحب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے رات بھر محنت کر کے غزل لکھی اور صبح کالج جاکر ڈرتے ڈرتے ان کو سنائی کہ پتہ نہیں کتنی غلطیاں نکلیں گی۔ لیکن جب استاد محترم نے آپ سے غزل سنی تو بے حد خوش ہوئے اور فرمانے

لگے۔ آپ تو اتنے اچھے شعر کہہ لیتے ہیں آپ کے اشعار میں تصوف کا رنگ جھلکتا ہے۔ اور آپ تو کہ رہے ہیں کہ آپ نے کبھی کوئی غزل نہیں کہی۔ سید صاحب نے جواب میں کہا کہ یہ آپ کی حوصلہ افزائی ہے۔ آپ میرے استاد محترم ہیں۔ لہٰذا مشاعرے میں جانے سے قبل بنظر اصلاح ایک مرتبہ دیکھ لیں چنانچہ پروفیسر صاحب نے غزل پر ایک ناقدانہ نظر ڈالی اور دو تین مصرعوں میں ترمیم کے بعد غزل آپ کو واپس کر دی اور فرمایا اب آپ "وجاہت رسول قادری" انٹرمیڈیٹ کے ایک طالب علم نہیں بلکہ اب آپ مستند شاعر " تاباںؔ قادری ہیں۔ اب ہر مشاعرے کے لئے آپ غزل کہیں گے۔ آپ چاہیں تو مجھ سے اصلاح لے لیا کریں۔ آپ کی پہلی غزل کا مطلع کچھ یوں ہے:

دیکھتے ہیں شیخ کو اس بزم میں رندانہ ہم
پھر ادا کرنے لگے ہیں سجدۂ شکرانہ ہم

مقطع میں کس خوبصورتی سے اپنا تخلص 'تاباں' کا اظہار کیا ہے۔

اس نگاہِ ناز نے بخشی حیات جاوداں
حضرت تاباں ہوئے ہیں آپ سے بیگانہ ہم

چونکہ آپ کو زمانہ طالب علمی ہی سے حضرت خواجہ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی غزلیں ازبر تھیں اس لئے آپ نے اپنی غزلیات میں بھی ان کا رنگ بھرا ہے۔ جو رنگِ تصوف ہے جو بعد میں نعت رنگ میں تبدیل ہو کر رہ گیا آپ نے نعتیہ شاعری میں مولانا حکیم مفتی غلام مصطفےٰ کوثر امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۹۸۶) سے اصلاح لی۔

۱۹۶۳ء میں راجشاہی یونیورسٹی سے ایم اے اکنامکس کرنے کے بعد آپ شکرانے کے لئے سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے تو وہاں مفتی اعظم ہند علامہ مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ بیعت کے لئے عرض کیا تو آپ نے

فرمایا تہجد کے وقت آنا۔ چناچہ تہجد کے وقت دوبارہ حاضر ہوئے اور شرفِ بیعت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ ۱۹۸۰ء میں آپ بریلی شریف گئے تو دوبارہ اپنے پیر و مرشد سے ملاقات وزیارت کی اور وہاں سے روحانی برکات حاصل کیں۔

کراچی آمد:

۴ مارچ ۱۹۶۴ء میں ایم۔بی۔اے کی تعلیم کے لئے آپ کراچی آگئے۔ایک سال کے بعد تعلیم منقطع کر کے حبیب بنک میں ملازمت اختیار کرلی۔ ۱۹۶۷ء میں آپ کے والدین، عمہ محترمہ مع تمام برادران بھی کراچی آئے اور پھر یہاں کے ہو کر رہ گئے۔ کراچی علم و فضل اور شعر و ادب کا گہوارہ ہے۔ یہاں آپ نے مختلف مشاعروں میں حصہ لیا اور شعرائے کرام سے خراج تحسین حاصل کیا۔ کراچی کے علاوہ حیدر آباد اوور میر پور خاص کے مشاعروں میں بھی بطور شاعر شرکت کی۔ کراچی میں ماہر القادری کی صدارت میں ایک یادگار مشاعرہ ہوا جس میں تمام حاضرین اور شعرائے کرام نے آپ کو زبردست داد دی۔ان شعرائے کرام میں شاعر لکھنوی، تابش دہلوی اور راغب مراد آبادی کے نام شامل ہیں۔ لیکن مشاعرے کے صدر ماہر القادری ورطہ ءحیرت میں پڑ گئے اور منہ سے کچھ نہ بولے۔

ازدواجی زندگی:

حضرت صاحبزادے مولانا سید وجاہت رسول قادری ۷ اگست ۱۹۷۰ء کو رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ آپ کا نکاح پروفیسر عزیز الدین نقوی مرحوم کی صاحبزادی محترمہ ڈاکٹر برجیس جہاں کے ساتھ منعقد ہوا۔ نکاح حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (م ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء) نے پڑھایا تھا۔ حضرت علامہ محمد حسن حقانی رحمۃ اللہ علیہ بھی مجلس نکاح میں گواہ کی حیثیت سے شریک تھے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ بھی علمی، ادبی اور تحقیقی کاموں میں آپ کی معاون ثابت ہوئیں۔ ان سے آپ کے دو بیٹے سید محمد سطوت رسول قادری اور سید محمد صولت رسول قادری ہیں۔

فدائے اعلی حضرت مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ تعالی علیہ (م ۱۹۹۲ء) نے اپنے احباب کے ساتھ ۱۹۸۰ء میں شہر کراچی میں "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا" کا قیام عمل میں لایا۔ ان احباب میں مولانا سید وجاہت رسول قادری بھی نمایاں طور پر شامل تھے۔ آپ ادارہ کے بانی اراکین میں سے ہیں۔ بعد میں آپ ادارہ کی صدارت پر فائز ہوئے۔ ادارہ کے زیر اہتمام سالنامہ " معارف رضا" کا جب پہلا شمارہ سامنے آیا تو اس میں امام نعت گویاں اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی شان میں آپ کی ایک منقبت بھی شامل تھی۔ جس کا مطلع کچھ یوں ہے۔

ہیں امام اہل سنت حضرت احمد رضا تاجدار اہلسنت حضرت احمد رضا

اور مقطع کچھ اس طرح ہے:

آج سینوں میں تاباں نورِ عشق مصطفےٰ ﷺ
آپ کا ہے فیض وبرکت حضرت احمد رضا

زیارت حرمین شریفین:

۱۹۸۱ء میں آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی معیّت میں پہلی دفعہ حج بیت اللہ اور زیارت دربار رسول اللہ ﷺ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ اس دوران خلیفہء اعلی حضرت قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء) سے بھی شرف ملاقات حاصل ہوا۔

۱۹۸۵ء میں آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ دوسری دفعہ حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۹۲ء میں آپ نے تیسری دفعہ بھی فریضہء حج اور زیارت حرمین شریفین سے آنکھیں ٹھنڈی کیں ۱۹۹۶ء میں چوتھی بار بھی حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے فَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔ ان کے علاوہ آپ نے چھ عمرے بھی ادا کیے۔ ۱۹۹۰ء میں آپ نے جو عمرہ ادا کیا وہ اس لحاظ سے

یادگار ہے کہ آپ کو فیض ملت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی معیت بھی حاصل تھی۔ اور عراق کی تمام زیارات مقدسہ پر حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے تھے۔

فدائے اعلی حضرت مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء) کے بعد آپ نے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کو آسمان شہرت کی بلندیوں پر پہنچایا۔ آپ نے اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی وملی اور سیرت و کردار پر اہل علم ودانش سے تحقیقی مقالات لکھوائے اور شائع کروائے۔ سالنامہ "معارف رضا" کے ساتھ ساتھ آپ نے ماہنامہ "معارف رضا" کی اشاعت بھی نہایت برق رفتاری سے جاری وساری رکھی اور اس کی ادارت بھی آپ نے خود سنبھالی۔ آپ نے نہ صرف دوسرے اہل علم کی توجہ اعلی حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاندار خدمات کے بارے مبذول کرائی بلکہ آپ خود بھی عملی میدان میں نمایاں رہے۔ اس پر آپ کے بیسیوں مقالات و اداریات شاہد و ناطق ہیں۔ کراچی میں آپ سندھ کلب کی مسجد میں تیرہ سال تک جمعۃ المبارک پڑھاتے رہے اور اپنے خطبات سناتے رہے۔ قومی اور بین الاقوامی علمی کانفرنسوں میں شرکت فرما کر نہایت تحقیقی مقالات پیش کر کے اپنا علمی لوہا منوا چکے ہیں۔

دورہ مصر:

چھ ستمبر ۱۹۹۹ء آپ مصر کے علمی دورے پر گئے۔ شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ تعالی علیہ بھی آپ کے ہم رکاب تھے۔ وہاں شیخ الازہر الدکتور محمد سید طنطاوی مد ظلہ العالی سے بھی ملاقات کی اور وہاں کے دیگر ارباب بصیرت سے علمی ملاقاتیں کیں جامعہ ازھر میں پہلی بار امام احمد رضا کانفرنس منعقد ہوئی اور ۳ علماء ازھر کو امام احمد رضا گولڈ میڈل دیا گیا۔ اور واپسی پر اس علمی سفر کی روداد دلپذیر "سفر نام قاہرہ" کے نام سے لکھی۔ جو معارفِ رضا ماہنامہ میں قسط وار شائع ہوئی۔

بریلی شریف حاضری:

۲۰ مئی ۲۰۰۱ء کو آپ علمائے کرام کے ایک وفد کے ساتھ بریلی شریف انڈیا گئے۔ جہاں عرس رضوی کے موقع پر یادگار اعلیٰ حضرت "دارالعلوم منظرِ اسلام" کے جشن صد سالہ میں شرکت کی وہاں آپ کی زبردست پذیرائی ہوئی۔ آپ کو جگہ جگہ شاندار استقبالئے دیے گئے۔ ارباب علم وفضل سے مفید ملاقاتیں ہوئیں۔

۲۵ جون ۲۰۰۳ کو آپ نے غوثیہ کانفرنس چٹاگانگ (بنگلہ دیش) میں شرکت کی اور وہاں کے علمی و تحقیقی علمائے کرام سے ملاقاتیں کیں اس علمی سفر کو آپ نے "اپنا دیس بنگلہ دیش" کے عنوان سے قلم بند فرما کر محفوظ کر دیا ہے (معارفِ رضا ماہنامہ میں قسط وار شائع ہوا ہے)۔ حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری مد ظلہ نہ صرف ایک نامور مقالہ نگار؛ سفر نامہ نگار؛ بے باک صحافی؛ نامور محقق اور مصنف ہیں بلکہ آپ شیخ طریقت بھی ہیں۔ آپ کو علامہ مفتی تقدس علی خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء)، مفتی ظفر علی نعمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)، سید الشیخ محمد ہاشم الرفاعی مد ظلہ، تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان بریلوی الازھری مد ظلہ اور مولانا ابو داؤد محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م۲۰۱۵/۱۴۳۶ء) سے مختلف سلاسلِ طریقت میں اجازت و خلافت حاصل ہے۔ ان کے علاوہ مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) اور مولانا محمد نصر اللہ افغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء) سے بھی مختلف وظائف و اوراد بالخصوص دلائل الخیرات شریف کی اجازت حاصل ہے آپ حضرت علامہ نصر اللہ خاں علیہ الرحمۃ سے عربی صرف ونحو کے اسباق بھی پڑھے اور قدوری، فتاویٰ رضویہ اور بخاری شریف کے کچھ اسباق بھی پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ راقم کو بھی آپ سے مختلف سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔ الحمد للہ

”فروغ صبح تاباںؔ“ کا ایک طائرانہ جائزہ:

”فروغ صبحِ تاباں“ کے عنوان سے ایک شعری دیوان میرے پیش نظر ہے۔

اس کے شاعر میرے ممدوح حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری مدظلہٗ ہیں۔ ”تاباں“ کا تخلص آپ کو زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کے استاد محترم پروفیسر کلیم سہسرامی مرحوم نے عنایت فرمایا تھا۔ حالانکہ ایک دوسرے شاعر ”غلام ربانی تاباںؔ“ بھی ہیں۔ لیکن آپ نے بھی نظم ونثر میں اپنی تابانیوں کا بین ثبوت دیا ہے۔

”فروغ صبح تاباںؔ“ میں ایک حمد، دو مناجات، پندرہ نعتیں، ایک تضمین نعت، ۱۹ر مناقب، ۱۹ر متفرق قطعات، ۲۸ر غزلیں، ۱۰ر سہرے اور ۲۹ر مختلف نظمیں شامل ہیں۔

حضرت مولانا سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری مدظلہٗ گلستان سادات کے گلِ سرسبد ہیں۔ علمی و روحانی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔ جب آپ نے شعور کی آنکھیں کھولیں تو کانوں میں صلوٰۃ وسلام کی گونج سنی۔ جذبہ ءحبِ رسول ﷺ انھیں ورثے میں ملا۔ آپ کے دل میں جذبہ ءحبِ رسول ﷺ موجزن ہے۔ جب انھوں نے شاعری کے میدان میں قدم رکھا تو لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (م ۷۹۱ھ) کے ”دیوان“ پر لپکتے رہے۔ آپ نے ”دیوان حافظ“ کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کی خوبصورت کوشش فرمائی ہے۔ آپ کی ہر غزل معنوی انداز میں وسعت لئے ہوئے ہے۔ تمام غزلوں میں شرافت، اخوت اور محبت کے مضامین موجود ہیں۔ آپ کی غزلیات میں صوفیانہ رنگ نہایت روشن اور نمایاں ہے۔

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے آپ بہت زیادہ متاثر ہیں۔ آپ نے ”کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن“ کے بارے میں جو نظم لکھی ہے۔ اس کے مقطع میں آپ نے نہایت چابک دستی سے حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ایک مصرع کو اپنے تصرف میں یوں لائے ہیں :

"میکند تاباں دعای بشنو آمینی بگو"　　سایہ گستری بادمارا کنزایمان رضا

(نظم: ۲۷، مقطع)

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے "دیوان" کی سیر کے بعد آپ گلستانِ نعت میں داخل ہوئے اورامام نعت گویاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی "حدائقِ بخشش" کے سائے میں اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی مدحت سرائی میں ایسے مصروف ہوئے کہ ساری زندگی ان کے "خیابان نعت" میں بلبل رنگین بن کر چہکتے رہے۔

آپ چونکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خوشہ چین ہیں۔اسی لیے فکر رضا کے نقش لئے اپنے کلام کو منقش کر کے اس پر مسرت کا اظہار فرماتے ہیں۔موضوع کی مناسبت سے یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

نعتِ رسول و مدحت سرکارِ دوجہاں ﷺ
احمد رضا کی یاد میں محفل شہر کی ہے

عشقِ نبی کے نور سے تاباںؔ ہے ذوق نعت
بزمِ سخن میں دھوم رضا تاجور کی ہے

(نعت: ۳، شعر: ۱۱،۱۰)

بزمِ رضا ہے ان کے دیوانوں کی انجمن
رحمت خدائے پاک بفیضِ رضا کرے

بزمِ رضا میں شمع مدینہ کا نور ہے
روشن یہ انجمن رہے یوں ہی خدا کرے

(نعت: ۴، شعر: ۱۰،۱۱)

جس کو دیارِ قدس میں کاشانہ چاہیے
احمد رضا کی رہ اسے اپنانا چاہیے

(نعت: ۸، شعر: ۱۸)

حُبِّ رضا کسوٹی ہے حُبِّ رسول کی
اس پر پرکھ کے دوست کو اپنانا چاہیے

(نعت: ۸، شعر: ۱۸)

عشقِ نبی کا جام بدستِ رضا ملا
چکّھا جو ایک بار تو پیتا چلا گیا

(نعت: ۱۰، شعر: ۲۴)

نبی کی محبت ہے اصلِ ایمان
یہ احمد رضا کا سبق ہے یگانہ
یہ عشقِ نبی کی کرامت ہی کہیے
ہے نام ان کا لیتا ادب سے زمانہ

(نعت: ۱۳، قطعہ بند)

جو ذوقِ نعتِ رضا کا سراغ لے کے چلے
وہ اپنے سینے میں بخشش کا باغ لے کے چلے

(تضمین نعت: مطلع)

ہم گرفتارِ بلا ہیں آج پھر اس دور میں
آپ کی ہے پھر ضرورت حضرت احمد رضا

آج سینوں میں ہے تاباںؔ نورِ عشقِ مصطفےٰ (ﷺ)
آپ کا ہے فیض وبرکت حضرت احمد رضا
(قطعہ: ۱۸)

عشقِ نبی کا عطیہ احمد رضا کا تحفہ
عشاق کے گلوں میں احمد رضا کا تمغہ
(قطعہ: ۱۹، شعر: ۲)

احمد رضا کا دامن تم پر ہو سایہ افگن
ان سے رہو منوّر، ان سے رہے ارادت
(نظم: ۱۸، شعر: ۲)

مولانا سید وجاہت رسول قادری مدظلہٗ اپنے ''سخن ہائے گفتنی'' کے آغاز میں ''شاعری'' کے بارے میں دوٹوک الفاظ میں فرماتے ہیں:

''شاعری جذبات کی عکاسی اور وارداتِ قلبی کا نام ہے۔ جس کو موزوں الفاظ میں وزن کی ہم آہنگی کے ساتھ بیان کیا گیا ہو اور شعر کی تاثیر یا اثر پذیری کے لئے جذبۂ سوزِ دروں اور گدازِ قلبی لازم ہے''۔

اب جب آپ کے مجموعہ کلام ''فروغِ صبحِ تاباں'' کو دیکھا جاتا ہے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اصل میں یہ مجموعہ کلام آپ کے جذبات و احساسات کا ایک ایسا شفاف آئینہ ہے جس میں عشقِ رسالت مآب ﷺ کے عناصر نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ حضرت تاباںؔ قادری مدظلہٗ نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے بے پناہ شیفتگی اور وابستگی کا اظہار نہایت عجز و نیاز اور سوز و گداز میں ڈوب کر کیا ہے۔

مجموعہ کلام کا آغاز حسب روایت ''حمد باری تعالیٰ'' سے کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں بھی چند اشعار ایسے ہیں جو حمد و نعت کا سنگم ہیں۔ مثال کے طور پر آخری دو اشعار ملاحظہ فرمایئے:

مرا یہ شوقِ درود و سلام زندہ باد!
رہوں گا روز قیامت میں ان کی نظروں میں
وہ ذوقِ مدحتِ آقا عطا ہو تاباںؔ کو
کہ اٹھے صبح قیامت یہ سرخ روؤں میں

(حمد باری تعالیٰ: شعر ۸،۹)

پہلے شعر میں شوقِ "درود و سلام" اور دوسرے میں "ذوقِ مدحتِ آقا ﷺ" ایک عاشق رسول ﷺ ہی کی وارداتِ قلبی اور احساساتِ ایمانی کا اظہار ہی تو ہے۔

حضرت تاباںؔ قادری مدظلہ‘ کی اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے محبت و عقیدت اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ آپ کا قلم جب کسی نوع سخن کی قلم کاری میں مصروف ہوتا ہے تو نعت کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ پرفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے صاحبزادے محمد موسیٰ رضا قادری کی شادی کے موقع پر آپ نے ایک "سہرا" لکھا تو اس میں بھی نعتیہ اشعار موزوں ہو گئے۔ ملاحظہ فرمایئے:

نبی سے محبت کا مظہر ہیں پھول
اطاعت کا ذریعہ ہیں سہرے کے پھول
شہِ شاہ جہاں ہیں رسولِ انام ﷺ
ان ہی کا یہ صدقہ ہیں سہرے کے پھول

(سہرا:۱۰، شعر ۳،۴)

فروغِ صبح تاباںؔ کے موضوعات:

"فروغِ صبح تاباں" پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو کئی موضوعات نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں ان میں: حمد و مناجات، عشقِ مصطفےٰ ﷺ، یادِ مصطفےٰ ﷺ، نگاہِ

مصطفٰے ﷺ، علمِ مصطفٰے ﷺ، سماعتِ مصطفٰے ﷺ، تصور مصطفٰے ﷺ، شفاعتِ مصطفٰے ﷺ، دیدارِ مصطفٰے ﷺ، شہرِ مصطفٰے ﷺ، میلادِ مصطفٰے ﷺ، نورِ مصطفٰے ﷺ، اسمِ مصطفٰے ﷺ، درِ مصطفٰے ﷺ، معجزاتِ مصطفٰے ﷺ، درود و سلام، حاضر و ناظر، مختارِ کل، ختمِ نبوّت، نقشِ پا، نعلین اقدس، پسینہ مبارک، گیسو مبارک، جسم معطر، استغاثہ، صحابہ و اہلِ بیت، اولیائے کرام، علمائے کرام، اور احباب کرام جیسے اھم موضوعات سلکِ مروارید کی طرح موجود ہیں۔ اب ان میں سے چند موضوعات کو "فروغِ صبحِ تاباں" کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔

عشقِ مصطفٰے ﷺ:

رب العلیٰ کی ذات کے عرفاں کے لیے
عشقِ رسول پاک کا پیمانہ چاہیے
(نعت:۸، شعر ۲۳)

یادِ مصطفٰے ﷺ:

یہ مکاں کہ لامکاں ہو وہ ہمیشہ خوش رہے گا
کہ گزر بسر ہو جس کی غمِ یادِ مصطفٰے ﷺ میں
(نعت: ۵، شعر ۳)

مری زندگی کے تاباؔں یہی چاند اور ستارے
میرے اشک جو ہیں ٹپکے کبھی یادِ مصطفٰے ﷺ میں
(نعت: ۵، شعر: مقطع)

نگاہِ مصطفٰے ﷺ:

کہیں مہر بن کے چمکی کہیں نور بن کے برسی
کہ ہزاروں جلوے پنہاں ہے نگاہِ مصطفٰے ﷺ میں

کوئی جاکے ان سے پوچھے وہ جو تھے عرب کے وحشی
کہ یہ کیسا راز پنہاں تھا نگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں
(نعت: ۵ شعر ۴،۵)

جس پہ بھی ڈالی اک نظر میرے حضور نے (ﷺ)
سب این و آں سے آگے وہ بڑھتا چلا گیا
(نعت: ۱۰ شعر ۱۵)

علمِ مصطفیٰ ﷺ:

معروف محقق علامہ منور عتیق رضوی فاضل دمشق نے امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کی روشنی میں جب ایک مقالہ ''منکرینِ وسعتِ علمِ نبوی علیٰ صاحبہ التحیۃ والثناء کا علمی و تحقیقی محاسبہ'' لکھا تو اس پر آپ نے اٹھارہ اشعار میں ایک منظوم تبصرہ لکھا جو ''فروغ صبح تاباں'' کی زینت ہے اس نظم میں نہ صرف تبصرہ بلکہ منقبت اور نعت کی جلوہ گری بھی واضح ہے۔ یہاں تین اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

اہلِ رضا سے پڑھ کر تم نے کتابِ حکمت
''علم نبی کی وسعت'' لکھی کتابِ عزت
کیونکر سعید ہو وہ اس کو شقی ہی کہئے
مانے نہ دل سے جو بھی علمِ نبی کی وسعت
احمد رضا کا مسلک واحد رہِ سلامت
علمِ نبی پہ قائم قرآن کی ہے حجت
(نظم: ۱۸، شعر: ۸،۱۲،۱۰)

سماعتِ مصطفیٰ ﷺ:

جہاں سے ہو بے شک وہ سنتے ہیں آقا
لبوں پر جب آجائے نام اللہ اللہ
(نعت:۲، شعر:۸)

تصورِ مصطفیٰ ﷺ:

تصویر جس میں تیری ہمیشہ رہا کرے
اے ساقیِ مدینہ وہ شیشہ عطا کرے
(نعت:۴، شعر:مطلع)

ان کا خیال ان کا تصور ہو روز و شب
اپنی یہ زندگی یوں ہی گذرے خدا کرے
(نعت: ۴، شعر: ۵)

شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ:

رکھتا ہے جو بھی دل میں ارادت رسول کی
حاصل اسی کو ہو گی شفاعت رسول کی
(نعت:۷، شعر:مطلع)

دیدارِ مصطفیٰ ﷺ:

حضرت تاباںؔ قادری مدظلہ کا دل عشق رسالت مآب ﷺ سے سرشار ہے۔ ان کے مجموعہ کلام میں ایسے اشعار بھی ہیں جن میں آپ نے اپنی شام زندگی کے آخری لمحات میں آفتابِ نبوت ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کی آخری تمنا کا اظہار بھی نہایت عاجزانہ انداز میں کیا ہے۔ چند اشعار نذرِ قارئین ہیں:

الٰہی تجھ سے دعا ہے کہ قربِ وقتِ نزع
تیرے حبیب کا جلوہ ہو، میری نظروں میں
(حمد باری تعالیٰ :شعر: ۶)

ہے وقتِ نزع آیئے آقائے دوجہاں
اب آپ کے مریض کی منزل سفر کی ہے
(نعت:۳، شعر:۹)

جس نے بھی کی ہے دل سے اطاعت رسول کی
ہو گی نصیب اس کو زیارت رسول کی
(نعت: ۷، شعر: مطلع)

شہر مصطفےٰ ﷺ:

شہر مصطفےٰ ﷺ مدینہ منورہ کی عظمت و محبوبیت مسلّمہ ہے، جس مسلمان نے یہ شہر حبیب ﷺ نہیں دیکھا وہ اسے دیکھنے کے لئے بے قرار ہے اور جس خوش نصیب نے اس کی زیارت کی سعادت حاصل کی ہے وہ اس کے جلوؤں میں گم ہے۔ اور اسے بار بار دیکھنے کا طلب گار ہے۔ اس شہر محبوب ﷺ کی تعریف و توصیف میں نظم و نثر میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور تا قیامت لکھا جاتا رہے گا۔ حضرت تاباں قادری مدظلہٗ بھی اس شہر بے مثال کی تابانیوں اور ضیاباریوں کے بارے میں نہایت وارفتگی کے انداز میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

آپ کی آرزو ہے کہ موت مدینے میں نبی کریم ﷺ کے پاک قدموں میں آئے۔ اس معصومانہ خواہش کا انداز ملاحظہ فرمایئے:

گناہ گار ہوں لیکن یہ آرزو ہے کریم
مروں مدینے میں آقا کے پاک قدموں میں
(حمد باری تعالیٰ: شعر: ۷)

تمام عشاق رسول ﷺ کی مشترکہ آرزو کا اظہار دیکھئے:

عشاق کو بس آرزو روضے کے در کی ہے
تسبیح ان کے نام کی شام و سحر کی ہے
(نعت:۳، شعر:۲)

خاک طیبہ سے عقیدت کی انتہا دیکھئے:

اس کی جبیں ہے رشکِ مہ و مہر بے شبہ
سجدے جو خاک طیبہ پہ ہمدم ادا کرے

(نعت:۴، شعر:۸)

خاک طیبہ پر مرغِ بسمل کی طرح تڑپتا دیکھئے:

سجدے میں جائے خاک ملے جان دیدے پھر
پہنچے جو در پہ آپ کے تاباںؔ خدا کرے

(نعت: ۴، شعر: مقطع)

جنتوں کی جنت کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جسے دیکھنی ہو جنت مرے ساتھ آئے طیبہ
کہ ہے جنتوں کی جنت اسی گوشۂ وفا میں

(نعت: ۵، شعر: ۶)

درِ مصطفیٰ ﷺ پر جان دینے کی تمنا کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

در مصطفیٰ ﷺ ہو سر ہو رخِ مصطفیٰ ﷺ ہو دل ہو
یوں ہی جان دیدوں یا رب کہ ہے زندگی فنا میں

(نعت: ۵، شعر: ۱۱)

کبھی مدینہ منورہ سے بلاوے کا انتظار یوں کرتے ہیں:

اے کاش مدینہ سے بھی آجائے یہ اخبار
چل تجھ کو بلاتے ہیں جو ہیں مالک و مختار

(نعت:۱۱، شعر:۴)

مدینہ پاک میں ٹھکانا ملنے پر خوشی کا اظہار کچھ اس انداز میں کرتے ہیں:

نہ ڈر اس کو جہنم کا، نہ جنت کی تمنا ہے
مدینہ پاک میں جس کو ٹھکانا ہو گیا حاصل

(نعت: ۱۲، شعر: ۵)

زائرِ مدینہ جب سفر پر رواں دواں ہوتا ہے تو اس کی منظر کشی یوں کرتے ہیں:

سوئے طیبہ ہوئے ہیں زائر روانہ
بہ انداز دل کش مگر والہانہ
اک امیدِ دیدار محبوب حق کو
سوئے دار جاتے ہیں وہ فاتحانہ

(نعت: ۱۳، شعر: ۳،۴)

نعت گو شعراء نے حرم کی زمین کے حوالے سے نہایت احتیاط برتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زائر کو اس مقدس سرزمین پر چلنے کا مشورہ یوں دیتے ہیں:

حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

(حدائق بخشش: حصہ اول)

اب ذرا حضرت تاباںؔ قادری مدظلہ کا انداز دیکھئے:

حرم کی زمیں پر قدم سے نہ چلنا
چلو سر کے بل تم رہِ عاشقانہ

(نعت: ۱۳، شعر: ۱۶)

مدینہ منورہ میں گنبدِ خضراء مرکز انوار و تجلیات اور سرچشمہ فیوض برکات ہے۔ حضرت تاباںؔ قادری مدظلہٗ اس کی عظمت کے گن یوں گاتے ہیں:

مدینہ مرکزِ سب این و آں ہے وہ سن لیں
مدینہ سارے جہاں کی اَماں ہے وہ سن لیں
(تضمین نعت: ۵)

حضرت مولانا نذیر احمد خجندی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۵ھ /۱۹۷۸ء) کی ایک نعت:

ع آنکھیں روشن دل منور سبز گنبد دیکھ کر

کی زمین میں بارہ اشعار پر مشتمل ایک ''نعت معطر'' لکھی جو دیدنی ہے اس کا مطلع اور مقطع نذرِ قارئین کیا جاتا ہے۔

مطلع:

آیہ ''جاؤک'' پڑھ کر سبز گنبد دیکھ کر
جان دیدیں ان کے در پر سبز گنبد دیکھ کر

مقطع:

چشم گریاں ، قلبِ شاداں، روح تاباں ہوگئی
ہو گیا روشن مقدر سبز گنبد دیکھ کر
(نعت: ۱)

یہی نہیں آپ نے مختلف سہروں میں بھی ''گنبدِ خضراء'' کی تابانیوں کا ذکر کیا ہے۔ یہاں دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

میری تقدیر کا سہرا تو کھلے گا تاباںؔ
جب کہ آ جائے نظر ''قبۂ انور'' سہرا
(سہرا: ۲، مقطع)

ہم تو سمجھیں گے مقدر جبھی اپنا تاباںؔ
جب کہ آجائے نظر "روضہ انور" سہرا
(سہرا: ۹، مقطع)

میلاد مصطفٰے ﷺ:

سرورِ کائنات فخر موجودات حضرت محمد ﷺ اس دنیائے آب و گل میں ۱۲ ربیع الاول کو ظاہری صورت بشری میں جلوہ افروز ہوئے۔ "میلاد مصطفٰے ﷺ" نعت گو شعراء کا ہمیشہ پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ حضرت تاباںؔ قادری مد ظلہ نے اس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ میلاد مصطفٰے ﷺ کی خوشی مسلّمہ ہے۔ دنیا کے ہر خطے میں مسلمان نہایت ذوق و شوق سے محافلِ میلاد مصطفٰے ﷺ منعقد کرتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ایسی محافل کے انکاری ہیں۔ حضرت تاباں قادری مد ظلہ ایسے لوگوں کے بارے میں اپنا فیصلہ یوں سناتے ہیں۔

میلاد مصطفٰے ﷺ کے جو منکر ہیں دوستو
محفل میں ان کو اپنی بلانا نہ چاہیے
(نعت:۸، شعر:۸)

مزید سنیے!

مولود مصطفٰے ﷺ پہ تھی مسرور کائنات
شیطاں مگر کہ پیٹتا روتا چلا گیا
مفتی و شیخ نجد کے فتووں کے باوجود
چرچا رسول پاک کا بڑھتا چلا گیا
ابلیس جتنی چاہے کرے دشمنی مگر
ذکر نبی کا شوق کہ بڑھتا چلا گیا

حصن حصین دین ہے میلاد مصطفےٰ ﷺ
داخل جو اس میں ہو گیا پھلتا چلا گیا
تعمیل "ورفعنا" میں ہر دور کا مومن
میلاد مصطفےٰ (ﷺ) کا مناتا چلا گیا

(نعت: ۱۰، شعر: ۱۸ تا ۲۲)

حضرت تاباں قادری مدظلہ حشر میں بھی میلاد پاک کی تابانیاں دیکھنے کے آرزومند ہیں:

یقین ہے حشر میں ہو گا سماں میلاد اکبر کا
سلام و نعت کا پڑھنا پڑھانا ہم بھی دیکھیں گے

(نعت: ۱۵، شعر: ۴)

ربیع النور کی بہاروں کی منظر کشی ملاحظہ فرمایئے:

ربیع النور ہے آرائش گیتی کے ساماں ہیں
چمن کے پھول پتوں کا سنورنا ہم بھی دیکھیں گے

(نعت: ۱۵، شعر: ۷)

"صبحِ شبِ ولادت" منانے کا انداز ملاحظہ فرمایئے:

خوشیاں منائیں مل کر صبحِ شبِ ولادت
نعتیں سنائیں مل کر صبحِ شبِ ولادت

(قطعہ: ۱۹، شعر: مطلع)

جشن میلاد پر اظہار تشکر دیکھئے:

شکریہ کی ہے ساعت یہ وقت سعید
جشنِ میلادِ صاحبِ وقار آگیا

(نظم: ۳، شعر: ۱۰)

مولاناڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی مدظلہٗ نے حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث اعظم محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی "مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم" پر ایک نادر و نایاب کتاب کا اردو ترجمہ بعنوان "جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند" کیا۔ جسے صفہ فاؤنڈیشن لاہور نے عربی متن کے ساتھ نہایت آب و تاب سے شائع کیا تو جب آپ نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو آپ کے واردات قلبی کا اظہار ایک طویل نظم کی صورت میں سامنے آیا۔ اس کا مطلع ہے:

ذکر مولود النبی پر دیکھی میں نے اک کتاب
پہلے آنکھوں سے لگایا سر پہ رکھا پھر شتاب
(نظم:۱۱)

کتاب کو نفسِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سند قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

نفسِ میلاد النبی پہ ہے سند بے ارتیاب
عُروۃ و ثقیٰ کی صورت غوث اعظم کی کتاب
(نظم:۱۱، شعر: ۲۳)

مقطع میں مترجم کے لئے یوں دعا کرتے ہیں:

ہاتھ تاباںؔ نے اٹھایا اور دعا کی پھر شتاب
یا خدا ممتاز ہو علم و فضل میں انتخاب
(نظم:۱۱)

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت تاباںؔ قادری کے کلام میں نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیاء باریوں کی چند جھلکیاں دیکھئے:

نور نبی سے تاباںؔ منّور ہوئی جو ذات
سورج اسی کا دہر میں چڑھتا چلا گیا
(نعت: ۱۰، مقطع)

حسنِ جاناناں بے حجاب آیا
نور برساتا آفتاب آیا

(نعتیہ قطعہ: ۲، مطلع)

نورِ محمدی ﷺ سے ہیں روشن ہمارے دل
پھونکوں سے یہ چراغ بجھائے نہ جائیں گے

(نظم: ۲۶ شعر: ۴)

اسم مصطفیٰ ﷺ:

اسم رسول پاک کا عامل ہوا ہے جو
بے خوف مشکلوں سے گذرتا چلا گیا

(نعت: ۱۰، شعر: ۷)

درود و سلام:

حضرت تاباں قادری مد ظلہٗ درود و سلام کی اہمیت و فضیلت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ آپ نے اپنے کلام میں جابجا درود و سلام کے پھول بکھیرے ہیں اور عشاق کو درود سلام کی تشویق و تحریک دی ہے۔ اس حوالے سے چند اشعار نذرِ قارئین کیے جاتے ہیں:

مر ا یہ شوقِ درود و سلام زندہ باد
رہوں گا روز قیامت میں ان کی نظروں میں

(حمد باری تعالیٰ :شعر: ۸)

اٹھوں روزِ محشر میں تاباں یہ کہتا
حبیب خدا پر سلام اللہ اللہ

(نعت: ۲، مقطع)

اعمال کچھ نہیں مرے اس کے سوا کہ بس
لب پہ درود دل میں ہے چاہت رسول کی
جو بھی درود پاکا عامل ہے اس کے گرد
پہرہ پہ ہیں فرشتے حفا ظت رسول کی

(نعت: ۷، شعر: ۲۷)

ایمان کی سلامتی چاہو تو اے عزیز
کثرت درود پاک کی روزانہ چاہئے
صلو ا علی النبی میں ہر غم کا ہے علاج
کثرت سے یہ عمل ہمیں دہرانا چاہیے
چاہے جو پردہ داری اعمال حشر میں
وردِ درود پاک اسے اپنانا چاہیے

(نعت: ۸، شعر: ۱۳، ۱۴، ۱۷)

صبح و مسا درود میں پڑھتا چلا گیا
ہر کام خود بخود مر ا بنتا چلا گیا
عاشق کی دستگیری کو تھے پل پہ حضور خود
وردِ درود کرتا گذرتا چلا گیا
وردِ درود پاک ہوا جب سے حرزِ جاں
میں ہر غم حیات سے بچتا چلا گیا

(نعت: ۱۰، شعر: ۱، ۹، ۱۱)

صلوٰۃٌ سلامٌ علیکَ الرسول
رہے ورد میرا یہ روز و شبانہ
(نعت: ۱۳، شعر: ۱۰)

صَلو ا علی النبی الامی کی ہے کرامت
ذکر نبی بڑھائے ہر کلمہ گو کی عزت
(قطعہ: ۱۹، شعر: ۵)

ہے دعائے قادری بہرِ نبی صلّو علیہ
خوش رہیں پھولیں پھلیں جنت نشاں سہرے کے پھول
(سہرا: ۴، مقطع)

وجاہت اٹھو اب، پڑھو تم درود
شفاعت کا کلمہ ہیں سہرے کے پھول
(سہرا: ۱۰، مقطع)

درود اُن پہ پڑھیئے سلام ان پہ بھیجیں
کہ آقا کے در سے ہدایا ہے آیا
(نظم: ۱۲ شعر: ۵)

نقشِ پائے مبارک ﷺ:

حضرت تاباں قادری مدظلہ نے محبوب کائنات حضرت محمد ﷺ کے نقش پائے مبارک کو اپنے مجموعہ کلام میں نہایت دل آویزی سے پیش کیا ہے اس حوالے سے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

ان کے نقش پا کو دیکھا آنکھ ٹھنڈی ہو گئی
عقل و جان و دل معطر سبز گنبد دیکھ کر
(نعت: ۱، شعر: ۱۱)

وہ ہی فردوس کے وارث بحکم رب تعالیٰ ہیں
بحمداللہ ہوا جن کو نبی کا نقشِ پا حاصل
عبث ہے زندگی اس کی وہ ہے مردود عقبیٰ کا
جو دنیا میں نہ کر پایا نبی کا نقش پا حاصل
(نعت: ۲، شعر: ۷، ۱۰)

بہر رسول اکرم ﷺ بس ایک ہی دعا ہے
احسن ہو میری سیرت بہ نقش پائے حضرت
ہیں نقشِ پائے محمد چراغ منزل کے(ﷺ)
بنا ہے اہلِ محبت کا قافلہ "پیاسی"
(نظم: ۲۵، شعر: ۷)

نعلینِ اقدس ﷺ:

راندۂ نعلینِ اقدس سنگریزوں کے نصیب
بن گئے وہ لعل و گوہر سبز گنبد دیکھ کر
(نعت: ۱، شعر: ۵)

سراپائے مصطفٰے ﷺ:

"فروغِ صبحِ تاباں" میں سرکارِ دوعالم نورِ مجسم حضرت محمد ﷺ کی سراپا نگاری کی تابانیاں اور ضیاباریاں بھی ہیں۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

ایک ہی شعر میں "روئے انور" اور "گیسوئے مبارک" کے مضمون کو کس خوب صورتی سے پیش کیا ہے۔

ہے صبحِ مبارک ترا روئے انور
تو گیسوئے مشکیں ہے شام اللہ اللہ (جل جلالہ)

''روئے انور'' کو ''صبح مبارک'' اور گیسوئے مشکیں کو ''شام'' کا تخیل کتنا حسین ہے۔ گیسوئے مبارک کے بارے میں مزید سنیئے:

ان کے زلفِ عنبرین سے مشک بار عالم تمام
گلشنِ کن میں ہے نکہت آفریں گیسوئے دوست
(نعت: ۹، شعر: ۵)

پسینہ مبارک کے بارے میں ایک وجد آفریں شعر ملاحظہ فرمایئے:

مہک اٹھیں گلیاں جدھر سے وہ گذرے
پسینہ کی مشکیں مشام اللہ اللہ (جل جلالہ)
(نعت: ۲، شعر: ۱۰)

مختارِ کل:

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم باذن اللہ ''مختار کل'' ہیں۔ اس عنوان پر نظم و نثر میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔
آیئے دیکھتے ہیں کہ حضرت تاباں قادری مد ظلہ اس موضوع کو کس پیرائے میں بیان کرتے ہیں:

احوالِ نیک و بد سے ہمارے ہے آگہی
مختارِ کل ہیں ان کو خبر بحر و بر کی ہے
رب العلیٰ کی دَین سے مختار کل ہیں وہ
اپنا سا اک بشر انہیں کہنا نہ چاہیے
(نعت: ۸، شعر: ۵)

حبیب خدا مالکِ کل جہاں
ہیں خدام سارے امام زمانہ
(نعت: ۱۳، شعر: ۱۴)

حاضر و ناظر:

وہ دیکھتے ہیں حاضر و ناظر حضور کو
جن کو میسر آگہی قلب و نظر کی ہے

(نعت: ۳، شعر: ۴)

ختم نبوت:

عقیدہ ختم نبوّت ہمارے ایمان کی جان ہے۔ اسی لئے نعتیہ شاعری میں بھی ختم نبوّت کا موضوع ہر دور میں معتبر رہا ہے۔ اگرچہ حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری مد ظلہٗ نے اس موضوع پر نثر میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن ان کا دیوان بھی اپنے جلو میں ''ختم نبوّت'' کا موضوع لے کر آیا ہے۔

شاہین ختم نبوت مولانا محمد امین قادری عطاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۰۵ء) نے ''عقیدہ ختم نبوت'' کے عنوان سے علما و مشائخِ اہل سنت کی تحریری کاوشوں کو مختلف جلدوں میں یکجا کر کے شائع کرنے کی داغ بیل ڈالی اور ''عقیدہ ختم نبوت'' کی جب پندرہ جلدیں حضرت تاباںؔ قادری مد ظلہٗ کے سامنے آئیں تو آپ کی مسرّت کی انتہا نہ رہی۔

آپ نے ''ختم نبوت'' کی ردیف میں انیس اشعار پر مشتمل ایک طویل نظم فی البدیہہ لکھی۔ نظم کیا ہے؟ ایک خوب صورت منظوم تبصرہ ہے۔ ایک نعت ہے۔ بلکہ تحریک ختم نبوت کی ایک منظوم تاریخ ہے۔ اختصار کی وجہ سے یہاں ساری نظم تو پیش نہیں کی جا سکتی البتہ اس کے چند اشعار نذرِ قارئین کیے جاتے ہیں:

صد مژدۂ گل زار ہے یہ ''ختم نبوّت''
خوش خبریِ اسرار ہے یہ ''ختم نبوّت''
دو صدیوں کا گل دستۂ نعتِ نبوی ہے
کیا عشق کی مہکار ہے یہ ''ختم نبوّت''

کذّاب نبی کو امین اللہ کی طرف سے
للکار ہے للکار ہے یہ ”ختم نبوّت“
محشر میں شفاعت کا امین آپ کے سر پر
اک طرۂ دستار ہے یہ ”ختم نبوّت“
اے ختم نبوّت کے محافظ اسے تھامو !
اک مشعلِ راہ دار ہے یہ ”ختم نبوّت“
تاباںؔ ہے امین آپ کی ایک شمع فروزاں
یا مطلعِ انوار ہے یہ ”ختم نبوّت“

(نظم: ١٦)

”ختم نبوت“ کے مضمون کو اس شعر میں یوں پیش کرتے ہیں:

ہمارا دین مکمل نظام ہستی ہے
یہی ہے جادہ ہستی میں رہنما ”پیاسی“

(نظم: ٢٥، شعر: ٩)

”فروغ صبحِ تاباں“ میں شامل آخری نظم کے دو اشعار کو ”ختم نبوت“ کے تناظر میں ملاحظہ فرمایئے:

یہی تھے مقابل بہ صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ)
لگایا تھا جھوٹی نبوت کا نعرہ
انہی کے اک عالم نے ’تحذیر‘ لکھ کر
تھا جھوٹی نبوت کا رستہ دکھایا

(نظم: ٢٩، شعر ٧، ١٣)

حکیم اہل سنت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۷ھ /۱۹۸۷ء) کی شان میں حضرت تاباںؔ قادری مدظلہٗ نے ایک منقبت لکھی۔اس میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کی خدمات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

استغاثہ:

جو حفظِ ختم نبوت کا معرکہ ٹھہرے
معین مردِ مقابل معین الدین ہیں

(منقبت: ۱۹،شعر: ۹)

نعتیہ شاعری میں استغاثہ کی روایت نہایت آب و تاب کے ساتھ آرہی ہے۔جو بہت پرانی ہے۔یہ ایسی تاب ناک روایت ہے جو ہر زبان میں موجود ہے۔عربی،فارسی ،اور اردو میں شاید ہی کوئی نعتیہ دیوان ہو جو اس روایت سے محروم ہو۔ردیف "یارسول اللہ ﷺ" میں تو کئی مجموعے مرتب ہوئے اور شائع ہو چکے ہیں۔ان میں مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہٗ کے مجموعے کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہوا۔ ماہنامہ نعت لاہور کے ایک شمارے میں دنیائے نعت کی نامور شخصیت راجارشید محمود کی ادارت میں بھی محمد صادق قصوری کا ایک مجموعہ سامنے آیا۔ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ حضرت تاباںؔ قادری مدظلہٗ اپنی وارداتِ قلبی کا اظہار کچھ اس انداز میں کرتے ہیں:

سنتے ہیں، دیکھتے ہیں اور آتے مدد کو ہیں
مظلوم جب بھی کوئی تڑپ کر ندا کرے

(نعت: ۴،شعر: ۹)

مزید سنیئے!

تاباںؔ کو کیسا خوف اور کیسا الم کہ جب
مشکل کشا نبی ہو تو ڈرنا نہ چاہیے

(نعت: ۸، مقطع)

یہی نہیں آپ نے ''یارسول اللہ ﷺ'' کی ردیف میں فارسی میں سینتیس (۳۷) اشعار میں ایک وجد آفریں نعت لکھی ہے۔ جس میں اپنے خیالات ، جذبات اور احساسات کا کھل کر اظہار کیا ہے اس کا مطلع یوں ہے:۔

جاں برائے تو یارسول اللہ ﷺ
دیدہ جائے تو یارسول اللہ ﷺ

مقطع اس طرح ہے:۔

صرفِ ایں چشم کیست تاباںؔ را
جز لقائے تو یا رسول اللہ ﷺ

(نعت: ٦)

صحابہ کبار و اہل بیت اطہار:

حضرت تاباں قادری مدظلہٗ کے مجموعہ کلام میں محبوب کائنات فخر موجودات حضرت محمد ﷺ کے خصائل و خصائص، عادات و اطوار، گفتار و کردار، جودو عطاء معجزاتِ وعنایات اور عقائد و نظریات کے علاوہ آپ کے صحابہ کبار اور اہل بیت اطہار کا ذکر بھی نمایاں طور پر احسن انداز میں موجود ہے۔ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے حوالے سے ''فروغ صبح تاباںؔ'' سے چند پھول پیش خدمت ہیں جن سے صحابہ و اہل بیت کی محبت وعقیدت اور مؤودت کی مہکی مہکی خوشبو آرہی ہے۔

بو بکر یافتہ لقب صدیق (رضی اللہ عنہ)
باوفائے تو یا رسول اللہ ﷺ

سیفِ مسلول حق بہ دستِ عمر (رضی اللہ عنہ)
حفظ شان تو یارسول اللہ ﷺ

یافت عثمان دولتِ نورین (رضی اللہ عنہ)
با چراغِ تو یارسول اللہ ﷺ
آں علی مرتضیٰ زوج بتول (رضی اللہ عنہ)
سردارِ تو یا رسول ﷺ
مظہر حسنِ خلق اجمل تو
اہل بیتِ تو یارسول اللہ ﷺ
آں حسینے شہید کرب و بلا (رضی اللہ عنہ)
گلعزارِ تو یارسول اللہ ﷺ
نجم اصحابت اندو کشتی نوح
آلِ پاک تو یارسول اللہ ﷺ

(نعت: ۶، شعر: ۱۶تا۲۱، ۲۸)

حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی شان میں اکیس اشعار میں ایک منقبت بھی حضرت تاباںؔ قادری مدظلہٗ کے اثر خامہ کا نتیجہ ہے۔ قارئین کی ضیافت طبع کے لئے اس کا مطلع اور مقطع پیش کیا جاتا ہے:

حق گوئی کا معیار ہیں حسنین کریمین
وہ صاحب کردار ہیں حسنین کریمین

(منقبت: ۳، مطلع)

تا باںؔ کو بھلا خوف ہو کیا روزِ جزا کا
جب آپ مدد گار ہیں حسنین کریمین

(منقبت: ۳، مقطع)

رئیس امروہی کے ایک مصرع!

ع "نگاہِ عشق میں ہیں کس قدر حَسین حسین"

پر نو اشعار میں ایک خوب صورت تضمین بھی "فروغ صبحِ تاباں" میں شامل ہے۔ اس کے مطلع اور مقطع پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں:

نشانِ عظمت مومن، فروغ دین حسین (رضی اللہ عنہ)
عتاب بر سر باطل معین دین حسین (رضی اللہ عنہ)
غلام حلقہ بگوش قبائے گلگوں ہوں
گدائے عشق کے تاباں ہوئے معین حسین (رضی اللہ عنہ)

علماء ومشائخ کرام:

حضرت تاباں قادری مدظلہٗ کے مجموعہ کلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں آپ نے اپنے اکابر مشائخ کرام اور علماء کرام سے جابجا اپنی ارادت کا اظہار کیا ہے اور ان کی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

سراج الائمہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۵۰ھ/۷۶۷ء) کی شان میں سترہ اشعار میں ایک منقبت لکھی۔ اس کا مطلع کچھ اس طرح ہے:

وہ سرورِ کشور آئمہ امام اعظم ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ)
ہر ایک مشکل کے کشفِ غمہ امام اعظم ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ)

مقطع کچھ یوں ہے:

تمہی ہو تاباں کے ماویٰ ملجا تمہی اب وجد کے پیشوا ہو
رضا سے پایا تمہارا صدقہ امام اعظم ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ)

(منقبت: ۱۸)

سر تاج الاولیاء حضرت سیدنا شیخ عبد القادر غوث الاعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں دس اشعار میں ایک منقبت "فروغِ صبحِ تاباں" کی زینت ہے۔ ذرا اس کے مطلع پر ایک نظر ڈالیں:

رنج و محسن کثیر ہیں یا غوث اعظم دست گیر (رحمۃ اللہ علیہ)
ہم عاجز و حقیر ہیں یا غوث اعظم دست گیر (رحمۃ اللہ علیہ)

مقطع دیکھیں:

اب التفاتِ خاص کا تاباں ہے مستحق
اس کا دم اخیر ہے یا غوثِ اعظم دست گیر (رحمۃ اللہ علیہ)

(منقبت: ۴)

بنگلہ دیش کے خطۂ سلہٹ کے معروف صوفی حضرت سیدنا شاہ جلال یمنی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں دس اشعار میں ایک منقبت اس مجموعہ کلام میں موجود ہے۔ اس کے مطلع اور مقطع پر ایک نظر ڈالتے جائیں:

نگاہیں تشنہ جنوں خیز و چاک داما نے
چلے ہیں شاہ کی چوکھٹ پہ چند دیوانے

(مطلع)

طلوعِ صبح منور اب ہو گئی تاباں
کہیں اندھیرے میں بھٹکے ہیں ان کے دیوانے

(منقبت: ۱۷، مقطع)

مقطع میں کس خوب صورتی سے تخلص کا استعمال کیا گیا ہے!

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں دو مناقب اس دیوان

کی زینت ہیں۔ پہلی منقبت تیرہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا مطلع اور مقطع دیا جاچکا ہے۔ دوسری منقبت گیارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا مطلع اور مقطع ملاحظہ فرمایئے:

صاحب امروز ہیں شانِ زمانہ آپ ہیں
صاحبان علم و دانش میں یگانہ آپ ہیں
(مطلع)

آج تاباںؔ ہیں منور جن کے عکس نور سے
عینِ ذاتِ حق کا وہ آئینہ خانہ آپ ہیں

(منقبت:۷، مقطع)

اپنے پیر و مرشد شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان نوری قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء) کی شان میں تیرہ اشعار پر مشتمل منقبت اس مجموعہ کلام کی زینت ہے۔ اس کے مطلع اور مقطع کو ایک نظر دیکھتے جائیں۔

مفتی ملّت آپ ہیں احمد رضا کے بعد
تاج شریعت آپ ہیں احمد رضا کے بعد
(مطلع)

تاباںؔ کو بھی عطا ہو نوری کرن کی بھیک
آقائے نعمت آپ ہیں احمد رضا کے بعد

(منقبت: ۱۱ مقطع)

تاج العلماء حضرت مفتی محمد عمر نعیمی (م ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان میں سات اشعار میں ایک منقبت اس دیوان میں شامل ہے۔ اس کے مطلع اور مقطع کو ایک نظر ملاحظہ کرتے جائیں:

نگاہِ علم محبت زباں محمد عمر (رحمۃ اللہ علیہ)
تھے بزم علم و محبت کی جان محمد عمر (رحمۃ اللہ علیہ)
وہ اپنی ذات سے تاباںؔ چراغ محفل تھے
جو گل ہوئے تو ہیں خوشبوئے جاں محمد عمر (رحمۃ اللہ علیہ)

(منقبت: ۱۶)

حکیم اہل سنت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی (م ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بارہ اشعار پر مشتمل ایک منقبت حضرت تاباںؔ قادری کے اثر خامہ کا نتیجہ ہے۔ اس کے مطلع اور مقطع کو ایک نگاہ دیکھتے جائیں۔

نقیب صدر افاضل معین الدین ہیں
رضا کی فکر کے حامل معین الدین ہیں
رقم کی ثاقب تاباں نے اک نئی تاریخ
جمیع حسنہ خصائل معین الدین ہیں

(منقبت: ۱۹)

علامہ مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری (م ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان میں چودہ اشعار پر مشتمل ایک منقبت اس دیوان کی زینت ہے۔ اس کے مطلع اور مقطع کے ملاحظہ کرتے جائیں۔

عالم اصلِ شریعت مصلح الدین آپ ہیں
عارفِ سرِّ طریقت مصلح الدین آپ ہیں
ذرۂ ناچیز کو بھی ماہِ تاباں کر دیا
جوہر صد حسنِ حکمت مصلح الدین آپ ہیں

(منقبت: ۹)

مفسر اعظم ہند علامہ مولانا محمد ابراہیم رضا خان جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۸۵ھ / ۱۹۵۶ء) کی شان میں آٹھ اشعار پر مشتمل ایک منقبت "فروغ صبحِ تاباں" میں شامل ہے۔ اس کے مطلع اور مقطع پر ایک نظر ڈالتے جائیں:

رہ رو راہِ ہدیٰ تھے شاہ جیلانی میاں
پرتوِ ذاتِ رضا تھے شاہ جیلانی میاں
آج تاباں اخترِ احمد رضا ہے اوج پر
اور اس کی ابتدا تھے شاہِ جیلانی میاں

(منقبت: ۵)

مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعو احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۲۹ھ /۲۰۰۸ء) کی شان میں پچیس اشعار پر مشتمل ایک طویل منقبت اس دیوان میں شامل ہے۔ اس کا مطلع اور مقطع ملاحظہ فرمایئے:

عشق کا عنوان ہیں مسعو د ملت واہ واہ
علم کی پہچان ہیں مسعود ملت واہ واہ
آج تاباںؔ جتنے ہیں حلقہ بگوش رضویّت
آپ پر قربان ہیں مسعود ملت واہ واہ

(منقبت: ۱۵)

نباض قوم علامہ ابو داؤد محمد صادق رضوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۳۶ھ / ۲۰۱۵ء) (امیر جماعت رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ) کی شان میں پندرہ اشعار میں ایک منقبت اس دیوان میں شامل ہے۔ اس کا مطلع اور مقطع دیکھتے جائیں:

شہ والہ خرقہ پوشان صادق
کہ در سینہ دارد او جوشان صادق

نذر کردوں تاباں دل و جان اپنی
جو دیکھوں میں روئے محبان صادق

(منقبت: ۶)

علامہ شاہ تراب الحق قادری مد ظلہٗ کے حوالے سے بائیس اشعار میں ایک منقبت اس دیوان میں شامل ہے۔ اس کا مطلع اور مقطع ملاحظہ فرمایئے:

حق گو ہیں حق پسند ہیں حضرت تراب حق
اک مردِ مومن ہیں بے گمان حضرت تراب حق
یکتائے روز گار کو تاباؔں مرا سلام
وہ نازش خطاب ہیں حضرت تراب حق

(منقبت: ۲)

حضرت تاباؔں قادری مد ظلہٗ نے دس اشعار پر مشتمل ایک منقبت تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان الازھری قادری مد ظلہٗ کی نذر کی ہے۔ جو اس دیوان میں شامل ہے۔ اس کا مطلع اور مقطع ایک نظر دیکھتے جائیں:

صورت حامد رضا میں سیرت احمد رضا
آئینہ در آئینہ ہیں حضرت اختر رضا
آج تاباؔں اوج پر بزم رضا میں آپ ہیں
یہ بھی ہے فیضِ کمالِ نسبت اختر رضا

(منقبت: ۸)

سفیر رضا علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۳ء) کی شان میں ۱۴ اشعار پر مشتمل ایک منقبت اس مجموعہ کلام میں شامل ہے۔ اس کا مطلع اور مقطع ملاحظہ فرمایئے:

نکہت جاں بخش ہے مکتوب والا آپ کا
عارفانِ حق کو ہے مشکیں قبالہ آپ کا
شعر تاباںؔ ہے کہ یک سر مدح احسان جناب
جو بھی سنتا ہے ہوا شیدا و والہ آپ کا

(منقبت:۱۵)

ان کے علاوہ مولانا حامد حسن قادری اور جگر مراد آبادی کی شان میں دو قطعات بھی اس مجموعہ کی زینت ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت تاباںؔ قادری نے اپنے بھائی سید ریاست رسول قادری اور دیگر علمی و ادبی احباب کی خدمات کو بھی بنظر تحسین دیکھا ہے۔ ان کے بارے میں مناقب، قطعات، نظمیں اور سہرے بھی لکھے ہیں۔ جو ''فروغ صبحِ تاباںؔ'' کا حصہ ہیں۔ ''فروغ صبحِ تاباں'' کے موضوعات اور مضامین کے بعد اب اس کے شعری محاسن پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔

فروغ صبحِ تاباںؔ کے شعری محاسن:

''فروغ صبحِ تاباںؔ'' میں جہاں بلند پایہ موضوعات کو احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ وہاں اس کے شعری محاسن بھی اوج ثریا پر نظر آتے ہیں یہاں تمام شعری محاسن کا احاطہ تو نہیں کیا جاسکتا البتہ چند عنوانات کے تحت اس کے شعری محاسن سامنے لائے جاتے ہیں۔

صنعتِ اقتباس:

شعر میں قرآن مجید کی آیت یا حدیث کی عبارت کا ٹکڑا لیا گیا ہو تو وہ'' صنعت اقتباس'' ہے۔ حضرت تاباںؔ قادری مدظلہٗ کے ''فروغ صبحِ تاباںؔ'' میں صنعتِ اقتباس کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ یہاں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

آیہ "جاؤک" پڑھ کر سبز گنبد دیکھ کر
جان دے دیں ان کے در پر سبز گنبد دیکھ کر
(نعت: ا شعر: مطلع)

اے تاجدارِ کشورِ "ماکاَن وما یکونَ"
امت کو پھر وہ عظمت رفتہ عطا کرے
(نعت: ۴ شعر: ۳)

یُحْبِبْکُمُ اللہ کا مژدہ اسے ہے جو
کرتا ہے صدق دل سے اطاعت رسول کی
(نعت: ۷ شعر: ۱۵)

تِلْکَ الرُّسُلُ کا راز یہ معراج میں کھلا
نبّیوں کی اقتدا تھی امامت رسول کی
(نعت: ۷ شعر: ۲۳)

صَلّو ا علی النَّبی میں ہر غم کا ہے علاج
کثرت سے یہ عمل ہمیں دہرانا چاہیے
(نعت: ۸ شعر: ۱۴)

آیا ہے "فَاتَّبِعُونِ" قرآن پاک میں ہے
یہ ہی صراط حق ہمیں اپنانا چاہیے
(نعت:۸ شعر: ۱۹)

گستاخی رسول کا مجرم بروز حشر
"خذوُہُ فَا عْتِلُوہُ" کے حکم پر دھنستا چلا گیا

تعمیلِ "وَرَفَعْنَا" میں ہر دور کا مومن
میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا مناتا چلا گیا
(نعت: ۱۰اشعر: ۸،۲۲)

فقط ان کی محبت ہی رہِ ایمان کامل ہے
یہی "اَلْحَمد" سے ظاہر یہی "والنَّاس" کا حاصل
(نعت:۱۲، شعر:۴)

ولیوں کو "لا تَحزَنُوا" کا ہے مژدہ
صحابہ ہوئے نجم دور و زمانہ
(نعت: ۱۳، شعر:۲۰)

صنعتِ تلمیح:

شعر میں قرآن و حدیث کے کسی واقعہ کی طرف اشارہ یا کسی قصے یا مشہور شعر کی طرف اشارہ ہو تو وہ "صنعتِ تلمیح" ہے۔ "فروغ صبحِ تاباں" میں ایسے کئی اشعار ہیں جن کا تعلق صنعت تلمیح سے ہے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

قرآن کا ہے یہ فتویٰ شہید زندہ ہیں
تمہیں شعور نہیں ہیں یہ زندوں میں
(حمد باری تعالیٰ: شعر: ۴)

مہک اٹھیں گلیاں جدھر سے وہ گذرے
پسینہ کی مشکیں مشام اللہ اللہ
(نعت: ۲، شعر: ۱۰)

تری راہ گذر کی قسم کھائے قرآں
تری خاک پا کا مقام اللہ اللہ
(نعت:۲، شعر ۳)

سورج الٹے پاؤں لوٹے چاند بھی دو نیم ہو
بر اشارے ازکمان بر خم ابروئے دوست

(نعت:۹،شعر۱۰)

مختار کائنات کی انگلی جو اٹھ گئی
سورج غروب ہو کے بھی اٹھتا چلا گیا

(نعت:۱۰،شعر۶)

ہوش سے موسیٰ گئے اور طور جل کر راکھ تھا
کون لا سکتا ہے تاب جلوہ خوش روئے دوست

(نعت:۱۴،شعر:مطلع)

پڑھتے نماز عشق ہیں تیغوں کے سائے میں
اس رسمِ عاشقی کی ہیں رفعت تراب حق

(منقبت:۲،شعر۱۶)

افواج بزیدی ہوئی خاکستر و خائب
وہ تیغ شربار ہیں حسنین کریمین

(منقبت:۳،شعر۶)

سر ضیاء الدین بولے بعد حل مشکلات
علم وہبی کی شہادت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

(منقبت:۱۳،شعر۲۱)

سنگریزوں کو بخشی جس نے حیات
مصطفےٰ جان جاں کی بات کرو

(نعتیہ قطعہ:۱،شعر۲)

حدیث مقدس میں قرن الشیاطیں
ہے ان کی ہی جانب یہ واضح اشارہ
(نظم:۲۹،شعر ۱۱)

بوئے یوسف سے نگاہوں نے جلا پائی ہے
آنکھیں روشن ہوئیں یعقوب کی گوہر سہرا
(سہرا:۷،شعر ۹)

صنعت مراعاۃ النظیر:

شعر میں ایسی کئی چیزوں کا ذکر ہو جن میں باہم مناسبت ہو تو اسے صنعت مراعاۃ النظیر کہا جاتا ہے۔ ''فروغِ صبحِ تاباں''میں اس صنعت کی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

ہے وقت نزع آیئے آقائے دو جہاں!
اب آپ کے مریض کی منزل سفر کی ہے
(نعت:۳،شعر ۹)

سنتے ہیں،دیکھتے ہیں اور آتے مدد کو ہیں
مظلوم جب بھی کوئی تڑپ کر ندا کرے
(نعت:۴،شعر ۹)

جسے دیکھنی ہو جنت مرے ساتھ آئے طیبہ
کہ ہے جنتوں کی جنت اسی گوشۂ وفا میں
(نعت:۵،شعر ۶)

ان کی زلف عنبریں سے مشک بار عالم تمام
گلشن کن میں ہے نکہت آفریں گیسوئے دوست
(نعت:۹،شعر ۵)

ذرا اے ساقی کل اپنی نظروں سے پلانا تو
رہے گی کس کو ساغر کی تمنا ہم بھی دیکھیں گے

(نعت:۱۵،شعر۳)

ربیع النور ہے، آرائش گیتی کے ساماں ہیں
چمن کے پھول، پتوں کا سنورنا ہم بھی دیکھیں گے

(نعت:۱۵،شعر۷)

مشک بو باغ رضا میں سرو ولالہ آپ کا
دائرہ نعمان میں ہے نام بالا آپ کا

(منقبت:۱۵،شعر۳)

ترے میکدے میں ساقی یہ صدائے ہاؤ ہو کیوں
نہیں جن کا ظرف ایسا انھیں کیوں یہ مے ہی دی ہے

(غزل:۷،شعر۵)

صنعت تلمیع:

شعر کا ایک مصرع اردو دوسرا عربی یا فارسی میں ہو تو یہ صنعت تلمیع کہلائے گی۔ ’’فروغ صبح تاباں‘‘ سے اس صنعت کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

آتش عشق حقیقی جان کی اکسیر ہے
آں انعام خسروانہ درد و نقد روئے دوست

(نعت:۹،شعر:۷)

صلوٰۃ سلام علیك الرسول
رہے وِرد میرا یہ روز و شبانہ

(نعت:۱۳،شعر۱۰)

دعا ہے یہ تاباں کی مولیٰ سے ہر دم
خدا ایں بچہ را خوش احوال کردند

(نظم:۱، مقطع)

صنعت تضاد:

شعر میں باہم متضاد الفاظ ''صنعت تضاد'' کے زمرے میں آتے ہیں۔اس صنعت کی چند مثالیں دیکھئے:

وہ رب ہے مالک و مختار ہے سب کا
ہیں ''نیک و بد'' سبھی مخلوق اس کے بندوں میں

(حمد باری تعالیٰ، شعر:۲)

ے احوال ''نیک وبد'' سے ہمارے ہے آگہی
ے آتے ہیں سر سے چل کے یہاں ''شاہ اور گدا''
''یہ بارگاہ مالک ہر خشک وتر کی ہے''

(نعت:۳، شعر:۳)

مختار کل ہیں ان کو خبر بحر وبر کی ہے

(نعت:۳، شعر:۵)

ان کا خیال ان کا تصور ہو روز و شب
اپنی یہ زندگی یوں ہی گذرے خدا کرے

(نعت:۴، شعر:۵)

جن و بشر کو دعوت حی علی الفلاح
اللہ کی برہان ہے سطوت رسول کی

(نعت:۷، شعر۱۶)

صنعت مقلوب مجنح:

جس حرف سے شعر شروع ہو اور اسی حرف پر ختم ہو تو اسے مقلوب مجنح کہتے ہیں۔ ''فروغ صبح تاباں'' میں اس صنعت کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

ابلیس جتنی چاہے کرے دشمنی مگر
ذکر نبی کا شوق کہ بڑھتا چلا گیا

(نعت:۱۰، شعر ۲۰)

اللہ رے وہ جسم معطر کی خوشبوئیں!
جس راستے سے گذرے مہکتا چلا گیا

(نعت:۱۰، شعر ۲۳)

نشان عظمت مومن ،فروغ دین حسین
عتاب بر سر باطل معین دین حسین

(منقبت:۱۴، مطلع)

اک عرض تمنا کا خطا وار ہوں آقا
ہے جرم اگر یہ تو سزا وار ہوں آقا

(قطعہ:۱۲، مطلع)

تاباں کے دل سے نکلی یک دم دعاء اجمل
یا رب ہو زیست میری عکسِ جمال سیرت

(قطعہ:۱۹، مقطع)

صنعت معاد:

شعر کے پہلے مصرع کے آخری حرف سے دوسرے مصرع کی ابتداء کی جائے تو اسے صنعت معاد کا نام دیا جاتا ہے۔ حضرت تاباں قادری مدظلہ کے مجموعہ کلام میں اس صنعت کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ چند پر ایک نظر ڈالتے جایئے:

آفت میں پھنس گئے ہیں منافق بروز حشر
رکھتے نہ کاش دل میں عداوت رسول کی
(نعت:۷، شعر ۲۵)

کہیں آئینہ ہستی، کہیں اک جلوہ انور
رخ روشن کو کیا کہیے کہ کیا کیا ہم بھی دیکھیں گے
(نعت:۱۵، شعر ۶)

وہ مکرم ہو گیا جو ان کی صحبت میں رہا
اک عظیم انسان ہیں مسعود ملت واہ واہ
(منقبت:۱۰، شعر ۹)

اک صاحب ایمان ہے وہ صاحب تدبیر
رزم حق و باطل ہو تو وہ صاحب شمشیر
(قطعہ:۱۱، مطلع)

یہیں بجلیاں گری ہیں، یہیں میرا آشیاں تھا
اسی خاک میں یہیں پر بہا میرے خوں کا دھارا
(غزل:۳، شعر ۱۰)

تیرے مشتاق تو پا جاتے ہیں عرفانِ حیات
تیری دزدیدہ نگاہی کو سہارا کر کے
(غزل:۵، شعر ۹)

اُن کا وہ حسنِ باکمال جس سے قمر ہو شرمسار
رخ سے اٹھا دیں گر نقاب آگ لگے تمام ابھی

(غزل:۱۲، شعر ۲)

صنعت قطوب مستوی:

شعر میں ایسا لفظ لانا جسے الٹا کر کے بھی پڑھا جائے تو پھر بھی وہ سیدھی طرح ہی رہتا ہے اسے صنعت قطوب مستوی کہتے ہیں۔ ''فروغ صبح تاباں'' سے اس صنعت کی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

ایک لفظ ''ادا'' ہے اسے الٹا کر کے بھی پڑھا جائے تو بھی ''ادا'' ہی پڑھا جائے گا۔ اب اس لفظ کا استعمال مختلف اشعار میں ملاحظہ فرمایئے:

اس کی جبیں ہے رشکِ مہ ومہر بے شبہ
سجدے جو خاک طیبہ پہ ہمدم ''ادا'' کرے

(نعت:۴، شعر:۸)

آپ کی ہر اک ''ادا'' میں بوئے خوئے مصطفیٰ (ﷺ)
اسوہ حسنہ کی صورت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

(منقبت:۱۲، شعر ۹)

دیکھتے ہیں شیخ کو اس بزم میں رندانہ ہم
پھر ''ادا'' کرنے لگے ہیں سجدہ شکرانہ ہم

(غزل:۱، مطلع)

تری اک نظر نے کیا عطا مری زندگی کو نشاطِ جاں
تری ہر ''ادا'' میں ہے بانکپن، تری ہر نگہ میں جمال ہے

(غزل:۲، شعر:۲)

ایک لفظ "باب" ہے اسے الٹا پڑھیں تو بھی "باب" ہی رہے گا۔اس کی دو مثالیں دیکھئے:

ہر معاملے میں کرتے ہیں یہ فتح "باب" حق
ہیں منبع دانائی و حکمت ترابِ حق

(منقبت:۲،شعر:۱۹)

فتنوں کا سدِّ "باب" جو چاہو تو مومنو!
سنت رسول پاک کی اپنانا چاہیے

(نعت:۸،شعر:۲۰)

لفظ "درد" کو بھی الٹا کر کے پڑھیں تو "درد" ہی رہے گا۔اس کی تین مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

صلوٰۃ سلام علیك الرسول
رہے "درد" میرا یہ روز و شبانہ

(نعت:۱۳،شعر۱۰)

"درد"سوز نہاں کی بات کرو
سجدہ ریزی جاں کی بات کرو

(نعتیہ قطع:۱،مطلع)

خلوص اور ایثار "درد" اور الفت
اس اک دل میں دنیا کے غم آگئے ہیں

(غزل:۱۶،شعر۱۰)

لفظ "دید" الٹا پڑھیں تو بھی "دید" ہی پڑھا جائے گا۔اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمایئے:

ترے مہرِ رخ کی تجلیاں مجھے تابِ ''دید'' ہے اب کہاں!

نہ وہ روشنی ہے نگاہ میں نہ وہ حسنِ کیفِ جمال ہے

(غزل:۲، شعر:۴)

ایک لفظ ''لعل'' ہے اسے بھی الٹا پڑھیں تو ''لعل'' ہی پڑھا جائے گا۔ اس کی دو مثالیں دیکھئے:

راندۂ نعلین اقدس سنگریزوں کے نصیب

بن گئے وہ ''لعل'' و گوہر سبز گنبد دیکھ کر

(نعت:۱، شعرت ۵)

مبارک ہیں وہ آنکھیں جو کسی کی یاد میں تر ہوں

ہزاروں ''لعل'' و گوہر ہیں نثار اک چشم گریاں پر

(غزل:۱۱، شعر ۹)

صنعت مقلوب کل:

شعر میں ایسے الفاظ لائے جائیں کہ اگر ان کو بالترتیب الٹا دیں تو دوسرا بامعنی لفظ بن جائے۔ اسے '' صنعت مقلوب کل'' کا نام دیا جاتا ہے۔ ''فروغ صبح تاباں'' سے اس صنعت کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

عشاق کو بس آرزو روضے کے در کی ہے

تسبیح ان کے نام کی شام و سحر کی ہے

(نعت:۳، شعر ۲)

اس شعر میں لفظ ''بس'' کو الٹا دینے سے ''سب'' بنتا ہے، ''در'' کو الٹا دیں تو لفظ ''ردّ'' بنتا ہے اور ''نام'' کو الٹا دیں تو لفظ ''مان'' بن جاتا ہے۔

آتے ہیں سر سے چل کے یہاں شاہ اور گدا
"یہ بارگا مالکِ ہر خشک و تر کی ہے"
(نعت:۳، شعر:۳)

اس شعر میں لفظ "سر" کو الٹا دیں تو لفظ "رس" بن جاتا ہے۔

فرش زمیں سے عرش بریں تک ہے غلغلہ
ہے کس قدر بسیط ریاست رسول کی
(نعت:۷، شعر ۲)

اس شعر میں لفظ "عرش" الٹا دینے سے لفظ "شرع" اور "فرش" الٹا دینے سے لفظ "شرف" بن جاتا ہے۔

دل کو خیالِ پیکر جانا نہ چاہیے
سر کو بھی آستانۂ جانا نہ چاہیے
(نعت:۸، مطلع)

اس شعر میں لفظ "جانا" کو الٹا دیں تو لفظ "اناج" اور لفظ "سر" کو الٹا دیں تو لفظ "رس" بنتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں عید آئی ہے
ہم بھی سنتے ہیں عید آئی ہے
(قطعہ:۵، مطلع)

اس شعر میں لفظ "لوگ" کو الٹا دیں تو لفظ "گول" بن جاتا ہے۔

صبح رنگینی بہار کی بات
اُن کے گیسوئے تابدار کی بات
(غزل:۸، مطلع)

اس شعر میں لفظ "بات" الٹادیں تو لفظ "تاب" سامنے آجاتا ہے۔

صنعت تجاہل عارفانہ:

کسی چیز کے بارے میں علم ہونے کے باوجود اپنی بے خبری شعر میں ظاہر کی جائے تو اسے "تجاہل عارفانہ" کہتے ہیں۔اس کی ایک مثال دیکھئے:

گلشن میں آج دھوم یہ کس دیدہ ور کی ہے
اندھے دلوں میں روشنی یہ کس قمر کی ہے

(نعت:۳، مطلع)

صنعت اشتقاق تکرار:

شعر میں ایک ہی قسم کے الفاظ کی تکرار "صنعت اشتقاق تکرار" کہلاتی ہے۔"فروغ صبح تاباں" سے اس صنعت کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

محشر میں جب رضا نے سلامِ رضا پڑھا
مجمع بھی "جھوم جھوم" کے پڑھتا چلا گیا

(نعت:۱۰، قطع بند)

تری فتنہ خیزیوں سے ہے بپا جو دل میں محشر
مری جان پر بنی ہے، مرا دل ہے "پارا پارا"

(غزل:۳، شعر ۴)

باغ سنور گیا مگر پھول "اداس اداس" ہیں
چاہیے لالہ زار کو خون جگر کے جام ابھی

(غزل:۱۲، شعر ۳)

ہوش میں آؤ میکشو! جام "سنبھل سنبھل" کے لو
اک لمحہ پیشتر کئی ٹوٹے ہیں یاں پہ جام ابھی

(غزل:۱۲، شعر؛۶)

صنعت سیاق الاعداد:

شعر میں مختلف اعداد کا استعمال "صنعت سیاق الاعداد" ہے پیش نظر مجموعہ کلام سے اس صنعت کی بھی ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

اس صنم کے سوا نہیں بھاتی
ایک دو چار کیا ہزار کی بات

محاورات کا استعمال:

اکثر شعرائے کرام محاورات کا بر موقع استعمال کر کے اپنے کلام میں دل کشی پیدا کرتے ہیں۔ حضرت تاباں قادری مد ظلہ کے کلام میں بھی محاورات جابجا نظر آتے ہیں ملاحظہ فرمایئے:

شمار آنا:

میں حمد کیسے لکھوں رب کی اپنے لفظوں میں
شمار آسکے جس کی عطا نہ ہندسوں میں

(حمد باری تعالیٰ: مطلع)

اوج پر پہنچنا:

"موت آئے کلمہ پڑھ کر، سبز گنبد دیکھ کر"
اوج پر پہنچے مقدر سبز گنبد دیکھ کر

سر سے چلنا:

آتے ہیں سر سے چل کے یہاں شاہ اور گدا
"یہ بارگاہ مالکِ ہر خشک و تر کی ہے"

(نعت: ۲، شعر ۳)

خاک ملنا:

سجدے میں جائے ،خاک ملے،جان دے دے پھر
پہنچے جو در پہ آپ کے تاباںؔ خدا کرے

(نعت:۴، مقطع)

بارِ امانت اٹھانا:

دونوں جہاں کا بارِ امانت اٹھا لیا
بے مثل ہے شجاعت و طاقت رسول کی

(نعت:۷، شعر ۱۸)

مہتاب بننا:

سب اپنے اپنے دور کے مہتاب بن گئے
پائی ہے جس نے جتنی رفاقت رسول کی

(نعت:۷، شعر ۲۱)

رخ پھرنا:

رخ جس طرف پھرا ہے اجالا ہی کر گیا
خوش تر زِ مہر و ماہ ہے صورت رسول کی

(نعت:۷، شعر:۲۱)

آفت میں پھنسنا:

آفت میں پھنس گئے ہیں منافق بروز حشر
رکھتے نہ کاش دل میں عداوت رسول کی

(نعت:۷، شعر:۲۵)

بھٹکتے پھرنا:

ساری حیات یوں ہی بھٹکتے پھرو گے تم
آقا کے در کو چھوڑ کے جانا نہ چاہیے

(نعت:۸، شعر:۳)

سد باب چاھنا:

فتنوں کا سد باب جو چاہو تو مومنو!
سنت رسول پاک کی اپنانا چاہیے

(نعت:۸، شعر۲۰)

اُلٹے پاؤں لوٹنا:

سورج الٹے پاؤں لوٹے، چاند بھی دو نیم ہو
بر اشارے از کمانِ بر خمِ ابروئے دوست

(نعت:۹، شعر۱۰)

سر کے بل چلنا:

حرم کی زمیں پر قدم سے نہ چلنا
چلو سر کے بل تم رہِ عاشقانہ

(نعت:۱۳، شعر۱۶)

بھرم رکھنا:

سرِ حشر رکھنا بھرم اس کا آقا
کہ تاباں ہے تیرا سگِ آستانہ

(نعت:۱۳، مقطع)

نظارا دیکھنا:

نہ کر بیٹھے یہ دیوانے جو سجدہ ہم بھی دیکھیں گے
وہ آئیں تو سرِ محفل نظارا ہم بھی دیکھیں گے

(نعت:۱۵، شعر:۲)

گرفتارِ بلا ہونا:

ہم گرفتارِ بلا ہیں آج پھر اس دور میں
آپ کی ہے پھر ضرورت حضرتِ احمد رضا

(منقبت:۱، شعر،۱۱)

آہنی دیوار ہونا:

باطل کے مقابل ہیں وہ با عزمِ شجاعت
اک آہنی دیوار ہیں حسنینِ کریمین

(منقبت:۳، شعر۷)

قدموں کی خاک بننا:

کس کے قدموں کی خاک بن کر
کائناتِ جمال میں گم ہیں

(غزل:۴، شعر:۳)

بَہِک جانا:

تری اک نظر سے بہک جانے والے
محبت میں ثابت قدم آگئے ہیں

(غزل:۱۶، شعر:۴)

نظریں ملنا:

وہ ملے، نظریں ملیں، ساغر ملا
"آج بسم اللہِ الفت ہو گئی"

(غزل:۲۰، شعر:۳)

نظریں چرانا:

آپ کا مسکرانا بڑی بات ہے
ہم سے نظریں چرانا بڑی بات ہے

(غزل:۲۶، مطلع)

صنعت ترصیع:

شعر میں دونوں مصرعے ہم وزن اور تمام الفاظ ہم قافیہ ہوں تو اسے "صنعت ترصیع" کا نام دیا جاتا ہے۔ "فروغِ صبح تاباں" سے اس کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

ترا صحیفۂ اکمل اتم ہے راہِ ھدیٰ
ترا طریقۂ اجمل انعم ہے راہ وفا

(تضمین نعت، شعر:۷)

اَماں بنے گے محبان چار یار کی قبر
مکاں بنے گی محبانِ چار یار کی قبر

(تضمین نعت، شعر:۹)

ھجو:

شعر میں کسی کی مذمت "ہجو" کے زمرے میں آتی ہے۔ نعتیہ شاعری میں سرکار دوعالم نور مجسم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنان کی ہجو کرنا

شاعرِ دربار رسالت مآب حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے چلی آرہی ہے۔ آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نعت گو شعراء کرام نے بھی ہر دور میں اور ہر زبان میں گستاخوں کی خوب خوب خبر لی ہے۔ بھلا حضرت تاباں قادری مدظلہ اس سعادت سے محروم کیسے رہ سکتے ہیں۔ آپ کے کلام میں بھی "ہجو" کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ چند ملاحظہ فرمائیے:

دنیا میں وہ لعین ہے، عقبیٰ میں بھی لعین
رکھتا ہے جو بھی دل میں عداوت رسول کی

(نعت:۷، شعر۲۰)

گستاخ ہے جو سید عالم کا، کوئی ہو
مومن کو اس سے ملنا ملانا نہ چاہیے

(نعت:۸، شعر:۷)

نبی کی عزت و عظمت کا منکر جو ہوا، واللہ
اسے دونوں جہاں بس خسارا ہی ہوا حاصل

(نعت:۱۲، شعر۹)

جو گستاخ و باغی ہیں آقائے کل کے
ملے اب نہ ان کو کہیں بھی ٹھکانہ

(نعت:۱۳، شعر:۱۳)

شاعرانہ تعلّی کا اظہار:

شاعری میں شاعرانہ تعلی کی روایت ہر دور میں رہی ہے۔ حقیقت پسندانہ تعلی میں کوئی شرعی قباحت نہیں بلکہ اسے تحدیثِ نعمت ہی سے تعبیر کیا جائے گا۔ حضرت

تاباں قادری مدظلہ کے مجموعہ کلام میں بھی شاعرانہ تعلی پر مبنی اشعار موجود ہیں۔ یہاں ایسے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

عشق نبی کے نور سے تاباں ہے ذوق نعت
بزم سخن میں دھوم رضا تاجور کی ہے

(نعت:۳، مقطع)

آج تاباںؔ ہیں منور جن کے عکس نور سے
عین ذات حق کا وہ آئینہ خانہ آپ ہیں

(منقبت:۷، مقطع)

آج تاباںؔ اوج پر بزم رضا میں آپ ہیں
یہ بھی ہے فیضِ کمالِ نسبتِ اختر رضا

(منقبت:۸، مقطع)

بزم میں تاباںؔ نے یوں چھیڑی غزل کہ ان کا نام
اہل محفل کی زباں پر بار بار آہی گیا

(غزل:۱۵، مقطع)

الحاصل ”فروغ صبح تاباں“ شعر و ادب کا ایک ایسا گلستان ہے جس میں رنگارنگ پھول کھلے ہوئے ہیں۔ ان کی خوش بو سے دل و دماغ معطر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ نظر انتخاب پریشان ہے، کس پھول کو لیا جائے، کس کو چھوڑا جائے۔ یہ مجموعہ کلام صوری اور معنوی لحاظ سے بے مثال ہے افراط و تفریط اور مبالغہ سے پاک ہے۔ اس میں خوب صورت تراکیب، اصطلاحات، استعارات اور تشبیہات کی کمی نہیں۔ چونکہ آپ نے ”حدائق بخشش“ کے سائے میں اپنی عمر گزاری ہے۔ اسی لیے آپ کے کلام میں

"یثرب" جیسے الفاظ اور موضوع روایات سے اجتناب کیا گیا ہے۔ دنیائے شعر و ادب میں یہ مجموعہ کلام یقیناً ایک گراں قدر اضافہ تصور کیا جائے گا اور ارباب علم و دانش اس پر اپنی آراء کا بھرپور اظہار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل حضرت مولانا صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی کے علم و عمل اور عمر میں مزید برکات عطا فرمائے اور انھیں سلامت باکرامت رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔

گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر العباد

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

ادارہ فروغ افکار رضا برھان شریف ضلع اٹک پنجاب

اختتام: رات ۱۰:۳۰ بجے

۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ / ۹ نومبر ۲۰۱۵ء بروز پیر

Email: sabirbukhari50@gmail.com

”فروغِ صبح تاباؔں“ کی تجلیات

ڈاکٹر مشاہد رضوی (مالیگاؤں، انڈیا)

حضرت سید وجاہت رسول قادری المتخلص بہ ”تاباں“ ۔۔۔؛ دنیاے سنیت کی معروف علمی شخصیت کا نام ہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی سے منسلک رہتے ہوئے آپ نے مذہبیات بالخصوص رضویات کے حوالے سے جو کارہاے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے لحاظ سے شہرت کے حامل ایک خالص مذہبی گھرانے میں آنکھ کھولنے والے سید وجاہت رسول تاباؔں قادری کے دل میں اپنے خاندانی بزرگوں کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے افکار و نظریات نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جذبہ موجزن کیا جس نے آپ کی فکر و نظر مخلصانہ عقیدت و محبت کا پیکر بنا دیا۔ جس کا اظہار آپ کی شعری و نثری کاوشات میں جابہ جا دکھائی دیتا ہے۔

تاباؔں قادری صاحب کا خوب صورت شعری مجموعہ ”فروغِ صبحِ تاباں“ اس وقت میرے پیشِ نظر ہے۔ اِس میں حمد و مناجات، نعت، تضمینِ نعت و مناقب، متفرق قطعات، غزلیات، سہرے اور نظمیات کے حسین و جمیل گل بوٹے کھلے ہوئے ہیں۔ اس مجموعے کا گوشۂ نعت و منقبت ذاتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت اور آقاے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا ایک حسین گل دستہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ممدوحین کے تئیں شاعر کی محتاط محبت کا اظہار یہ بھی ہے۔ قطعات اور غزلیات کے گوشے میں تاباؔں قادری صاحب نے عصری حسیت کے ساتھ ساتھ اپنے جذبات و محسوسات، عشقِ حقیقی و مجازی اور وارداتِ قلبی کا بیان کیا ہے علاوہ ازیں سہرے کے پھولوں کی خوشبو سے یہ مجموعہ مہک رہا ہے جب کہ اخیر میں نظمیات کا گوشہ تاباؔں صاحب کے ایک اچھوتے رنگ کو نمایاں کرتا دکھائی دیتا ہے۔

"فروغِ صبحِ تاباں" کے ایک ایک شعر سے شاعر کا والہانہ خلوص، فداکارانہ عقیدت، شریعتِ مطہرہ کا التزام، الفاظ کا مناسب رکھ رکھاو اور شعریت کے حُسن کی جھلکیاں صاف طور پر نماں نظر آتی ہیں۔ تاباؔں صاحب نے اپنی شاعری کو جن لفظیات سے سجانے کی کوشش کی ہے، اُس میں دل کشی بھی ہے اور تازگی و طرفگی بھی۔ تاباؔں صاحب نے لسانی تعملات سے جن تراکیب کو طلوع کیا ہے اُن میں پیکریت اور امیجری بھی دکھائی دیتی ہے۔ "فروغِ صبحِ تاباں" سے چند تراکیبِ لفظی ملاحظہ کریں تاکہ شاعر کی زباں دانی کا ایک ہلکا سا اشاریہ سامنے آجائے:

"ذوقِ مدحتِ آقا / راندۂ نعلینِ اقدس / گیسوے مشکیں / کمالِ خُلقِ حسنہ / خیالِ پیکرِ جاناناں / ضبطِ شوق / انعامِ خسروانہ / نفحۂ گیسوے عنبر / حصنِ حصینِ دین / یدُ اللہِ کمالِ لطف / علاجِ زخمِ خنداں / جرعۂ داروے دوست / آرائشِ گیتی / صحیفۂ اکمل / طریقۂ اجمل / تیغِ شر بار / سِرّ شۂ اخیار / صیقلِ برّان / محورِ حُسنِ عقیدت / نکہتِ جاں بخش / رشتۂ آئینِ حق / سجدہ ریزیِّ جاں / طلسمِ نقشِ خیال / حُسنِ کیفِ جمال / پرتَوِ حُسنِ ازل / جستجوے حُسن / ذوقِ زخمِ خنداں / رہ روی راہِ الفت الاماں / صفاے قلبِ شبنم / نویدِ شادمانی / نوا سنجِ حکمت / صد مژدۂ گل زار / خوش خصائل / طلوعِ خاورِ احمر / مبتلاے فریبِ خیال۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔

نعت گوئی کا فن کوئی معمولی حیثیت کا حامل نہیں کہ ہر کس و ناکس اسے ریاضت کر کے سیکھ لے، یہ سعادت انھیں خوش بخت افراد کے نصیبے میں آتی ہے جن پر فضلِ الٰہی اور فیضانِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانی چادر سایہ کناں ہوتی ہے۔ اردو نعت گوئی کی تاریخ میں کفایت علی کاؔفی، محسنؔ کاکوروی، امام احمد رضا بریلوی، حسن رضا بریلوی، نوریؔ بریلوی وغیر ہم نے جو دل کش اور دل نشین نقوش ابھارے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ علاوہ ازیں نعت گوئی کے فن کو وسعت دینے والے حضرات کی فہرست بڑی طویل ہے۔ جن میں "فروغِ صبحِ تاباں" کے مصنف حضرت

سید وجاہت رسول تاباؔں قادری بھی شامل ہیں۔ موصوف نے صنفِ نعت میں کافی اچھے اور خوب صورت اشعار زیب قرطاس کیے ہیں۔

"فروغِ صبحِ تاباں" کا بابِ سخن روایت کے مطابق حمدِ باریِ تعالیٰ سے آغاز ہوتا ہے، حمد میں شاعر اللہ کریم جل جلالہٗ کی شمار و حصار میں نہ آنے والی خوبیوں اور تعریفوں کے بیان میں اپنے آپ کو عاجز سمجھتا ہے، اور اللہ عز و جل کی صفاتِ عالیہ کا خوب صورت شعری اظہار یوں کرتا ہے۔

میں حمد کیسے لکھوں رب کی اپنے لفظوں میں
شمار آسکے جس کی عطا نہ ہندسوں میں
وہ رب ہے مالک و مختار ہے سب کا
ہیں نیک و بند سبھی مخلوق اس کے بندوں میں

حمدِ باریِ تعالیٰ میں ربِ کائنات جل و عُلا کی تعریف و توصیف کے جلو میں دعا کی طرف قلم کو موڑتے ہوئے اخیر وقت نبیِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوۂ زیبا کے دیدار کی تمنا، مدینۂ امینہ میں موت کی خواہش اور نعتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق و ذوق کی طلب کا یہ محبت آمیز انداز اہل سنت و جماعت کی شہرۂ آفاق خوش عقیدگی کا حسین مظہر ہے۔

الٰہی تجھ سے دعا ہے کہ قربِ وقتِ نزع
ترے حبیب کا جلوہ ہو میری نظروں میں
گناہ گار ہوں لیکن یہ آرزو ہے کریم
مروں مدینے میں آقا کے پاک قدموں میں
وہ ذوقِ مدحتِ آقا عطا ہو تاباںؔ کو
کہ اُٹھے صبحِ قیامت یہ سُر خروؤں میں

حمد باریِ تعالیٰ کے بعد مناجات میں تاباںؔ قادری صاحب نے اللہ تعالیٰ سے اُس کی شانِ کریمی کا واسطہ دے کر اپنی خستہ حالی، اُس کی رحمتِ بے پایاں کے صدقے اپنے گناہوں کی معافی طلب کی ہے۔ مناجات کے ان شعروں کے بعد تاباںؔ صاحب کا اشہبِ قلم مدحتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رواں دواں ہوتا ہے۔ آپ نعت اور آدابِ نعت سے مکمل آگاہی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی نعتوں میں عقیدے و عقیدت کی وارفتگی کے باوصف محتاط انداز پایا جاتا ہے۔ آپ نے روح و قلب کی گہرائیوں سے ادب کے گہرے دریا کی شناوری کرتے ہوئے عظمتِ رسول (ﷺ) کا پاس و لحاظ اور عبد و معبود کا فرق ملحوظ رکھ کر ہوش و خرد کے ساتھ، اس گہرے دریا سے ایسے ایسے گوہر ہائے آب دار چُنے ہیں جو قرآن و سنت کے متقاضی ہیں۔ آپ کی زبان و قلم شائستہ، ذہن و فکر پاکیزہ، جذبہ و تخیل اعلیٰ اور افکار و رجحانات میں طہارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام کی زیریں رَو میں افراط و تفریط اور کذب آمیز مبالغہ آرائی کو کہیں بھی جگہ نہیں مل سکی۔

شہِ دوسرا کا مقام اللہ اللہ
خدائی ہے زیرِ نظام اللہ اللہ
وہ جمالِ حُسنِ ہستی کہ نظر نظر فروزاں
وہ کمالِ خُلقِ حسنہ کہ مثال انبیا میں
طاعت ہے حق تعالیٰ کی طاعت رسول (ﷺ) کی
لازم ہے ہر بشر پہ اطاعت رسول (ﷺ) کی
تلک الرسل کا راز یہ معراج میں کھلا
نبیوں کی اقتدا تھی امامت رسول (ﷺ) کی

حضرت سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری کی نعتوں میں پاکیزگی و طہارت ہے۔ عقیدۂ توحید، عرفانِ خداوندی، رسولِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رتبۂ بلند، حضور

ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیارات و تصرفات، عقیدے سے گہری وابستگی، تصوف و معرفت، فلسفہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود، شہر رسول (ﷺ) مدینۂ منورہ سے گہرا لگاو، زیارتِ مدینۂ منورہ کی شدید خواہش، فرقتِ مدینہ کا سوزِ دروں وغیرہ موضوعات شعری شان و شوکت سے جلوہ گر ہیں جو متاثر کن ہیں۔

فنا فی المصطفیٰ سے ہے فنا فی اللہ کا حاصل
ہے عشقِ مصطفی ہی سے بقا باللہ کا حاصل
یحببکم اللہ کا مژدہ اسے ہے جو
کرتا ہے صدقِ دل سے اطاعت رسول (ﷺ)
کون جانے یہ گھڑی بھی پھر ملے یا نہ ملے
رحمتوں سے جھولیاں بھر سبز گنبد دیکھ کر
جاں سے عزیز جس کو ہے ایمان و دیں اسے
سنگِ درِ حبیب سے اٹھنا نہ چاہیے
کہیں آئینۂ ہستی ، کہیں اِک جلوۂ انور
رُخِ روشن کو کیا کہیے کہ کیا کیا ہم بھی دیکھیں گے

جناب تاباںؔ قادری کی نعتوں میں عقیدے و عقیدت کے گہرے رچاؤ کے ساتھ شعریت کا حُسن بھی پنہاں ہے، مناقب اور قصائد میں بھی آپ نے اپنے ممدوحین کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے کہیں بھی احتیاط کا دامن اپنے ہاتھوں سے چھوٹنے نہیں دیا۔ آپ کی مرقومہ مناقب اور قصائد میں اپنے ممدوحین کے تئیں تاباںؔ صاحب کی محبت کا جو انداز دکھائی دیتا ہے وہ مخلصانہ رویوں کا حامل ہے۔ فرقِ مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے تاباںؔ صاحب نے مناقب و قصائد کو بھی محتاط وارفتگی کا آئینہ دار بنادیا ہے۔ امام حسنین کریمین رضی اللہ عنہم، امام اعظم ابو حنیفہ، سیدنا غوث اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، مفتی اعظم مولانا مصطفی رضا، حضرت مصلح الدین

رضوی، مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں، حضرت محمد عمر، مفتی سید غلام معین الدین نعیمی، پروفیسر مسعود احمد مجددی علیہم الرحمہ وغیرہ کی شان میں لکھی گئی مناقب اور حضرت سید شاہ تراب الحق قادری، علامہ اختر رضا ازہری وغیرہ کی شان میں لکھے گئے قصائد بھی بہت خوب ہیں۔ ''فروغِ صبحِ تاباں'' کے مرتب نے اس گوشے میں ممکنہ حد تک مناقب و قصائد کے بعد نوٹ لگا کر ممدوحین کی مختصر سوانح درج کر کے قارئین کے لیے آسانی پیدا فرمادی ہے۔ جو لائقِ تحسین ہے۔

''فروغِ صبحِ تاباں'' کا گوشۂ قطعات بھی خاصے کی چیز ہے اسی طرح ''غزلیات''، ''سہرے'' اور ''نظمیات'' کے گوشوں میں شامل منظومات تاباںؔ صاحب کی شعر گوئی میں مہارت تامہ پر دلالت کرتی ہیں۔ غزلیات میں آپ کے موے قلم سے نکلے ہوئے موضوعات آپ کے اپنے عہد سے باخبر ایک ایسے شاعر کو ظاہر کرتا ہے جس کی فکر میں خود آگہی، کائنات آگہی اور خدا آگہی کے آفاقی تصورات پنہاں ہیں۔ عشقِ حقیقی کے جلو میں عشقِ مجازی کا انداز، عصری حسیت کا شعری اظہار، تصوفانہ رنگ و آہنگ، وارداتِ قلبی اور جذبات و احساسات کی ترجمانی آپ کی غزلوں میں نمایاں نظر آتی ہے۔

تری بندگی، مری زندگی، مری زندگی، تری بندگی
مرے ہر نفَس میں ہے تو ہی تو، تو مرے عشق کا کمال ہے

بادہ نوشاں تو سب ہیں مستِ اَلست
شیخ بھی قیل و قال میں گم ہیں

دل نہیں ہے آرزوؤں کا ہے مدفن عشق میں
یا سراپا بن گئے ہیں ایک ماتم خانہ ہم

بزم میں آئے ہیں جب بھی وہ سنور کے شمع ساں
جان دینے کو کوئی پروانہ وار آ ہی گیا

آدمی کو ڈھونڈنے جاؤں کہاں
اب تو عنقا آدمیت ہوگئی

اِس وفا کے شہر کا تاباںؔ یہی دستور ہے
پیار کی کرتے ہیں باتیں ، پھر بدل جاتے ہیں لوگ

"فروغِ صبحِ تاباں" میں شامل جناب سید وجاہت رسول قادری تاباںؔ کی شعری ریاضتیں ہر اعتبار سے لائقِ تحسین ہیں۔ حضرت سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری کو ایسے خوب صورت شعری وفنی محاسن سے لبریز مجموعۂ کلام کی پیش کش پر صمیمِ قلب سے ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہوئے قلم روکتا ہوں۔ اللہ کریم اس مجموعے کو قبولِ عام عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہٖ النبیٔ الکریم

سخن ہائے گفتنی

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا

قارئین کرام میرا مجموعۂ کلام ''فروغِ صبح تاباں'' حاضر ہے۔ یہ مجموعۂ کلام پیش کرتے ہوئے اس حقیقت کا برملا اعتراف بھی کرتا ہوں کہ میں نے کبھی خود کو بلند پایہ شعراء کے زمرے میں شامل نہیں سمجھا نہ میں بلند پایہ شاعری کا مدعی ہوں۔ لیکن یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ شاعری ایک وھبی ملکہ ہے جو محض خالق ومالک عزّوجل کی عطا سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کی موزونیِ طبیعت خود اس کو شعر کہنے پر ابھارتی ہے اور وہ اپنی وارداتِ قلب کو ایسے موزوں اور مترنم الفاظ میں ڈھال کر پیش کرتا ہے کہ سننے والے کے دل پر فوراً اثر کرتا ہے اور وہ اس کے الفاظ کی ایک منظّم اور مترنّم ترتیبی پیشکش سے نہ یہ کہ صرف لطف اندوز ہوتا ہے بلکہ اس میں بیان کردہ مضامین اور معانی کی گہرائیوں سے محظوظ ہوتے ہوئے شاعر کو داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

مجھے غالؔب جیسے عظیم شاعر کا یہ مصرعہ پڑھ کر حیرت ہوئی جب وہ کہتا ہے:

کچھ شاعری ہی ذریعہ عزت نہیں مجھے

حالانکہ شاعری ہی غالؔب کے لیے وجہ شہرت اور وجہ عزت دونوں بنی۔ یہ ابتدائیہ شاعری پر کوئی مبسوط تحقیقی مقالہ نہیں۔ یہاں محض یہ بتانا مقصود ہے کہ شاعری جذبات کی عکاسی اور واردات قلبی کا نام ہے جس کو موزوں الفاظ میں وزن کی ہم آہنگی کے ساتھ بیان کیا گیا ہو اور شعر کی تاثیر یا اثر پذیری کے لیے جذبۂ سوزِ دروں اور گداز قلبی لازم ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض حضرات بڑے عالم وفاضل علم عروض اور شعر کی تقطیع سے بھی واقف ہوتے ہیں لیکن خود شعر نہیں کہہ سکتے اور اگر

کبھی کوشش بھی کرتے ہیں تو وہ "فاعلاتن فاعلاتن فاعلات" کی طرح سپاٹ اور پھسپھسے شعر ہوتے ہیں گویا ان کی شاعری بے روح جسم کی مانند ہوتی ہے، بے اثر بے کیف! خالق کائنات عزّوجل نے اس پوری کائنات کو ایک مکمل نظم وضبط، ہم آہنگی، موزونیت اور حُسن وجمال کی آئینہ بندیوں کے ساتھ خلق کیا ہے۔ اس کو محسوس کرنے کا تعلق افراد کے ذوقِ سلیم اور احساسِ لطیف سے ہے۔ کائنات کی جزوی یا کلّی موزونیت اور حسن وجمال کو موزوں الفاظ میں ڈھالنے کا نام شاعری ہے۔

شاعری کی تعریف میں اردو فارسی، عربی، انگریزی زبانوں اور دنیا کی دیگر زبانوں میں بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔ فی الوقت یہ میرا موضوع نہیں۔ لیکن معروف اُدبا و شعرا کی بیان کردہ شاعری کو مختصر تعریف بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔

علامہ شبلی کہتے ہیں:

"شاعری وہ فن ہے جس کی بدولت شاعر دوسروں کے جذبات اور احساسات کو برانگیختہ کر سکتا ہے۔"

مشہور انگریزی شاعر "میتھو آرنلڈ" نے شاعری کی تعریف کا ایک بہتر نظریہ پیش کیا۔ وہ کہتا ہے:

"شاعری زندگی کی تفسیر ہے اور اس تفسیر یا ترجمانی میں شعریت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس میں تخیل اور جذبات دونوں موجود ہوں"

معروف انگریزی شاعر شیلے نہایت مختصر الفاظ میں شاعری کی تعریف یوں بیان کرتا ہے: "شاعری تہذیب، آئین اور مختلف علوم وفنون کا سرچشمہ ہے"

شیلے کی اس بات میں بڑی صداقت ہے کہ ایک باکمال شاعر جب اپنے احساسات وجذبات اور واردات قلب کو موزوں کر کے شعری قالب میں ڈھالتا ہے تو وہ اپنے علم کی وسعت کے مطابق اپنی غزل اور قصیدہ میں ان تمام علوم کے کلیات جزئیات اور

اصطلاحات کو بھی بطور کنایہ، استعارہ تشبیہ اور مجازِ مرسل وغیرہ کے استعمال کرتا ہے۔ اس ضمن میں ماضی قریب وبعید کے بہت سے شعرا کی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن طوالت کے خوف سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ماضی قریب کے سب سے بڑے نعت گو شاعر، عظیم محقق ومصنف، محدث، فقیہ، مجدد اور ۵۵ سے زیادہ علوم جدیدہ وقدیمہ پر کامل دسترس رکھنے والے شاعر اور نعتیہ شاعری میں ''دبستانِ رضا'' کے بانی، ایک ہزار سے زیادہ کتب کے مصنف، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ مجموعۂ کلام ''حدائقِ بخشش'' کا حوالہ دیتا ہوں۔ آپ نے اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں نعتیہ غزلیں اور قصائد لکھے ہیں۔ ان میں ان کی ۵۵ علوم پر مہارتِ کاملہ کی جھلکیاں جابجا نظر آتی ہیں، جس کی داد وستائش اہلِ علم وفن دیتے رہتے ہیں۔ اور صبح قیامت تک دیتے رہیں گے۔ وجہِ تخلیق کائنات سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آپ نے چار قصائد لکھے ہیں:

(۱) قصیدۂ نوریہ۔ (۲) قصیدۂ معراجیہ۔ (۳) قصیدۂ درودیہ۔ (۴) قصیدۂ سلامیہ

ان چاروں قصائد میں آپ نے اپنے علوم کی جھلک دکھا کر اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کو آشکار کیا ہے۔ لیکن ایک (پانچواں) قصیدۂ ایسا بھی ہے جس میں پہلے شعر سے لے کر آخری شعر تک علم فلکیات کی اصطلاحات کو بطور مجازِ مرسل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت بیان کرنے میں استعمال کیا ہے۔ یہ قصیدۂ اسّی (۸۰) سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے، اس کے چند اشعار کی تشریح حضرت علامہ شمسؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے جو معارف رضا سالنامہ میں شائع ہو چکی ہے۔ صوفی مرزا اختیار حسین کیؔف اپنے مجموعہ کلام ''کیفیات'' میں شاعری کے اہم پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ: ''شعر کی بنیاد انسانی جذبات، احساسات اور کیفیات پر ہے۔ اسلام جو ایک آفاقی اور فطری دین ہے (بایں ہمہ آفاقیت) اعتدال پسندی اسلام کا مزاج ہے۔ ہر تقاضے پر خواہ وہ روحانی ہو یا مادّی اسلام نے کچھ قیود وحدود لگا دی ہیں

تا کہ روح اور مادّہ کے اس امتزاج میں لطافت باقی رہے، (اسلام کی عطاکردہ) اسی لطافت کا نام حسن وجمال ہے۔"

شاعری کے متعلق عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے شاعری کی مذّمت کی ہے تو صحابۂ کرام اولیاء وصوفیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اظہارِ خیال کا ذریعہ شاعری کو کیوں بنایا؟

مفسّرِ قرآن حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ حاشیہ کنزالایمان میں تحریر کرتے ہیں کہ قرآن حکیم کی شعراء کے متعلق مذکورہ آیۂ کریمہ میں ہی استثناء موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:

وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ؕ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ۙ وَ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ (سُوْرَةُ الشُّعَرَآء، آیت24تا27)

ترجمہ کنزالایمان: اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا۔

صدرالافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ حاشیہ خزان العرفان علی کنزالایمان میں فرماتے ہیں اس میں شعراء اسلام کا استثناء فرمایا گیا ہے۔ وہ حضور سیّد عالم ﷺ کی نعت، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد، اسلام کی مدح اور پند ونصائح (اصلاح معاشرہ) کے اشعار لکھتے ہیں، ایسے شعراء کرام کی خود حضور اکرم ﷺ نے پذیرائی فرمائی ہے، ان کے لیے خاص منبر بچھایا، اپنی رداء مبارک اس منبر پر بچھا کر شعراءِ دربار رسالت کو اس منبر شریف پر کھڑے ہو کر ربّ جلیل کی حمد وثناء اور اپنی شانِ میں مفاخرانہ اشعار اور کفار ومشرکین کی بدگوئیوں کا جواب دینے کا حکم دیا ہے۔

اور ان کے اشعار کی نہ صرف مدح سراحی کی بلکہ "أیّدھم بروح القدس" کے الہامی الفاظ میں ان کو دعائیں دی ہیں (ملخصًا)
حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

انّ من البیانِ لسحرٌ وإن من الشعرِ لحکمۃٌ
شاعری میں کچھ بیان جادو اور کچھ شعر حکمت ہوتے ہیں۔

یعنی شاعر اگر اسلام اور اس کی روحانی قدروں کے دائرے میں آجائے تو عبادت وبندگی اور زہد و تقویٰ کے گل کھلا دے اور اگر معاذ اللہ شاعر اللہ تعالیٰ کا باغی اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا گستاخ بن کر دہشت گردی کا علمبردار بن جائے تو اس سے زیادہ گمراہ اور گمراہ کن کوئی نہیں و تلمیذ الشیطان نہیں بلکہ معلم الشیطان بن جاتا ہے۔ ایسا شاعر انسانی معاشرے کے لیے تباہ کن ثابت ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی عمل میں اگر نیت اور غرض نیک ہو تو وہ جائز اور باعث رحمت ہے اور اگر وہی عمل موجب فساد ہو تو معاشرہ کے لیے موجب عذاب بن جاتا ہے۔ ہندوستان کے معروف عالم، مفتی، محقق ادیب اور شاعر حضرت مفتی حسن منظر قدیری اپنی تصنیف "شخص و عکس" (امام احمد رضا اپنی نعت گوئی کے آئینہ میں) فرماتے ہیں:

"حدیث پاک میں ہے کہ مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی اس صورت میں بندۂ مومن کا کلام جہاد اور اعدائے دین کے حق میں تلوار ہے، ایسے شاعروں پر خدا کا کرم ہوتا ہے اور وہ فیضِ ربانی سے شعر کہتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے:

"الشعراء تلامذ الرحمٰن قلوبھم خزائن الاسرار والسنتھم کنوز من اسرار الغیب"
شعراء رحمٰن کے تلامذہ ہوتے ہیں ان کے دل اسرار کے خزانے اور ان کی زبانیں رموز غیب کے گنجینے ہوتی ہیں۔" (مفہوم)

ایسی شاعری جس میں حسنِ معنیٰ کی تجلیات ہوں بالفاظ دیگر حسنِ بیان، لطافت، شگفتگی اور سوز و گداز سے معمور ہوں، کائناتِ حسن سے آگاہی بخشنے والی ہو، جس کے

اندر اسرارِ عشقِ حقیقی اور رموزِ غیب کے گنجینے اور علم و حکمت کے موتی پوشیدہ ہوں ایسی شاعری کی اللہ اور رسول، عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ صرف اجازت عطا فرمائی ہے بلکہ اس کی تحسین کی ہے۔

لیکن تخیل کی اعلیٰ اقدار کی حامل اور پاکیزہ شاعری کے لیے ضروری ہے کہ شاعر جس ماحول میں بلا بڑھا، پرورش پائی، تعلیم وتربیت حاصل کی وہ بھی انہی اقدار کا حامل ہو۔ کیوں کہ یہ جوہر قدرت الٰہی کا عطیہ ہے اور بقدر ظرف ہر انسان کی فطرت میں ودیعت ہوتا ہے۔ صالح اور پاکیزہ ماحول اس کے جوہر کو جلا دینے کا سبب بنتا ہے۔

الحمد للہ راقم ہیچمدان اس معاملے میں خوش نصیب رہا کہ اس نے ۲۷ جماد الاولیٰ ۱۳۵۸ھ / ۱۶/ جولائی ۱۹۳۹ء، ہندوستان کے شہر بنارس (یوپی) میں جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ ایک علمی، روحانی اور اہلِ تصوف کا گھرانہ تھا۔ والدِ ماجد حضرت مولانا سید وزارت رسول قادری حامدی رضوی (ولادت ۲۱/ رجب ۱۳۳۵ھ / ۱۹۰۷ء، وفات ۴/ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ، ۵/ جنوری ۱۹۷۶ء) ابن سیف اللہ المسلول حضرت علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری برکاتی، رضوی علیہما الرحمہ (ولادت ۱۸۶۰ء/ وفات ۲۳/ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۵ء) بلند علمی و ادبی ذوق کے حامل تھے۔ مشاعروں اور محافلِ نعت میں جایا کرتے تھے۔ اس دور کے بہت سے مذہبی، نیم مذہبی ادبی رسائل میرے گھر آیا کرتے تھے۔ اس کی قدرے تفصیل میں نے اپنی کتاب ”تذکرۂ مولانا سید وزارت رسول قادری (۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء) میں درج کی ہے اس کتاب میں راقم نے اپنے جدّ کریم علامہ سید ہدایت رسول قادری کے بھی مختصر حالات قلمبند کیے ہیں۔

راقم کے جدّ امجد علامہ سید ہدایت رسول قادری برکاتی قادری (وفات ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء) علیہ الرحمۃ اپنے دور کے ایک بلند پایہ، عالم، مناظر، محقق مصنف اور شاعر اور مسلمانوں کے رہنما تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی قدس سرہٗ

العزیز کے نہ صرف ہمعصر تھے بلکہ آپ کے مقرب خاص علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اس قربت کا کچھ اندازہ ان اشعار سے بھی ہوتا ہے جو آپ نے علامہ سید ہدایت رسول قادری علیہ الرحمۃ کے وصال پر کہے تھے اور اس زمانے میں ہفتہ وار اخبار دبدۂ سکندری، رامپور میں شائع ہوئے تھا، طوالت کے خوف سے اس کے صرف دو شعر پیش کرتا ہوں:

بیشۂ سنّت کے شیر واہ! ہدایت رسول
نصرتِ حق میں دلیر آہ! ہدایت رسول

علامہ ہدایت رسول علیہ الرحمۃ تاریخ وصال ۲۳/ ویں شب رمضان المبارک اور دن جمعرات (شبِ جمعۃ المبارکہ) تھا۔
اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

ماہِ کرامت کی رات، جمعہ کی، رحمت کی رات
تھی تری رحلت کی رات واہ ! ہدایت رسول

مولانا ایک نابغۂ عصر عالم وفاضل اور واعظِ بے بدل ہونے کے علاوہ اپنے دور کے ایک اچھے ادیب، قلمکار اور شاعر بھی تھے، افسوس کہ ان کا غیر مطبوعہ دیوان محفوظ نہ رہ سکا۔ چند مشہور نعتیں جو اس دور کے اخبار ورسائل میں شائع ہوتی رہی ہیں دستیاب ہیں۔ صرف تین اشعار تبرکاً پیش ہیں:

(۱) ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

(۲) تمہارا ذکر میرا دین و ایمان یارسول اللہ (ﷺ)
تمہارا مصحفِ رخ میرا قرآن یارسول اللہ (ﷺ)

(۳)
ہدایت قید میں ہے، دشمنِ دیں کی تو کیا غم ہے
ابھی کٹتی ہیں، شاہِ دیں جو چاہیں بیڑیاں میری

ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسی محسن ملّت شخصیت کے علمی، ادبی اور ملّی کارناموں پر ہندوستان کا کوئی محقق ایک بسیط مقالہ لکھے۔ آج بھی رامپور، لکھنؤ، بریلی، بدایوں، مارہرہ، پٹنہ کی معروف بڑی سرکاری اور پرائیویٹ لائبیریریوں میں اس دور کے اخبارات ورسائل، پوسٹرز اور دیگر غیر مطبوعہ مخطوطات کے ذخائر ہیں ان میں ان کے سیاسی، مذہبی، ملّی اور ادبی کارناموں کا ذکر موجود ہے۔

فقیر کے تایا ابّا مولانا امانت رسول قادری عشقی علیہ الرحمۃ بڑے مایۂ ناز عالم، خطیب اور شاعر تھے۔ وہ نواب حیدر آباد دکن کی فوج میں خطیب تھے۔

علامہ ہدایت رسول قادری علیہ الرحمۃ کے ایک اور صاحبزادے حضرت مولانا حافظ قاری عنایت رسول قادری لکھنوی، عرف محمد عمر وارثی علیہ الرحمۃ (وفات ۱۹۶۲ء) بھی عالم وفاضل ہونے کے ساتھ ایک باذوق ادیب اور شاعر اور مصنف بھی تھے۔ لکھنؤ کے محلہ آریہ نگر میں ان کی آل اولاد میرے جدّ امجد کے مکان میں الحمدللہ آج بھی قیام پذیر ہے۔ اس گھرانے کی خوبی یہ ہے کہ واحد مسلم گھرانہ ہے باقی چاروں طرف ہندوؤں اور سکھوں کی آبادی ہے۔ وہ لوگ آج بھی اس گھرانے کا احترام کرتے ہیں۔

آپ میدان صحافت کے بھی شہباز تھے۔ ایک ماہنامہ ''سنّی'' کے نام سے لکھنؤ سے نکالتے تھے اور اس میں ہندوستان کے اس دور کے جید سنّی علما کے مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ اگر کوئی محقق یا ان کے آل واحفاد میں سے کوئی صاحب ماہنامہ سنّی کی پرانی فائلوں کو مرتب کریں تو مدیرِ اعلیٰ، حضرت مولانا محمد عمر وارثی علیہ الرحمۃ کے علاوہ اس دور (۱۹۶۲ء) کے دیگر علماء اہلِ سنّت کے منتخب مضامین، اخبار وآثار، سیاسی

اور سماجی افکار واحوال اور شعراء کرام کی غزل اور نعتوں پر مبنی ایک ضخیم کتاب شائع ہو سکتی۔ لاہور کے ایک نہایت فاضل نوجوان محقق محبی وعزیزی محمد ثاقب رضا زید مجدہٗ نے غیر منقسم پنجاب اور لاہور سے شائع ہونے والے سنی اخبارات جرائد پر نہایت احسن طریقے پر تحقیقی کام شروع کیا ہے۔ ہفت روزہ سراج الاخبار، جہلم کی فائیلوں سے مرتب اس کی پہلی جلد ''ردّ قادیانیت اور سنّی صحافت'' کے نام سے ۲۰۱۴ء میں شائع ہو چکی ہے یہ ماہنامہ سنّی کے لیے ایک ماڈل بن سکتی ہے۔ اور اگر وہ ساری فائلیں اسکین کر کے مجھے بھیج دیں تو حضرت ثاقب رضا صاحب سے یہ کام لیا جاسکتا ہے۔

عمِّ محترم حضرت محمد عمر وارثی علیہ الرحمۃ لکھنؤ کے اچھے نعت گو شعرا میں شمار ہوتے تھے۔ عمرؔ تخلّص فرماتے تھے ان کا کوئی مجموعہ کلام دیوان کی شکل میں تو میری نظر سے نہیں گذرا لیکن انہوں نے مولود النبی ﷺ (برائے خواتین) پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے (تقریباً ۲۰۰ صفحات ہیں) اس میں حمد، مناجات، نعت اور منقبت پر مبنّی ان کا معتد بہ کلام موجود ہے۔ اس میں جدّ کریم علامہ سید ہدایت رسول قادری علیہ الرحمۃ کی بھی بعض نعتیں شامل ہیں۔ عمرؔ وارثی کا صرف دو شعر ملاحظہ ہوں:

جو سر جائے تو جائے کچھ نہیں پروا، مگر یارب
نہ جائے سر سے مجھ دیوانے کے سودا محمد (ﷺ) کا

جبینِ پاکِ ابراہیم (علیہ السلام) پر نورِ محمد تھا (ﷺ)
عمرؔ جلتے وہ کیوں کر نار میں کب نور جلتا ہے

عمرؔ وارثی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے برادرِ محترم حمایت رسول قیصرؔ وارثی اطال اللہ عمرہٗ بالخیر اور بھتیجے محترم سید سراج رسول حیاتؔ وارثی مرحوم مغفور بھی ہندوستان کے صفِ اوّل کے شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ دونوں حضرات صاحب

دیوان شاعر ہیں، قیصؔر وارثی اور حیات وارثی کا ابتدائی دور کا ایک دیوان ''آئینہ جمال'' راقم کے پاس ہے جو دو حصوں میں ہے، ایک حصّہ میں قیصؔر وارثی کی نعتیں اور غزلیں ہیں دوسرے حصہ میں حیات وارثی صاحب کی۔ اس کے علاوہ حیات وارثی صاحب کی غزلوں کا ایک شائع شدہ مجموعہ کلام بھی موجود ہے۔ حیاؔت وارثی آل انڈیا نعت اکیڈیمی (لکھنؤ) کے جنرل سکریٹری بھی رہے ہیں۔

''آئینۂ جمال'' پر لسان حسان حضرت مولانا ضیاء القادری بدایونی علیہ الرحمۃ کی ایک تقریظ بھی ہے جس سے نوعمری کے دور میں قیصؔر وارثی اور حیاؔت وارثی کا بطور شاعر مقام ومرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔

غرضیکہ حصولِ علم وادب کا شوق اور شعر وسخن کا ذوق میرا آبائی ورثہ تھا جو احقر کے والد ماجد مولانا سید وزارت رسول قادری حامدی رضوی علیہ الرحمۃ کی معرفت اس ناچیز تک پہنچا۔ میرے اپنے گھر کا ماحول بھی میرے اندر سخن فہمی اور شعر گوئی اور علمی ودینی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں موئید اور معاون ثابت ہوا۔ جیسا کہ راقم عرض کر چکا ہے کہ والد ماجد (رزقہٗ اللہ مقام الاعلیٰ فی جنّت الفردوس) اعلیٰ علمی، ادبی وشعری ذوق کی حامل شخصیت تھے۔ اگرچہ بذات خود شاعر نہیں تھے۔ میری عمہ محترمہ حسینہ بیگم حامدیہ رضویہ (رحمہا اللہ) جو خود ایک ادیبہ تھیں اور بڑے ستھرے شعری ذوق کی حامل تھیں، فرماتی تھیں کہ ان کے بھائی یعنی والد ماجد کے پاس اردو، فارسی اور عربی شعراء کے دواوین تھے۔ مشرقی پاکستان ہجرت کے وقت ایک بیل گاڑی میں رکھ کر کتابوں کا بڑا ذخیرہ بنارس کے ایک بڑے سنّی دارالعلوم حمیدیہ رضویہ کی لائبیریری کو عطیہ کر دیا تھا۔

بعض نہایت ضروری کتب انہوں نے علیحدہ کرلی تھیں جو اپنے ساتھ مشرقی پاکستان لے آئے تھے۔ راقم نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے گھر میں، حافظ شیرازی، شیخ سعدی، علامہ اقبؔال، غاؔلب، ذوؔق، اسمٰعیل میرٹھی، اکبر الہ آبادی، حسؔرت موہانی، جگر

مراد آبادی، حفیظؔ جالندھری کے کلام کا چرچہ سنا۔ میرے گھر میں نعتیہ کلام میں زیادہ تر حدائق بخشش، ذوق نعت، جمیل الرحمٰن رضوی بریلوی کا کلام محفلِ نعت اور میلاد شریف میں پڑھا جاتا تھا۔ حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا حاؔمد بریلوی علیہ الرحمۃ کی آٹھ، دس نعتیں جو میری عمہ محترمہ کو زبانی یاد تھیں اور ان کی نوٹ بک میں بھی لکھی ہوئی تھیں اکثر سنتا رہتا تھا۔

میری والدہ محترمہ نذیر النساء بیگم مرحومہ مغفورہ اللہ تعالیٰ، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے نہایت اچھے لحن میں نعت پڑھتی تھیں۔ نعت اور غزل کو ترنم سے پڑھنا میں نے انہی سے سیکھا۔ پھوپھی صاحبہ کو لکھنے لکھنانے کا بڑا شوق تھا۔ مراسلت نگاری کے فن سے بطریق احسن واقف تھیں۔ بے تکلفی اور سادگی کا رنگ غالب تھا، چھوٹے جملوں میں مافی الضمیر ادا کرنے پر قادر تھیں، اس فن میں میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ اردو نثر و نظم کا وسیع مطالعہ تھا، شعر وادب کا ستھرا ذوق تھا۔ میرے پاس ان کی ایک چھوٹی سی نوٹ بک بچی ہے جس میں انہوں نے اپنے دور کے مشہور شعراء کرام کے چیدہ چیدہ پسندیدہ اشعار نقل کیے ہیں جس کے مطالعہ سے ان کی اعلیٰ سخن فہمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ بعض دینی وادبی رسالوں میں ان کے اصلاحی مضامین اور بعض ڈرامائی، مکالماتی انداز میں لکھے ہوئے مضامین ”فوزیہ صبوحی“ کے نام سے شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان میں ایک اچھی اصلاحی ڈرامہ نویس اور تاریخی تناظر میں لکھنے والی ناول نگار ہونے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی مگر افسوس کے زندگی نے وفا نہ کی ۱۹۷۶ء میں ۶۰ سال کی عمر میں انتقال فرما گئیں۔ میرے اندر اردو شعر و ادب کا مطالعہ کرنے کا ذوق پیدا کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔

جس اسکول میں میں نے داخلہ لیا (ناظم الدین ہائی اسکول ایشر ڈی، سابق مشرقی پاکستان) حسنِ اتفاق سے وہاں میرے ادبی اور شعری ذوق کی ارتقاء کے لیے فضا بڑی ساز گار ثابت ہوئی۔ میرے بعض اساتذہ بڑے ستھرے ادبی و شعری ذوق کے حامل

تھے، لیکن دو شخصیات نے اس راہ میں میری تربیت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ایک انگلش ٹیچر ماسٹر فرید الرحمٰن صاحب مرحوم مغفور جو بریلی شریف کے رہنے والے تھے اور ان کی والدہ محترمہ حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا خاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ سے بیعت تھیں۔

فرید الرحمٰن صاحب کو اعلیٰ حضرت اور حضرت حسؔن رضا بریلوی اور مولانا جمیل الرحمٰن رضوی علیہم الرحمۃ کی بعض اہم نعتیں ازبر تھیں۔ ان کی ترغیب پر میں نے اسکول کے زمانے میں ''حدائق بخشش'' اور ''ذوق نعت'' سے بعض اہم نعتیں یاد کرلی تھیں اور اسکول کے فنکشن میں پڑھا کرتا تھا۔ دوسری اہم شخصیت حضرت علامہ فضل قدیر ندوی مرحوم مغفور کی تھی جنہوں نے ساتویں کلاس سے لے کر میٹرک تک راقم کو اردو اور فارسی پڑھائی۔ علامہ ندوی صاحب صدرالشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کے آخری دونوں کے شاگردوں میں تھے۔ شاعر بھی تھے اور اخترؔ تخلص فرماتے تھے۔ اسکول میں قدیر اخترؔ ندوی کے نام سے مشہور تھے۔ بعد میں آپ ڈھاکہ یونیورسٹی کے اردو ڈپارٹمنٹ میں لکچرار ہوگئے تھے۔ سقوط ڈھاکہ کے وقت کراچی آگئے تھے۔ ہمدرد یونیورسٹی کے ریسرچ ڈپارٹمنٹ میں بطور ریسرچ ڈائرکٹر کام کررہے تھے۔ ۲۰۱۰ء، ۸۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

فضلِ قدیر ندوی صاحب اسکول میں سال میں تین اہم فنکشن کرتے تھے جس نے طلباء میں شعر وادب کا ذوق پیدا کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ایک تقریری مقابلہ، دوسرا مقابلۂ بیت بازی، تیسرا تمثیلی مشاعرہ جس میں اسکول کے مختلف طلباء، غالبؔ، میرؔ، ذوقؔ، اقبالؔ، حسرؔت موہانی، حافظ شیرازؔی، داغؔ دہلوی، جگرؔ مراد آبادی وغیرہ معروف اردو شعراءِ کے روپ میں اسٹیج پر آکے تمثیلی محفلِ مشاعرہ میں شریک ہوتے تھے۔ مجھے جگر مراد آبادی کا رول دیا جاتا تھا۔ حافظ شیرازؔی کی غزلیں

پڑھنے کے لیے بھی میں ہی منتخب ہوتا تھا۔ میرا ترنم بہت اچھا تھا۔ حافظؔ صاحب کی مشہور غزل جس کا مطلع ہے:

مخمورِ جامِ عشقم ساقی بدہ شرابے
پر کن قدح کہ بے مے مجلس نہ دارد آبے

لہک، لہک کر پڑھا کرتا تھا۔ اس کا طرز و ترنم بھی فضل قدیر ندوی صاحب نے سکھایا تھا۔ میرے زمانے میں اسکول میں اسمبلی کے وقت قومی ترانہ نہیں پڑھا جاتا تھا بلکہ علامہ اقبال کی مشہور نظم جس کا مطلع ہے۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کہ تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

پڑھی جاتی تھی اس کو بھی میں ہی لیڈ کیا کرتا تھا۔

تقریری مقابلوں سے مجھے تقریر کا فن آگیا اسکول میں جو طلباء اول، دوم، سوم آتے تھے وہ پھر بین المدارس مقابلوں میں شریک ہوتے میں نے نویں، دسویں جماعت میں مسلسل دوسال اوّل انعام حاصل کیا۔ انعام میں علامہ اقبالؔ اور غالبؔ کے دواوین کا مکمل سیٹ ملے تھے جو آج تک میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان کے مطالعہ سے میرے اندر کا شاعر متحرک ہوا۔

تمثیلی مشاعروں میں شرکت کی وجہ سے مجھے اردو کے معروف و مشہور شعراء کے کلام کا مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوا جس نے میرے اندر چھپی ہوئی شعری صلاحیتوں کو اجاگر کرنا شروع کر دیا اور کالج تک پہنچتے پہنچتے وجاہت رسول قادری، تاباںؔ قادری بن گئے۔ اس کے علاوہ ہر سال اسکول کے ہال میں یا ریلوے انسٹیٹیوٹ کے ہال میں ایک محفل مشاعرہ بھی منعقد ہوتی تھی جس میں مقامی شعراء کے علاوہ اردگرد کے شہر راجشاہی شانتاہار اور ڈھاکہ سے بھی بعض نامور شعرا شریک ہوتے

تھے۔ ان مشاعروں میں میرے ایک عزیز مرزا نظام الدین بیگ جاؔم بنارسی جو ہندوستان سے ہم لوگوں کے ساتھ ہی مشرقی پاکستان ملازمت کے سلسلہ میں آئے تھے، بعد میں ۱۹۵۳ء میں اپنے بہنوئی کے پاس کراچی منتقل ہوگئے تھے، وہ بھی شریک ہوتے تھے۔ وہ اس دور میں بڑے اعلیٰ پائے کے انقلابی شاعر تھے، مشاعروں میں تحت اللفظ پڑھا کرتے تھے اور خوب داد لوٹتے تھے۔ ان کی تربیت کی بھی مجھ پر گہری چھاپ رہی ہے۔ جاؔم بنارسی صاحب مرحوم مغفور ۱۹۸۳ء میں میرے برادر اصغر سید ریاست رسول قادری سلمہ الباری کے سسر بنے۔ جاؔم بنارسی مرحوم نے کراچی آنے کے بعد کراچی یونیورسٹی سے بی۔اے پھر ایم۔اے فارسی کیا۔ پی۔ایچ۔ڈی کا بھی مقالہ لکھ رہے تھے لیکن بعض نجی اور ملازمتی مصروفیات کے باعث مکمل نہ کرسکے۔ شروع شروع وہ نبی باغ کالج میں بحیثیت اردو لکچرار کام کرتے رہے بعد میں قومی عجائب گھر کراچی میں مخطوطات کے ڈاکٹر ہوگئے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد چند ماہ اردو ڈکشنری بورڈ کراچی میں کنٹریکٹ پر ملازم رہے، اسی دوران دفتر میں انہیں دل کا دورہ پڑا اور وہ انتقال کرگئے۔ کراچی میں والد صاحب (مولانا سید وزارت رسول قادری علیہ الرحمۃ) اور حضرت مولانا مصلح الدین قادری علیہ الرحمۃ کی صحبت نے خیالات میں بڑی تبدیلی پیدا کردی تھی، حدائق بخشش کے مطالعہ کے بعد اب وہ انقلابی اور سیکولر نظریات سے تائب ہوکر ایک نعتیہ شاعر بن چکے تھے۔ افسوس کہ جاؔم بنارسی کا ضخیم غیر مطبوعہ دیوان ان کے انتقال (۱۹۹۸ء) کے بعد یا تو ان کی دوسری بیوی ان کی لائبریری کے ساتھ اپنے گھر لے گئیں یا پھر اسے ان کے اپنے کسی عزیز نے تلف کردیا۔

وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے نعتیہ قصائد سے بہت متاثر تھے۔ قصیدۂ معراجیہ پر سب سے پہلا مقالہ آپ ہی نے لکھا۔ میری استدعا پر حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری زید مجدہٗ نے سب سے پہلے اسے کتابچہ کی صورت میں شائع کیا۔ اس کے بعد

ہندوستان، پاکستان سے متعدد ایڈیشن بھی شائع ہوئے۔ معارفِ رضا سالنامہ میں بھی متعدد بار شائع ہوا۔

۱۹۵۷ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد راجشاہی منتقل ہو گیا، چونکہ میری جائے قیام ایشر ڈی میں اس وقت تک کوئی کالج نہیں تھا، میں نے راجشاہی گورنمنٹ کالج (قائم شدہ ۱۸۸۸ء) میں داخلہ لیا اور انٹر میڈیٹ اور بی۔ اے آنرز (اکنامکس) تک یہاں تعلیم حاصل کی۔ اختیاری مضمون میرا فارسی تھا، جبکہ اردو داں طبقہ کے لیے اردو، اور بنگالی طلبہ کے لیے بنگالی ضروری مضمون تھا۔ یہاں کالج اور شہر کی فضا شعر و شاعری کے لیے بہت ساز گار تھی۔ اردو ڈپارٹمنٹ کے دو پروفیسر حضرات جناب شید آئی صاحب مرحوم اور جناب کلیم سہسرامی صاحب مرحوم کا شمار اس وقت کے مشرقی پاکستان کے چوٹی کے شعرا میں ہوتا تھا۔ شید آئی صاحب صدرِ شعبہ بھی تھے۔ دونوں اساتذۂ کرام نہایت بلند علمی، ادبی اور شعری ذوق کے حامل تھے۔ میرا ادبی اور شعری ذوق دیکھتے ہوئے پہلے ہی سال پروفیسر کلیمؔ سہسرامی صاحب نے مجھے کالج کی بزمِ ادب کا سکریٹری بنا دیا۔ لہٰذا کالج کے اوقات کے علاوہ فرصت کے اوقات میں بھی ان سے ملاقاتیں رہتیں زیادہ تر شعرا کے کلام کے حسن قبح پر نقد و نظر کی گفتگو ہوتی۔ اس زمانے میں شہر کی دو شخصیات ایسی تھیں جو ہر ماہ یا دو تین ماہ کے بعد اپنے گھر پہ محفلِ مشاعرہ منعقد کرتی تھیں، زیادہ تر طَرَحی مشاعرہ ہوتا تھا۔ ایک ولی محمد صاحب مرحوم جن کا مکان ولی منزل کے نام سے یونیورسٹی روڈ پر تھا اور دوسری جناب ابو محمد صاحب مرحوم جن کی ایس عبد الشکور زردہ فیکٹری کے نام سے خوردنی تمباکو کی ایک فیکٹری تھی (سقوط ڈھاکہ سے قبل ابو محمد صاحب کراچی منتقل ہو گئے کراچی میں شہزادی پتی کے نام سے آج بھی ماشاءاللہ ان کا کاروبار روز افزوں ہے ان کے بڑے صاحبزادے جناب جمشید اسلم صاحب فیکٹری کے مالک ہیں جو خود بہت نیک اور علمی ذوق کی مالک شخصیت ہیں) ایسی ہی ایک ماہانہ مشاعرہ کی کلیمؔ سہسرامی صاحب کو دعوتِ شرکت آئی، مصرعہ طرح تھا "چپ کھڑے ہیں درمیان کعبہ وَبت خانہ

ہم" کلیم سہسرامی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ بھی اس پر طبع آزمائی کریں اور مشاعرے میں میرے ساتھ چلیں۔ میں ہچکچایا کہ میں نے کبھی غزل نہیں کہی کہنے لگے آپ میں پوری صلاحیت ہے آپ کوشش کریں اور تاباں تخلص باندھیں۔ دوسرے دن بعد عشاء مشاعرے میں جانا تھا۔ رات بھر محنت کرکے غزل لکھی اور صبح کالج جاکر ان کو ڈرتے ڈرتے سنائی کہ پتہ نہیں کتنی غلطیاں نکلیں گی! وہ غزل سن کر اچھل پڑے کہ آپ تو اتنے اچھے شعر کہہ لیتے ہیں آپ کے اشعار میں تصوف کا رنگ جھلکتا ہے اور آپ تو کہہ رہے تھے کہ آپ نے کبھی کوئی غزل نہیں کہی، میں نے کہا یہ آپ کی حوصلہ افزائی اور اس ہیچمدان سے حسنِ ظن کی بنا پر ممکن ہوسکا۔ آپ میرے استاد ہیں لہٰذا مشاعرہ میں جانے سے قبل بنظر اصلاح ایک مرتبہ دیکھ لیں۔ انہوں نے دو تین مصرعوں میں چند الفاظ کے ردوبدل کے بعد مجھے دیدیا اور کہا اب آپ وجاہت رسول قادری انٹر میڈیت کے ایک طالب علم نہیں بلکہ اب آپ مستند شاعر تاباں قادری ہیں۔ اب ہر مشاعرے کے لیے آپ غزل کہیں گے۔ آپ چاہیں تو مجھ سے اصلاح لے لیا کریں۔

اس پہلی غزل کا مطلع ہے۔

دیکھتے ہیں شیخ کو اس بزم میں رندانہ ہم
پھر ادا کرنے لگے ہیں سجدۂ شکرانہ ہم

مصرعہ طرح پر تضمین کا شعر ملاحظہ فرمائیں:

کس قدر ہیں کشمکش میں جلوۂ جاناناں ہم
"چپ کھڑے ہیں درمیانِ کعبۂ و تنجانہ ہم"

مقطع ہے:

اس نگاہ ناز نے بخشی حیاتِ جاوداں
حضرتِ تاباں ہوئے ہیں آپ سے بیگانہ ہم

اللہ تعالیٰ جناب کلیم سہسرامی صاحب کو جنت الفروس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔ یہ رنگ تصوف بعد میں نعت رنگ میں تبدیل ہو گیا۔ ہوا یوں کہ اس وقت راجشاہی میں برصغیر کے اہلِ سنّت کے ایک عظیم دارالعلوم جو عربی یونیورسٹی کے نام سے مشہور ہے جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور، ضلع اعظم گڑھ یوپی سے فارغ التحصیل ایک جید عالم، حکیم، نعت گو شاعر حضرت مولانا حکیم مفتی غلام مصطفیٰ کوثر امجدی علیہ الرحمۃ (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۸۶ء) تلمیذ و خلیفۂ مجاز صدرالشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ، قیام پذیر تھے۔ طبابت ان کا ذریعہ معاش تھا۔ اشرف العلوم کے نام سے حفظ وناظرہ کا ایک مدرسہ کے مہتمم بھی تھے۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے فی البدیہہ اشعار میں گفتگو کرنا ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ والد ماجد علیہ الرحمۃ سے ان کا تعلق عقیدت و محبت کا تھا، فقیر سے عمر میں تقریباً ۲۰ سال بڑے تھے لیکن نہایت بے تکلفانہ اور دوستانہ سلوک تھا۔

مولانا کوثر امجدی صاحب کو زمانۂ طالب علمی سے شعر و شاعری کا ذوق تھا۔ اس وقت کے نامور اساتذۂ فن حضرت مولانا اسمٰعیل ناظم تلمیذ حضرت مہر گوالیاری جانشینِ داغ دہلوی اور مولانا شائق اعظمی (مرحوم مغفور) سے ان کو شرفِ تلمذّ حاصل تھا۔ اعظم گڑھ کے اکثر شعرا ان مذکورہ اساتذۂ کرام کے شاگرد تھے۔ کوثر امجدی صاحب فرماتے ہیں کہ: ”شروع میں غزلوں اور سہروں کی دنیا سجائے رکھتا تھا۔ لیکن جب مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ والرضوان کا مجموعہ نعتیہ کلام ”حدائق بخشش“ نظروں سے گذرا تو دل عشقِ رسول ﷺ سے ایسا سرشار ہوا کہ مجازی شاعری ترک کرکے نعتیہ شاعری کا شعار اپنالیا“۔ ان کا نعتیہ دیوان ”جام کوثر“ والد ماجد نے کراچی سے کتابت کروا کر ان کو راج شاہی بھجوایا تھا، جو راج شاہی سے شائع ہوا، حضرت بہزاد لکھنوی مرحوم نے راقم کی تحریک پر اس کا پیش لفظ تحریر کیا تھا اور والد نے اس پر مقدمہ لکھا تھا۔ مولانا کوثر

امجدی ایک قادر الکلام شاعر تھے علم عروض سے اچھی طرح واقف تھے۔ ان کے کلام میں سادگی و تاثیر نمایاں طور پر ملتی ہے کئی شاعران سے اصلاح لیا کرتے تھے راقم کے بھی نعتیہ شاعری میں استاد تھے۔ مشہور شاعر جناب منظر علی خاں منظؔر مرحوم جو حبیب بینک میں سینئر وائس پریزیڈنٹ تھے اپنے مجموعہ غزل ''کرب آگہی'' کے مقدمہ میں مولانا کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''مولانا موصوف نے ہمیشہ اشعار کی تقطیع میں میری رہنمائی کی ورنہ میرے بس میں علم العروض کبھی نہیں آیا۔ مولانا کا مجموعہ ''جام کوثر'' میرے سامنے راج شاہی سے شائع ہوا تھا اس کا پیش لفظ مشہور نعت گو حضرت بہزاد لکھنوی مرحوم نے لکھا تھا، مولانا کی خصوصیت یہ تھی کے آپ رنگین سے رنگین طرح دے ڈالیں مولانا اسی طرح پر نعت شریف ضرور کہیں گے کے مولانا نے نعت شریف سے ہٹ کر کبھی اشعار نہیں کہے مولانا کی ذات گرامی کا اثر تھا کہ راج شاہی کے مشاعرے ہمیشہ نعت شریف سے شروع کیے جاتے۔'' (''کرب آگہی'' مطبوعہ مدد علی سرپرست ایڈ ورلڈ، اے، ۱۹۲، سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی ۱۹۸۲ء، ص۲۹) انہوں نے ۱۹۵۹ء میں حج بیت اللہ کے لیے حرمین شریفین کا سفر کیا تھا واپسی پر انہوں نے ایک سفر نامہ بھی تحریر کیا تھا جو ''سفر نامہ حرمین طیبین'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد راج شاہی سے کلکتہ ہجرت کر گئے۔ کچھ سال کلکتہ میں مقیم رہے پھر مبارکپور ضلع اعظم گڑھ منتقل ہوگئے اور جامع اشرفیہ دارالعلوم مصباح العلوم میں نائب مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۱ء میں جب فقیر سید مرشدی حضرت مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ والرضوان کے چالیسویں میں شرکت کے سلسلے میں ہندوستان گیا ہوا تھا تو کوثؔر امجدی صاحب سے کانپور میں ماہنامہ استقامت کے دفتر میں ملاقات ہوئی تھی۔ غالباً ۱۹۸۶ء میں انتقال ہوا۔ مبارکپور میں دفن ہوئے۔

پروفیسر کلیم سہسرامی صاحب میرے مغربی پاکستان (۱۹۶۴ء) چلے آنے کے بعد اسکالرشپ پہ ایران چلے گئے اور وہاں سے فارسی میں پی۔ ایچ۔ڈی کی سند حاصل کی اور راجشاہی یونیورسٹی میں پہلے فارسی کے پروفیسر رہے پھر فارسی ڈپارٹمنٹ کے ڈین کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ ۲۰۰۹ء میں انتقال کر گئے۔

راجشاہی کالج میں بزم ادب کے زیر اہتمام سالانہ مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ اس کا انتظام وانصرام کلیم سہسرامی اور شید آئی صاحب کی نگرانی میں راقم کرتا تھا۔ میں نے خود بھی ان مشاعروں میں غزلیں سنائی ہیں۔ ان دنوں میرا ترنم بہت اچھا تھا میں مشاعروں میں خوب لہک لہک کر پڑھا کرتا تھا۔ راجشاہی کالج میں تعلیم کے دوران ایک سال میں کسی صاحب کے ساتھ جو راجشاہی یونیورسٹی کے رجسٹرار کے دفتر میں غالباً کلرک تھے، ایک کمرہ شیئر کرکے رہتا تھا۔ بعد میں اپنے اسکول کے سابق ہیڈ ماسٹر فضیل حسن صاحب کے مشورہ پر میں کالج کے ہوسٹل میں منتقل ہو گیا تھا۔ حضرت ماسٹر فضیل حسین صاحب مرحوم کا میرے اوپر بڑا احسان ہے وہ کالج کی فیس اور ہوسٹل کے اخراجات اپنی جیب سے ادا کرتے تھے، لیکن یہ بات میرے والد ماجد نے کراچی آنے کے بعد بتائی، کیونکہ موصوف نے انہیں منع کیا تھا کہ جب تک اس کی (یعنی میری) تعلیم مکمل نہ ہو جائے اسے نہ بتانا۔ ماسٹر فضیل حسن صاحب ان دنوں راجشاہی یونیورسٹی کے رجسٹرار ہوا کرتے تھے۔ مسرت حسین زبیری صاحب وائس چانسلر تھے۔

۱۹۶۳ء میں راجشاہی یونیورسٹی سے ایم۔اے (اکنامکس) کرنے کے بعد میں شکرانے کے لیے حضرت خواجہ معین چشتی، غریب نواز رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری کے لیے چلا گیا۔ زہے نصیب! کے وہاں میں حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پہلی ہی نشست میں تہجد کے وقت آپ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ الحمد للہ علی ذالك۔

۴؍مارچ ۱۹۶۴ء میں ایم۔بی۔اے کی تعلیم کے لیے کراچی آگیا۔ایک سال کے بعد بوجوہ تعلیم منقطع کر کے حبیب بینک میں ملازمت اختیار کرلی۔ ۱۹۶۷ء میں والدِ ماجد مع تمام برادران اور عمۂ محترمہ بذریعہ بحری جہاز کراچی آ گئے۔ ہماری رہائش نارتھ ناظم آباد، بلاکA، میں ایک کرائے کے گھر میں تھی۔ ۱۹۶۶ء میں بطور برانچ منیجر میری پوسٹنگ حبیب بینک کی عزیز آباد کی شاخ میں ہوئی وہاں میری ملاقات برصغیر کے معروف غزل گو اور نعت گو شاعر جناب بہزآد لکھنوی مرحوم سے ہوئی۔ ان کی رہائش گاہ میری برانچ کی پچھلی گلی میں تھی، تقریباً ۳سال ان کا اور میرا بڑا قریبی ساتھ رہا۔ ان کے ساتھ میں نے کراچی، حیدرآباد اور میرپور خاص کے مشاعروں میں بطور شاعر شرکت کی، نجی نعتیہ مشاعروں میں بھی شریک ہوا۔ ایک محفل کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ میرے ایک دوست کے بڑی بھائی کے گھر پر نارتھ ناظم آباد میں ایک نجی نعتیہ مشاعرے میں بہزآد صاحب کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا۔

یہ مشاعرہ ماؔہر القادری کی صدارت میں تھا۔ کراچی کے نامور شعرا موجود تھے۔ میں چونکہ مبتدی شعراء میں تھا اس لیے مجھے پہلے کلام پیش کرنے کی دعوت دی گئی میں نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی ایک مشہور نعت شریف کے مصرعہ طرح ''یہ بارگاہ مالک ہر خشک وتر کی ہے'' پر کہی ہوئی ایک نعت شریف پڑھی مطلع تھا؎

گلشن میں آج دھوم یہ کس دیدہ ور کی ہے
اندھے دلوں میں روشنی یہ کس قمر کی ہے

تضمین کا شعر تھا:

آتے ہیں سر سے چل کے یہاں شاہ اور گدا
''یہ بارگاہ مالک ہر خشک و تر کی ہے''

آخری شعر اور مقطع ملاحظہ ہو:

نعتِ رسول ومدحتِ سرکار دوجہاں ﷺ
احمد رضاؔ کی یاد میں محفل شہر کی ہے
عشقِ نبی کے نور سے تاباںؔ ہے ذوقِ نعت
بزمِ سخن میں دھوم رضاؔ تاجور کی ہے

محفل میں موجود تقریباً تمام حاضرین کرام اور شعراء کرام نے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے جن میں شاؔعر لکھنوی اور تابؔش دھلوی، راغؔب مراد آبادی جیسے پاکستان کے چوٹی کے شعراء موجود تھے ان سب نے میرے اشعار کی داد دی اور میری حوصلہ افزائی کی۔ (واضح ہو کہ جناب شاؔعر لکھنوی مرحوم وہی شاعر ہیں جنھوں نے غالباً ۱۹۸۲ء میں حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مظہری (وفات ۲۰۰۸ء) اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، انٹرنیشنل، کراچی (قائم شدہ ۱۹۸۰ء) کے بانی اور صدر سید ریاست علی قادری رحمہما اللہ تعالیٰ (وفات ۱۹۹۲ء) کی توجہ دلانے پر ''رضا بریلوی بطور نعتیہ شاعر'' کے عنوان سے ایک بہت خوبصورت مقالہ لکھا تھا، ابتک ہندوستان، پاکستان سے متعدد بار کتابچہ کی صورت میں اس مقالہ کے بے شمار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، معارفِ رضا سالنامہ کے کسی ایڈیشن میں بھی یہ مقالہ شائع ہو چکا ہے۔)

لیکن ماؔہر القادری صاحب گم سم گاؤ تکیہ پر ٹیک لگائے پان چباتے رہے اور بالکل خاموش منھ لٹکائے بیٹھے رہے۔ گویا سانپ سونگ گیا ہو۔ مشاعرے کے اختتام پر جب ہم بعد ضیافت وہاں سے روانہ ہوئے تو میں نے بہزؔاد صاحب سے راستے میں پوچھا کہ حضرت! ماہر القادری صاحب نے پورے مشاعرے میں ہر شاعر کے کلام کی کچھ نہ کچھ داد دی، لیکن میری باری پر وہ گم سم بیٹھے رہے۔ ان کا ایسا رویہ کیوں تھا۔ انہوں نے برجستہ فرمایا تاباںؔ صاحب آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ ماہر القادری صاحب مودودی صاحب کے

نظریات کے حامل ہیں اور آپ نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی نعت کے ایک مصرعے کی طرح پر لکھی ہوئی نعت پڑھی، دوسرا آپ نے غضب یہ کیا کہ آخری شعر اور مقطع میں اعلیٰ حضرت کی شاعری کی تعریف میں یہ کہہ کر "بزمِ سخن میں دھوم رضا تاجور کی ہے" ماہر صاحب پر مزید ظلم ڈھادیا آپ جب تک اپنا کلام سناتے رہے تو وہ بے چارے بڑے کرب کے عالم میں بیٹھے رہے، وہ آپ کو کیسے داد دیتے؟

۷/ اگست ۱۹۷۰ء کو راقم رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گیا۔ لیکن حسنِ اتفاق دیکھئے کہ میری رفیقۂ حیات محترمہ ڈاکٹر برجیس جہاں میرے اسکول کے ہیڈ ماسٹر (جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے) جناب فضیل حسن مرحوم و مغفور کی نواسی ہیں اور یہ رشتہ بھی ماسٹر صاحب مرحوم نے خود طے کیا تھا۔ والدِ ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ان سے دیرینہ تعلقات تھے۔ وہ ماسٹر صاحب کے درویشانہ مزاج اور طرزِ زندگی کی بناء پر انہیں پوشیدہ ولی سمجھتے تھے۔ میں نے اپنے اسکول، تا یونیورسٹی دور میں کبھی نہیں دیکھا کہ والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ان کی کسی بات کو رد کیا ہوا۔ چنانچہ یہ رشتہ راقم کی گھر والوں نے بغیر کسی حیل و حجّت، تحقیق و تجسس کے قبول کر لیا۔ اتفاق سے والدِ ماجد رحمۃ اللہ کی ایک خالہ زاد بہن کی صاحبزادی عشرت بیگم (جو اب انتقال کر چکی ہیں) کے شوہر عبدالحلیم کاظمی صاحب بھی ماسٹر صاحب مرحوم کے بہت قریبی رشتہ دار نکلے۔ انہیں جب علم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئیں اور بتایا کہ یہ لوگ بہت نیک اور سادہ مزاج کے ہیں۔ انہی سے پتہ چلا کہ میری اہلیہ محترمہ کے والد ماجد سید عزیز الدین نقوی مرحوم (۱۹۸۱ء) الہ آباد اسلامیہ کالج میں انگریزی کے استاد تھے۔ قیام پاکستان کے بعد (۱۹۴۸ء میں) کوئٹہ چلے آئے اور یہاں گورنمنٹ کالج میں شعبۂ انگریزی میں استاد مقرر ہو گئے۔ اور اہلیہ کی والدہ ماجدہ سیدہ بلقیس فاطمہ مرحومہ کا چند برسوں کے بعد گرلز گورنمنٹ کالج میں بحیثیت اردو ٹیچر تقرر ہو گیا۔ یہ دونوں شخصیات اردو اور انگریزی اور تاریخی لٹریچر کے حوالے سے بلند علمی ذوق کی حامل تھیں مطالعہ کی حد تک شعر و شاعری سے بھی

شغف تھا۔ اس زمانے میں مشاعرے آل انڈیا ریڈیو اور ریڈیو پاکستان سے ریلے ہوا کرتے تھے۔ میری اہلیہ بتاتی ہیں کہ میری خوشدامن محترمہ کو اردو شاعری سے بڑا شغف تھا وہ یہ مشاعرے تمام رات بڑے ذوق وشوق اور انہماک سے سنا کرتی تھیں اور پسندیدہ اشعار نوٹ کرتی جاتی تھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہی خوبی میری اہلیہ محترمہ کو بھی ودیعت کی ہے۔ انہوں نے ابتک جتنی کتابیں اردو اور انگریزی ادب کی مطالعہ کی ہیں شائد اس کا عشر عشیر راقم نے مطالعہ کیا ہو۔ اگرچہ اہلیہ شاعری نہیں کرتی ہیں لیکن شعر وشاعری کا نہایت ستھرا ذوق رکھتی ہیں، اقبال، غالب، میر، ذوق جگر مرادآبادی، فیض احمد فیض وغیرہ کے بہت سے اشعار اور بعض اردو کی کہاوتیں ان کو ازبر ہیں۔

میرے پاس آنے والی کوئی کتاب کوئی رسالہ کوئی ماہنامہ ایسا نہیں خواہ اس کا تعلق مذہب ومسلک سے ہو یا شعر و ادب اور تاریخی واقعات سے، جس کا سب سے پہلے وہ مطالعہ نہ کریں۔ پھر مجھے دیتے وقت اس کے کسی نہ کسی پہلو پر کچھ نہ کچھ نقد ونظر یا اپنا نکتہ نظر بھی بیان کرتی ہیں۔ جب بعد میں میں مطالعہ کرتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ ان کا نکتہ نظر بالکل صحیح ہے۔

۴۵ر سالہ رفاقت کے دوران میں نے جتنے، مضامین، مقالہ جات، معارفِ رضا کے اداریئے امام احمد رضا کانفرنس کے خطباتِ صدارت لکھے ہیں، نعتیہ، غزلیہ کلام اور نظمیں کہیں ہیں وہ نظر اوّل کے لیے ان کو پیش کرتا ہوں اگر کہیں زبان وبیان کی غلطی یا فصاحت وبلاغت کے لیے متبادل الفاظ کی ضرورت محسوس کرتی ہیں تو بلا تکلف اس کی نشاندہی کر دیتی ہیں۔ راقم کا زیر نظر مجموعہ کلام "فروغِ صبح تاباں" انہوں نے بار بار پڑھا اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے ۴۵ سالہ رفاقت کے دوران مجھے وسائل اور وقت کے حوالے سے جو حریت التصرّف (free Hand) دیا اس کی وجہ سے میں تحقیق وتصنیف اور شعر وادب کی دنیا میں، بالخصوص رضویات کے حوالے سے وہ خدمات انجام دے سکا، جو شاید اس کے

بغیر ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری رفیقۂ حیات کو صحت بالخیر کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے اور ہماری اولاد کو ان کی قدر کرنے کی توفیقِ رفیق اور ان کی حسب استطاعت خدمت کا موقع عطا فرمائے!(آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)۔

مجھے صحیح سن یاد نہیں غالباً ۱۹۸۸ء سے عظیم نعت گو اور تاریخ گو شاعر جناب عبدالقیوم طارق سلطان پوری (وفات ۲۰۱۴ء) علیہ الرحمۃ سے میری شناسائی تھی جو بعد میں محبت و عقیدت میں تبدیل ہو گئی۔ ان دنوں ہم سالانہ سیرت کانفرنس میں اسلام آباد جایا کرتے تھے، اور ہمارے ادارے کے بانی و صدر اوّل مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ (وفات ۱۹۹۲ء) بھی ٹیلیفون ڈپارٹمنٹ میں منیجر کی حیثیت سے کراچی سے اسلام آباد تبادلہ ہو کر چلے گئے تھے، انہوں نے اپنے سرکاری رہائش گاہ پر ہی ادارے کی ایک برانچ بھی قائم کرلی تھی۔ سید صاحب رحمۃ اللہ نے اس وقت کے وزیر پیٹرولیم جناب حاجی حنیف طیب صاحب زید مجدہٗ سے سفارش کر کے اپنا سرکاری کوارٹر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے نام منتقل کروالیا تھا۔ اور بحمد للہ آج تک ادارہ کی برانچ اور ایک لائبریری وہاں قائم ہے۔ سردست جناب کے۔ ایم۔ زاہد صاحب اس کے انچارج اور جناب خلیل احمد صاحب اس کے نگراں ہیں۔ سید ریاست علی قادری رحمۃ اللہ نے اسلام آباد میں بھی امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد شروع کر دیا تھا اور یہ سلسلہ ان کی وفات (۱۹۹۲ء) کے بعد بھی ۲۰۰۵ء تک جاری رہا لیکن افسوس کہ بعض مالی اور انتظامی مشکلات کی وجہ سے کانفرنس کے انعقاد کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جناب طارقؔ سلطانپوری صاحب سے سیرت کانفرنس اور امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر اسلام آباد میں ملاقات رہتی تھی۔ پھر وہ متعدد بار کراچی تشریف لائے تو یہاں بھی ملاقات رہی۔ جناب طارقؔ صاحب مرحوم مغفور راقم کے کلام کے بڑے مداح تھے اور نعت و منقبت مسلسل لکھتے رہنے کے لیے تحسینی کلمات کے ساتھ تشویق و ترغیب بھی دلاتے رہتے تھے۔ بزرگوں کی تعلیم و تربیت کا یہی طریقہ ہوتا ہے ورنہ یہ ناچیز تو ان کے سامنے ایک طفل

مکتب کی حیثیت رکھتا ہے۔ ۲۰۰۵ء میں ہم نے ادارے کی سلور جبلی کانفرنس کراچی اور اسلام آباد میں منعقد کی۔ ۲۰۰۸ء میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کی اشاعت کے صد سالہ جشن کے موقع پر ہم نے ادارے کی طرف سے کراچی میں ایک دوروزہ کنزالایمان کانفرنس منعقد کی۔ مذکورہ بالا دونوں کانفرنسوں میں جناب طارؔق سلطانپوری مرحوم و مغفور تشریف لائے۔ اس کے بعد ٹیلفونک رابطوں اور مراسلت کا سلسلہ شروع ہو گیا ۲۰۱۰ء کی کانفرنس میں ہم نے انہیں کراچی مدعو کیا تھا لیکن وہ اپنی علالت کے سبب تشریف نہ لا سکے ہمارے ادارے (ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا) نے فنِ نعت گوئی اور تاریخ گوئی میں ان کی اعلیٰ خدمات کے اعتراف میں ایک سند توصیف کے ساتھ کچھ رقم بھیجی تھی۔ عاجزی وانکساری کے وہ ایسے پیکر تھے وہ بار بار ہمارا شکریہ ادا کرتے رہتے تھے۔ اور احباب سے ذکر کرتے رہتے کہ ادارہ والوں نے مجھے ساتھ میں ایک خطیر رقم بھی بھیجی حالانکہ اس کی دس گنا رقم بھی ان کو دی جاتی تو ان کی خدمات کے سلسلے میں اس کی حیثیت کم ہوتی۔ مراسلتی رابطوں میں بھی پہل طارؔق صاحب کرتے تھے۔ خاص طور پر جب معارفِ رضا کا شمارہ انہیں ملتا تو اس میں شائع شدہ مضامین اور منظومات بالخصوص فقیر کے اداریئے، مضمون، یا منظوم کلام پر بڑے احسن انداز میں تبصرہ فرماتے اور زیرک اور عاجزانہ انداز میں اس کی کسی غلطی کی طرف اشارہ فرماتے۔ اس کے بعد میں نے یہ طریقہ اپنایا تھا کہ اپنا منظوم کلام معارفِ رضا میں اشاعت سے قبل انہیں پوسٹ کر دیتا تھا۔ ان کی نظر ثانی کے بعد معارفِ میں شائع کروا دیتا تھا۔ ادارہ کے تمام احباب کے لیے ہمیشہ دعائیہ کلمات اپنے خط میں لکھتے۔ ان کا آخری جملہ یہ ہوتا کہ "آپ اپنا مجموعہ کلام کب شائع کروا رہے ہیں؟ میری خواہش ہے کہ یہ میری حیات میں شائع ہو جائے۔" ان کی ترغیب و تشویق اور بار بار کی یاد دہانی پر راقم نے غالباً ۲۰۰۶ء میں اس وقت کا تمام کلام کمپوز کروا کر انہیں بھجوا دیا اور ان سے استدعا کی آپ اصلاحی نظر سے اس کا مطالعہ کریں اور جہاں مناسب سمجھیں اصلاح فرما کر دیوان

مجھے واپس بھیجدیں تاکہ پھر اس کی اشاعت کی تدبیر کی جائے۔ دیوان کے نام کے لیے انہوں نے "فروغِ صبح تاباؔں" عنوان پسند فرمایا تقریباً ایک ماہ کے بعد مجھے واپس کیا اور ساتھ ہی محشّی سید عبد اللہ شاہ قادری ابن حضرت مولانا نور محمد قادری علیہ الرحمۃ کا کلام تاباؔں پر ایک خوبصورت تبصرہ بھی بھیجا جو ہم نے معارفِ رضا میں شائع کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے "فروغ صبح تاباں" کے عنوان پر ایک تاریخی مادہ بھی (۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۶ء) ارسال کیا تھا۔ لیکن افسوس کہ کوشش بسیار کے باوجود نہ میرے پاس ملا اور نہ ادارے کے ریکارڈ میں، راقم کا خیال ہے کہ معارفِ رضا کہ کسی شمارہ میں وہ شائع ہوا ہے۔ اس کے بعد مجھے بنگلہ دیش کے متعدد سفر در پیش رہے۔ پھر ۲۰۰۹ء سے بیماریوں کا سلسلہ چل نکلا ۲۰۰۹ء میں دل میں پیس میکر لگا، ۲۰۱۱ء میں بائی پاس ہوا، ۲۰۱۲ء میں نمازِ فجر سے قبل واک کر کے مسجد جاتے ہوئے ٹھوکر کھا کر گرا، منھ اور ناک سے بہت زیادہ خون بہہ گیا۔ تقریباً ۲۰ / ۲۵ دن آغا خان ہسپتال میں بیہوش رہا۔ ڈاکٹروں نے جواب دیدیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ شافی و کافی اور قوی و علیم ہے اس نے سید عالم ﷺ کے صدقہ میں دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ شاید اس کو اپنے اس ناتواں بندے سے دین و مسلک کا کچھ اور کام لینا تھا۔ پوری دنیا سے اس گنہگار کے محبین SMS اور فون کے ذریعہ دعائیہ کلمات بھیجتے رہے۔ مساجد اور مدارس میں ختم قرآن ہوا اور "یَا سَلَامُ" کا ورد ہوا۔ مدینہ منورہ اور خانۂ کعبہ شریف میں خصوصی دعائیں مانگی گئیں۔ یہ سب مقبول ہوئیں اور اب فقیر اس قابل ہو گیا کہ دوبارہ گھر بیٹھے لکھنے پڑھنے کا کام کر سکتا ہے۔ اگرچہ رفتار بہت سست ہے۔ لیکن حیرت کن بات یہ ہے کہ منظوم کلام زیادہ سرعت سے قلمبند ہونے لگا جس پر عزیزی محبی پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید علمہٗ نے فرمایا: اگرچہ نثر نگاری میں آپ کا قلم کچھ سست پڑ گیا ہے، مگر موزونیِ طبع میں روزافزوں ترقی نظر آرہی ہے۔ نعت و منقبت کے اشعار فراوانی سے وارد ہو رہے ہیں، جن میں برجستگی، شائستگی، معانی انگیزی ہے۔ تو آپ ایسا کریں میرے صاحبزادے موسیٰ رضا ابھی حج بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں

آپ ان کے لیے ایک منظوم تہنیت نامہ لکھدیں۔ راقم نے ان سے کہا کہ آپ ان کے ساتھ حج پر جانے والوں کے نام لکھدیں، ان شاء اللہ ایک دو دن میں تہنیت نامہ لکھ دوں گا۔ جب احقر نے ان کی ایک مجلس میں یہ تہنیت نامہ پڑھا تو وہاں تشریف فرما اہلِ علم نے دل کھول کر داد دی تہنیت نامہ کا عنوان ہے "حجِ اکبر ہو مبارک حَبَّذَا موسیٰ رضا"۔

یہاں یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ اردو اور فارسی ادب کے ساتھ عربی ادب کا ذوق بھی مجھ ناچیز کو وراثۃً ودیعت ہوا تھا لیکن اس کی باقاعدہ تعلیم کی ابتداء ۱۹۸۳ء میں حبیب بینک کے ٹریننگ ڈویژن میں دو ابتدائی کورسز سے ہوئی۔ ۱۹۸۶ء میں عربک پروموشن سوسائٹی کراچی سے عربی ڈپلوما حاصل کیا۔ صرف ونحو کی تعلیم استاذ العلما حضرت علامہ مولانا نصر اللہ خاں (م۲۰۱۵ء) رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی، ان سے قدوری، بخاری شریف بھی کچھ دنوں تک پڑھی۔ یہ علامہ علیہ الرحمۃ کی صحبت اور تعلیم وتربیت کا نتیجہ ہے کہ آج اس ہیچمدان کو عربی کی اتنی شدھ بدھ ہے کہ عربی نثر و نظم بلا تکلف پڑھ لیتا ہے اور عربی شعر وادب سے بھی خاصا لگاؤ ہے۔ ۱۹۹۰ء میں جب راقم حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ کے ساتھ قاھرہ گیا تو وہاں جامعہ ازھر میں پہلی بار ایک امام احمد رضا کانفرنس جامعہ ازھر کے اردو استاذ محبّی دکتور حازم المحفوظ کی اعانت سے قسم اللغۃ العربیہ کے ہال میں منعقد کی اور وہاں عربی میں لکھی ہوئی تقریر علماء وطلبائے جامع ازھر کے سامنے بلا جھجھک پڑھی فلحمد للہ علی ذالك۔ اس سفر اور کانفرنس کی پوری روئداد معارفِ رضا ماہنامہ میں قسط وار شائع ہو چکی ہے۔ اب ان شاء اللہ جلد کتابی صورت میں سفر نامۂ قاھرہ کے عنوان سے شائع ہوگی۔ حضرت مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب اس کی کمپوزنگ تصحیح اور تہذیب وترتیب فرما رہے ہیں، امید ہے کہ ان شاء اللہ ایک ماہ کے اندر وہ اسے مرتب کرکے اشاعت کے لیے بھیج دیں گے۔

احباب کے اصرار پر راقم نے "فروغِ صبح تاباں" کی تصحیح کے بعد دوبارہ کمپوزنگ کروائی اور اس کی دو تین کاپیاں نکلوائیں اور ایسے شخص کی تلاش میں لگ گیا جو عالم و

فاضل ہونے کے ساتھ شعر و ادب کا بھی اچھا ذوق رکھتا ہو۔ میری نظر انتخاب عالم جلیل، فاضلِ نبیل، شاعر وادیب، محقق، مصنف محبّی وعزیزی مولانا مفتی ڈاکٹر حامد علی علیمی سلمہ الباری پر پڑی جن کے تحقیقی مضامین معارفِ رضا میں اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ راقم نے اپنے دیوان کی جدید انداز میں تدوین وترتیب کا کام ان کے سپرد کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وفضل میں برکت عطا فرمائے، انہوں نے خندہ پیشانی کے ساتھ اس کی ذمہ داری قبول فرمائی اور اپنے تدریسی، تصنیفی اور تحقیقی مشغولیات سے وقت نکال کر ایک ماہ کے اندر دیوان کی تصحیح وترتیب وتدوین کے بعد دوبارہ کمپوز کرا کے اس کی تین کاپیاں مجھے پیش کر دیں کہ اب آپ بھی اسے ایک بار دوبارہ ملاحظہ کرلیں اور جن حضرات سے تاثرات اور نقد و نظر تحریر کروانا ہے ان سے بھی لکھوالیں خود انہوں نے اپنے قلم سے ایک پیش گفتار سے اس کو مزیّن کیا جس کے لیے ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

راقم نے اس کی ایک کاپی فاضل محقق مولانا ثاقب رضا قادری سلمہ الباری (لاہور) کو بھیج دی اور ایک حضرت علامہ تابش قصوری مدظلہ کو بھیج دی۔ ثاقب رضا صاحب نے انٹرنیٹ پر ڈاکٹر مشاہد حسین رضوی زید مجدہٗ کو بھجوادیا۔ انہوں نے مطالعہ کے بعد ایک ہفتہ کے اندر ''فروغِ صبح تاباں'' پر ایک بھرپور تبصرہ تحریر کر کے انٹرنیٹ پر مولانا ثاقب رضا صاحب کی معرفت ہمیں بھیجا۔ ادارے کے احباب نے معارفِ رضا میں شائع کروادیا۔ اس نقد و نظر کی معارف میں اشاعت کے بعد قارئین کرام سمجھے کہ دیوان شائع ہوچکا ہے۔ چنانچہ بہت سے اہلِ علم حضرات کے راقم کے پاس فون اور SMS آئے کہ ''فروغ صبح تاباں'' کی ایک کاپی انہیں بھی چاہیے معارفِ رضا میں تبصرہ پڑھ کے مطالعہ کا اشتیاق پیدا ہوگیا ہے۔ اسی دوران رضویات کے معروف محقق اور بے شمار کتب کے مصنف، درویش صفت حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری مدظلہ العالی کا بھی فون آیا کہ ''آپ کے مجموعہ کلام کا نسخہ ابھی

تک مجھے نہیں ملا۔ معارفِ رضا میں اس پر ڈاکٹر مشاہد حسین صاحب کا تبصرہ نظر سے گذرا ہے'' ان کو بتایا کہ وہ ابھی زیرِ طباعت ہے اور اس کے شائع ہونے میں کچھ دیر ہے۔ ڈاکٹر مشاہد حسین رضوی زیدہ مجدہٗ نے انٹرنیٹ سے اس کا مطالعہ کیا ہے اور اپنا نقد و نظر معارف میں اشاعت کے لیے انٹرنیٹ پر بھیجا تھا، وہ شائع ہوا ہے۔ راقم سید صابر حسین شاہ صاحب کا بہت ممنون ہے کہ انہوں نے مجموعہ کلام پر نہ صرف پوری طرح نظر ڈالی ہے بلکہ اپنے قیمتی تاثرات سے بھی نوازا۔ ایک زمانہ تھا کہ راقم اس ''شہر وفا'' (شعر وادب کی دنیا میں) بیگانہ سمجھا جاتا تھا:

آپ شہر وفا میں اے تاباںؔ
اب تو بیگانہ سمجھے جاتے ہیں

لیکن اندرون وبیرون ملک میرے ان تمام محبین و مخلصین، اسکالرز، ادباء، علماء، شعراء، میرے والدین کریمین، اساتذۂ کرام، میری رفیقہ حیات، اہلِ خانہ، برادران، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے اراکین پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، برادرِ عزیز ریاست رسول قادری، حاجی عبد اللطیف قادری، پروفیسر دلاور خاں، پروفیسر ڈاکٹر حسن امام، ڈاکٹر ثاقب محمد خان، حاجی عبد الرزاق تابانی کمپیوٹر انچارج جناب مبشر خاں صاحب، (فقیر جناب مبشر خاں صاحب کا بالخصوص ممنون ہے کہ انہوں نے نہایت جانفشانی اور تندھی سے اس کی کمپوزنگ کی اور متعدد بار تصحیح کے بعد اس کی پوری پوری فائل کی حسبِ منشاء محبی ڈاکٹر حامد علیمی صاحب دوبارہ، سہ بارہ سیٹنگ کی، پریس میں جاتے جاتے آخری کلام تک شاملِ اشاعت کیا، فجزاہ اللہ خیرا) آفس سیکریٹری مولانا یوسف کمال صاحب، آفس اسسٹنٹ جناب سید مشاہد حسین صاحب ودیگر احباب جن کا میں سطور بالا میں ذکر کرچکا ہوں، کی حوصلہ افزائی، ترغیب وتشویق، اور کلام تاباںؔ پر نقد و نظر، مقدمہ و پیش گفتار کی صورت میں ان کے تحریری تاثرات نے کلام تاباںؔ کی وقعت

ومنزلت میں اس قدر اضافہ کر دیا کہ آج "فروغِ صبح تاباں" کی اشاعت کے بعد تاباں قادری بطور تحدیثِ نعمت یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

آج بزم شعر میں تاباں ہیں آپ
اللہ اللہ کیسی شہرت ہو گئی!

اس موقع پر اگر میں اپنے نہایت دیرینہ کرم فرما شخصیات کا شکریہ ادا نہ کروں تو ناسپاسی ہو گی۔ احقر محبی و محترمی الحاج نثار احمد صاحب اور عزیزی امجد سعید صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہے کہ جن کے مالی تعاون سے "فروغِ صبح تاباں" کی طباعت ممکن ہو سکی، فجزاہما اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔ محترمی الحاج نثار احمد صاحب غوث و رضا کے سچے عاشق ہیں۔ ان کا یہ معمول ہے کہ جب بھی مدینہ شریف تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں سے فون ضرور کرتے ہیں کہ "گنبدِ خضرا کے سامنے بیٹھا ہوں اور آپ کے لیے دعا کر رہا ہوں" اس سال گیارھویں شریف کے موقع پر بغداد شریف سے انھوں نے SMS کیا کہ "میں غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پہ حاضر ہوں اور آپ کے لیے دعا گو ہوں۔" احقر نے فوراً ان کو درج ذیل منظوم SMS کیا:

سلامِ بے خودی پہنچایئے　　غلامِ غوث ہوں بتلایئے
نثار غوث ہیں آپ　　فقیرِ غوث کو بلوایئے

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر ادا کرنے کے بعد یہ کمترینِ اُمّت اپنے آقاؤ مولیٰ، سید العالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور لاکھوں کروڑوں درود و سلام عرض کرتے ہوئے برملا یہ اعتراف کرتا ہے کہ

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات ابتک بنی ہوئی ہے

بلا شبہ سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس تک رسائی کا ذریعہ مرشدِ کریم سیدی و مولائی حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری اور جدِّ مرشد

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہاالرحمۃ والرضوان ہیں جن کی نظرِ کرم کے سبب آج اس ہیچمدان عاصی کو اہلِ علم و دانش سے اعزاز اور ستائش مل رہی ہے۔

رضاؔ کی چشمِ کرم ہے تاباںؔ کہ علم کی کر رہے ہو خدمت
تمہارے ساتھی رہیں سلامت، بصد شرافت سلامِ رحمت

حق یہی ہے کہ گذشتہ ۴۰ سال سے فکرِ رضا اور تعلیماتِ رضا کی تشہیر اور عالمِ اسلام میں اس کے ابلاغ کی خدمت اور نشر و اشاعت کی سعی و کاوش کا یہ نتیجہ ہے کہ آج اس ہیچمدان کی شعری اور نثری نگارشات کو اہلِ علم و فراست میں پذیرائی مل رہی ہے۔ ورنہ شاید یہ راقم کم مایہ گوشۂ گم نامی میں ہوتا اور اس کا جاننے والا کوئی نہ ہوتا۔ حافظؔ شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) نے شاید ہم جیسے لوگوں کے لیے ہی یہ شعر کہا ہے۔

ہم کامِ من بخدمتِ تو گشتہ منتظم
ہم نامِ من بمدحتِ تو گشتہ جاوداں

(ترجمہ: میرا مقصد حیات بھی تیری خدمت گزاری سے درست ہوا، اور میرا نام بھی تیری تعریف و توصیف کے صدقے دائمی ہو گیا۔)

زندگی کے یہ ایام اب بڑی تیز رفتاری کے ساتھ اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہے ہیں ایسے میں یہ ناچیز اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعاگو ہے اور اپنے مخلص و محب احباب سے بھی اسی دعا کی گذارش ہے کہ میرا خامۂ خام، حیاتِ مستعار کے آخری ایام تک مدحتِ سرکارِ خیر الانام (صلی اللہ علیہ وسلم) اور توصیفِ محبّانِ رسولِ ذوی الکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھتا رہے، اور میری زبان اور دل اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے تر و تازہ رہیں اور سیّدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ والرضوان کا دامنِ کرم مضبوطی سے یہ گنہگار اپنے ہاتھوں میں تھامے رہے۔

راقم نے اپنے ایک منظوم خط میں محب ومکرم حضرت علامہ تابشؔ قصوری مدظلہ العالی سے بھی اسی دعا کی درخواست کی ہے۔

دعا یہ کیجئے جنابِ تابشؔ کہ وقتِ آخر قریب ہے اب
نہ چھوٹے دامانِ اعلیٰ حضرت، زہے عنایت، سلامِ رحمت

آمین! بجاہِ النبی الامین الکریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔ والصلوۃ والسلام علی رسولہ النبی الکریم۔

احقر العباد
سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری غفرلہ ولوالدیہ
صدرِ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (انٹرنیشنل)، کراچی
۳۰؍ شعبان المکرم ۱۴۳۶ھ / ۱۸؍ جون ۲۰۱۵ء

فروغِ صبحِ تاباں

حمد باری تعالیٰ

حمدِ باری تعالیٰ

میں حمد کیسے لکھوں رب کی اپنے لفظوں میں
شمار آسکے جس کی عطا نہ ہندسوں میں

وہ رب ہے مالک و مختار ہے سب کا
ہیں نیک و بد سبھی مخلوق اس کے بندوں میں

فنا کے بعد بقائے دوام ہے جن کو
کچھ ایسے خاص بھی ہوتے ہیں اس کے بندوں میں

قرآن کا ہے یہ فتویٰ شہید زندہ ہیں
تمہیں شعور نہیں، ہیں یہ زندوں میں

جو منکرینِ نبی ہیں، اصل میں مردہ ہیں
شمار ہوتے ہیں وہ لوگ گرچہ زندوں میں

الٰہی تجھ سے دعا ہے کہ قربِ وقتِ نزع
ترے حبیب ﷺ کا جلوہ ہو میری کی نظروں میں

گناہگار ہوں لیکن یہ آرزو ہے کریم
مروں مدینے میں آقاوﷺ کے پاک قدموں میں

مرا یہ شوقِ درود وسلام زندہ باد!
رہوں گا روزِ قیامت میں ان کی نظروں میں

وہ ذوقِ مدحتِ آقاﷺ عطا ہو تاباںؔ کو
کہ اُٹھے صبحِ قیامت یہ سرخ روؤں میں

مناجات

اک دعا

محفل تھی اِک دعاؤں کی
ہم نے بھی اِک دعا کی
خوش رہیں سب سدا یہاں
مرے ساتھ بھی مرے بعد بھی

(۵/اپریل، ۲۰۱۳ء)

بحضورِ غفور رحیم جلّ جلالہ

تو رحمتِ تمام ہے اپنے حشم کو دیکھ
عصیاں مرے نہ دیکھ تو اپنے کرم کو دیکھ

یا رحم الرحیم! ہوں میں خستہ حالِ دل
میرا عمل نہ دیکھ میری چشم نم کو دیکھ

الٰہی کرم کی تو مجھ پر نظر کر
مری خستہ حالیِ دل پر نظر کر

میں لائق نہیں تیری بخشش کے لیکن
کریمی کو دیکھ اپنی مجھ پر نظر کر

نعت

نعتِ معطّر

(جمادی الآخر، ۱۴۳۳ھ / ۱۰/ مئی ۲۰۱۲ء، کراچی)

آیۂ "جَاؤکَ" پڑھ کر سبز گنبد دیکھ کر
جان دیدیں ان کے در پر سبز گنبد دیکھ کر

"موت آئے کلمہ پڑھ کر، سبز گنبد دیکھ کر*"
اوج پر پہنچے مقدر سبز گنبد دیکھ کر

کون جانے یہ گھڑی بھی پھر ملے یا نہ ملے
رحمتوں سے جھولیاں بھر سبز گنبد دیکھ کر

جنّتِ قلب و نظر ہیں وہ سنہری جالیاں
شادماں عشّاقِ سرور سبز گنبد دیکھ کر

راندۂ نعلینِ اقدس سنگریزوں کے نصیب
بن گئے وہ لعل و گوہر سبز گنبد دیکھ کر

مَستِ بوئے عشقِ سرور پڑھ رہے ہیں جھوم کر
السّلام اے روحِ انور! سبز گنبد دیکھ کر

آیۂ کوثر کا دل میں اور صلّی اللہ کا
ورد جاری ہے زباں پر سبز گنبد دیکھ کر

ان کا عاشق ہو کہیں بھی پڑھتا رہتا ہے سلام
ہاتھ باندھے، سر جھکا کر، سبز گنبد دیکھ کر

امتحانِ عشق ہے یہ! سجدۂ بے تاب کو
دل مچل جاتا ہے اکثر سبز گنبد دیکھ کر

صبحِ دم طیبہ میں آ اور کلمۂ پرنور پڑھ
جان و دل ہوں گے منوّر سبز گنبد دیکھ کر

ان کے نقشِ پا کو دیکھا آنکھ ٹھنڈی ہو گئی
عقل و جان و دل معطّر سبز گنبد دیکھ کر

چشمِ گریاں، قلبِ شاداں، روح تاباں ہو گئی
ہو گیا روشن مقدّر سبز گنبد دیکھ کر

نوٹ: ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے آفس سیکریٹری جناب ندیم احمد ندیم نے فقیر کو خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مبلّغِ اعظم حضرت شاہ محمد عبدالعلیم صدّیقی میرٹھی کے بڑے بھائی حضرت مولانا نذیر احمد صدّیقی خجندی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کی ایک نعت کے مطلع: آنکھیں روشن، دل منوّر سبز گنبد دیکھ کر* ناز کرتا ہے مقدّر سبز گنبد دیکھ کر، کے ساتھ اِسی نعت کی زمین میں اپنا ایک شعر: موت آئے کلمہ پڑھ کر سبز گنبد دیکھ کر* ایسا روشن ہو مقدّر سبز گنبد دیکھ کر، بہ ذریعہ ایس ایم ایس بھیجا۔ فقیر نے ایس ایم ایس ملاحظہ کر کے ندیم صاحب ہی کے مصرع: موت آئے کلمہ پڑھ کر سبز گنبد دیکھ کر کو مصرع طرح بنا کر یہ نعت شریف لکھی ہے۔ (سید وجاہت رسول قادری)

نعت شریف

شہِ دو سرا کا مقام اللہ اللہ
خدائی ہے زیرِ نظام اللہ اللہ

عمل میں، نظر میں، بیاں میں، خبر میں
مجسم خدا کا کلام، اللہ اللہ

تری رہ گذر کی قسم کھائے قرآں
تری خاکِ پا کا مقام اللہ اللہ

بجھاتا ہے جو پیاس تشنہ لبوں کی
وہ جانِ محبت کا نام اللہ اللہ

ہے صبحِ مبارک ترا روئے انور
تو گیسوئے مشکیں ہے، شام اللہ اللہ

کوئی در سے خالی نہ لوٹا کبھی بھی
وہ ہے شانِ والا کرام اللہ اللہ

جبینِ عقیدت جھکائی ہے جس نے
ہوا بس وہ عالی مقام اللہ اللہ

جہاں سے ہو بے شک وہ سنتے ہیں آقا
لبوں پر جب آجائے نام اللہ اللہ

ابھی جی اٹھیں کشتگانِ محبت
جو آئیں وہ نازک خرام اللہ اللہ

مہک اٹھیں گلیاں جدھر سے وہ گذرے
پسینہ کی مشکیں مشام اللہ اللہ

بڑی خوش نصیبی تھی جو کام ہوتا
درِ مصطفےٰ (ﷺ) پر تمام اللہ اللہ

اٹھوں روزِ محشر میں تاباںؔ یہ کہتا
حبیبِ خدا (ﷺ) پر سلام اللہ اللہ

۱۹۶۲ء مئی راجشاہی

نعت شریف

گلشن میں آج دھوم یہ کس دیدہ ور کی ہے
اندھے دلوں میں روشنی یہ کس قمر کی ہے

عُشاق کو بس آرزو روضے کے در کی ہے
تسبیح ان کے نام کی شام و سحر کی ہے

آتے ہیں سر سے چل کے یہاں شاہ اور گدا
"یہ بارگاہ مالکِ ہر خشک و تر کی ہے"

وہ دیکھتے ہیں حاضر و ناظر حضور(ﷺ) کو
جن کو میسر آگہی قلب و نظر کی ہے

احوالِ نیک و بد سے ہمارے ہے آگہی
مختارِ کل ہیں ان کو خبر بحر و بر کی ہے

دنیائے کفر در پئے آزار ہے حضور(ﷺ)!
اُمّت کی بے کَسی پہ ضرورت نظر کی ہے

ظلم و ستم کے عہد میں اے دورِ کائنات!
تجھ کو ضرورت آج پھر اُس چارہ گر کی ہے

ہم سا گناہگار ہو یا ہو وفا شعار
اس رحمتِ تمام سے اُمید ہر کی ہے

ہے وقت نزع آیئے آقائے دو جہاں(ﷺ)!
اب آپ کے مریض کی منزل سفر کی ہے

نعتِ رسول و مدحتِ سرکارِ دو جہاں(ﷺ)
احمؔد رضا کی یاد میں محفل شہر کی ہے

عشق نبی کے نور سے تاباںؔ ہے ذوقِ نعت
بزمِ سخن میں دھوم رضاؔ تاجور کی ہے

فر۸۶ھ مطابق ۱۳/ جون ۱۹۶۶ء

نعت شریف

تصویر جس میں تیری ہمیشہ رہا کرے
اے ساقیِ مدینہ وہ شیشہ عطا کرے

"ماہِ مدینہ اپنی تجلّی عطا کرے"
رخ کی ضیا سے شیشۂ دل کی جلا کرے

اے تاجدارِ کشورِ مَاکَانَ مَا یَکُون(ﷺ)
امت کو پھر وہ عظمتِ رفتہ عطا کرے

وہ جس کو اپنے دامنِ رحمت میں ڈھانپ لیں
کیا گردشِ زمانہ پھر اس کا برا کرے

ان کا خیال ان کا تصور ہو روز و شب
اپنی یہ زندگی یونہی گزرے خدا کرے

بخشش کرم نوازشیں پیہم عنایتیں
ہر امتی پہ اپنے اگرچہ خطا کرے

کیا خوف اس کو اہلِ زمانہ کا ہو بھلا
جو بندگیٔ تاجورِ ھَل اَتی کرے

اس کی جبیں ہے رشکِ مہ و مہر بے شبہ
سجدے جو خاکِ طیبہ پہ ہمدم ادا کرے

سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، اور آتے مدد کو ہیں
مظلوم جب بھی کوئی تڑپ کر ندا کرے

بزمِ رضاؔ ہے ان کے دِوانوں کی انجمن
رحمت خدائے پاک بفیضِ رضاؔ کرے

بزمِ رضاؔ میں شمعِ مدینہ کا نور ہے
روشن یہ انجمن رہے یونہی خدا کرے

تاباںؔ رخِ حضور(ﷺ) سے روشن ہے کائنات
خورشید کیوں نہ آپ سے کسبِ ضیا کرے

سجدے میں جائے، خاک ملے، جان دیدے پھر
پہنچے جو در پہ آپ کے تاباںؔ خدا کرے

۱۱/ مئی ۱۹۶۹ء مطابق ۲۱/ صفر ۱۳۸۷ھ

نعت شریف

میں نثار جاؤں آقا یہ کمال ہے وہ عطا میں
اسے مل گیا بے مانگے جسے پایا التجا میں

ہے اسی کا نظم ہستی ہے اِسی کا یہ زمانہ
جو مٹا دے اپنی ہستی شہِ دین کی وفا میں

یہ مکاں کہ لامکاں ہو وہ ہمیشہ خوش رہے گا
کہ گزر بسر ہو جس کی غم یادِ مصطفیٰ(ﷺ) میں

کہیں مہر بن کے چمکی کہیں نور بن کے برسی
کہ ہزاروں جلوے پنہاں ہیں نگاہِ مصطفیٰ(ﷺ) میں

کوئی جا کے اُن سے پوچھے وہ جو تھے عرب کے وحشی
کہ یہ کیسا راز پنہاں تھا نگاہِ مصطفیٰ(ﷺ) میں

جسے دیکھنی ہو جنت مرے ساتھ آئے طیبہ
کہ ہے جنتوں کی جنت اسی گوشۂ وفا میں

جو غلامِ مصطفیٰ(ﷺ) ہے وہی کامراں ہے ہمدم
یہ جہانِ رنگ و بو میں وہ جہانِ ماسوا میں

وہ جمالِ حسنِ ہستی کہ نظر نظر فروزاں
وہ کمالِ خُلقِ حسنہ کہ مثال انبیا(علیہم السلام) میں

جو کریم ہیں وہ آقا تو یہ کیسا خوفِ محشر
نہیں دیکھ سکتے ہم کو وہ خرابی و سزا میں

وہ جلال کہ ہیں لرزاں شہِ شاہِ روم و فارس
وہ جمال کہ ہیں حیراں عدو خانۂ خدا میں

درِ مصطفٰے (ﷺ) ہو سر ہو، رخِ مصطفٰے (ﷺ) ہو دل ہو
یوں ہی جان دیدوں یا رب کہ ہے زندگی فنا میں

مری زندگی کے تاباںؔ یہی چاند اور ستارے
مرے اشک جو ہیں ٹپکے کبھی یادِ مصطفٰے (ﷺ) میں

۱۴ر جون ۱۹۶۹ء

......*

جاں برائے تو یارسول اللہ ﷺ

جاں برائے تو یارسول اللہ (ﷺ)
دیدہ جائے تو یارسول اللہ (ﷺ)

سر بہ پائے تو یارسول اللہ (ﷺ)
جاں فدائے تو یارسول اللہ (ﷺ)

من گدائے تو یارسول اللہ (ﷺ)
خاک پائے تو یارسول اللہ (ﷺ)

شُدہ مستم بر آرزوئے لِقا
بہ مزارِ تو یارسول اللہ (ﷺ)

بامحبت ترا محمد (ﷺ) خواند
خود خدائے تو یارسول اللہ (ﷺ)

لذّتِ شوقِ دیدِ عارضِ تو
یک عطائے تو یارسول اللہ (ﷺ)

باغِ عالم شگفتگی دارد
از جمالِ تو یارسول اللہ (ﷺ)

ماہ را کرد ربِّ تو دونیم
بر اشارے تو یارسول اللہ(ﷺ)

مومن آنکہ صلوٰۃ بر خواند
درخیالے تو یارسول اللہ(ﷺ)

کافر آنست کو نمی داند
عزّوشانِ تو یارسول اللہ(ﷺ)

گرچہ عصیاں ہزار، غم نیست
برنبائے تو یارسول اللہ(ﷺ)

ہر کہ آنست درہمہ آفاق
مبتلائے تو یارسول اللہ(ﷺ)

غم ندارد زِبیم ہر کہ رَوَدْ
درحِصَارے تو یارسول اللہ(ﷺ)

جاں سپارد بددردِ شوقِ لِقا
جاں نثارے تو یارسول اللہ(ﷺ)

بزم گیتی شدہ زِکتم عدم
ازبرائے تو یارسول اللہ(ﷺ)

بو بکر یافتہ لقب صدیق (رضی اللہ عنہ)
باوفائے تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

سیفِ مسلولِ حق بہ دستِ عمر (رضی اللہ عنہ)
حفظِ شانِ تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

یافت عثمان دولتِ "نورین" (رضی اللہ عنہ)
باچراغِ تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

آں علی مرتضیٰ زوجِ بتول (رضی اللہ عنہما)
سرِّ دارِ تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

مظہر حُسنِ خُلقِ اَجملِ تو (رضی اللہ عنہم)
اہلِ بیتِ تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

آں حُسینے شہیدِ کرب وبلا (رضی اللہ عنہ)
گلعزارِ تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

جان دادش بہ عظمتِ دینت
بررضائے تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

نہ تو انم نوشت مدحتِ تو
دل فگارے تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

دل سرا پردۂ محبتِ تو
دیدہ جائے تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

عشقِ تو ساز و برگِ من است
ایں عطائے تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

خوش چمنست عارضت واللہ
خوش کلامے تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حسن تو دائماً بہ اوج و کمال
امتیازے تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

نجم اصحابت اند و کشتیِ نوح
آلِ پاکِ تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

باشرف اندو زندۂ جاوید
عاشقانِ تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

والضحیٰ و مزمّل و طٰہٰ
سَرَاپائے تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

جملہ قرآن حق فرستادہ
در ثنائے تو یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

مظہرِ شانِ لایزال توئی
اے کمالِ تو یارسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم)

مطلعِ شانِ عظمتِ اخلاق
جسم وجانِ تو یارسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم)

بارگاہت ببندگی یابم
اعتلاءِ تو یارسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم)

توئی مولائے کل و ما ہمہ ایم
عبدِ آلِ تو یارسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم)

عشقت ہرروز بادا افزوں تر
با دُعاءِ تو یارسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم)

صرفِ ایں چشم کیست تاباںؔ را
جز لقائے تو یارسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم)

نعت شریف

شفاعت رسول(ﷺ) کی

جس نے بھی کی ہے دل سے اطاعت رسول(ﷺ) کی
ہوگی نصیب اس کو زیارت رسول(ﷺ) کی

رکھتا ہے جو بھی دل میں اِرادت رسول(ﷺ) کی
حاصل اسی کو ہوگی شفاعت رسول(ﷺ) کی

طاعت ہے حق تعالیٰ(عزوجل) کی طاعت رسول(ﷺ) کی
لازم ہے ہر بشر پر اطاعت رسول(ﷺ) کی

دنیا، مزار، حشر، جہاں ہیں رفیق ہیں
صدیق کا مقام وزارت رسول(ﷺ) کی

راشد ہیں اور ارشد و اتقیٰ ہیں یارِ غار
ترکیب میں ہے خاص خلافت رسول(ﷺ) کی

فرشِ زمیں سے عرش بریں تک ہے غلغلہ
ہے کس قدر بسیط ریاست رسول(ﷺ) کی

اَرض و سماء نہیں، انہیں عرشِ عظیم تک
سکّہ رسول کا ہے حکومت رسول(ﷺ) کی

اے شوق ان کے قدموں میں بسمل بنادے تو
ہو وقتِ نزع جب بھی زیارت رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) کی

گرچہ گنہگار ہوں لیکن بفضلِ رب
ہر وقت میرے لب پہ ہے مدحت رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) کی

اعمال کچھ نہیں مرے اس کے سوا کہ بس
لب پہ درود، دل میں ہے چاہت رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) کی

شرط ایک ہے نجات کی، کیسا ہی ہو عمل
دل میں ضرور اس کے ہو اُلفت رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) کی

دونوں جہاں میں غالب واقویٰ رسول ہیں(صلی اللہ علیہ وسلم)
کیونکہ "یداللّٰہی" کی ہے طاقت رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) کی

روشن ہے کائنات اسی حسنِ تمام سے
جھلکے ہے ہر کلی میں صباحت رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) کی

کیا رعب حُسن کا ہے کہ چشمانِ عاشقاں
اٹھنے ہی نہیں دیتی وجاہت رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) کی

"یُحْبِبْکُمُ اللہ" کا مژدہ اسے ہے جو
کرتا ہے صدق دل سے اطاعت رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) کی

جنّ وبشر کو دعوتِ حیّ علی الفلاح
اللہ کی برہان ہے سطوت رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) کی

اک نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی کائنات
دیکھے تو کوئی جرأت و صولت رسول(ﷺ) کی

دونوں جہاں کا بارِ امانت اُٹھالیا
بے مثل ہے شجاعت و طاقت رسول(ﷺ) کی

رخ سے عیاں مشاہدۂ حق کا نور ہے
رشکِ ملائکہ ہے عبادت رسول(ﷺ) کی

دنیا میں وہ لعین ہے، عقبیٰ میں بھی لعین
رکھتا ہے جو بھی دل میں عداوت رسول(ﷺ) کی

سب اپنے اپنے دور کے مہتاب بن گئے
پائی ہے جس نے جتنی رفاقت رسول(ﷺ) کی

اصحاب سب نجوم ہیں اُمّت کے واسطے
کشتی ہے بحرِ زیست میں عترت رسول(ﷺ) کی

تِلْکَ الرُّسُل کا راز یہ معراج میں کھلا
نبیوں کی اقتداء تھی، امامت رسول(ﷺ) کی

رُخ جس طرف پھرا ہے اُجالا ہی کرگیا
خوشترزِ مہرو ماہ ہے صورت رسول(ﷺ) کی

آفت میں پھنس گئے ہیں منافق بروزِ حشر
رکھتے نہ کاش دل میں عداوت رسول(ﷺ) کی

عالم پناہِ عاصیاں ہے، دامنِ کرم
اللہ کی امان ہے امانت رسول(ﷺ) کی

جو بھی درود پاک کا عامل ہے اس کے گرد
پہرہ پہ ہیں فرشتے حفاظت رسول(ﷺ) کی

ہر شعبۂ حیات کو ملتی ہے روشنی
اللہ کا ہے نور، ہدایت رسول(ﷺ) کی

ظلمتکدۂ دَہر میں روشن چراغ ہے
نورٌ علیٰ نور ہے سیرت رسول(ﷺ) کی

ہیں اَفْصَحُ النّاس اور جَوَامِعُ الْکَلِم
قرآں کی زباں ہے فصاحت رسول(ﷺ) کی

یارب دعا ہے مُرشِدی نوریؔ کے فیض سے
مجھ کو عطا ہو حشر میں قربت رسول(ﷺ) کی

تاباںؔ دعا یہ کرتا ہے یارب کہ خواب میں
اک بار تو عطا ہو زیارت رسول(ﷺ) کی

تاباںؔ سے کیسے ممکن ہو مداحیِّ رسول(ﷺ)
بس یہ کہ ہو نصیب شفاعت رسول(ﷺ) کی

۳۰/اپریل ۲۰۱۳ء

نعت شریف

دل کو خیالِ پیکر جانا نہ چاہیۓ
سر کو بھی آستانۂ جانانہ چاہیۓ

جس کو دیارِ قدس میں کاشانہ چاہیۓ
احمد رضا کی رہ اسے اپنانا چاہیۓ

ساری حیات یونہی بھٹکتے پھرو گے تم
آقا کے در کو چھوڑ کے جانا نہ چاہیۓ

وہ ہیں کریم ان کا خدا بھی کریم ہے
دروازۂ کریم سے جانانہ چاہیۓ

ربِّ العُلیٰ کی دَین سے مختارِ کل ہیں وہ
اپنا سا اک بشر انہیں کہنا نہ چاہیۓ

جو بھی پھرا ہے ان سے جہنم میں وہ گیا
بابِ نبی کریم(ﷺ) سے پھرنا نہ چاہیئے

گستاخ ہے جو سید عالم(ﷺ) کا، کوئی ہو
مومن کو اس سے ملنا ملانا نہ چاہیئے

میلادِ مصطفی(ﷺ) کے جو منکر ہیں دوستو!
محفل میں ان کو اپنی بلانا نہ چاہیئے

کلکِ رضا ہے شرحِ اَشِدّٓ آءُ عَلَی الْکُفر
اس کے عمل کو ہم کو بھی اپنانا چاہیئے

آساں ہیں تینوں منزلیں، نزع، مزار، حشر
دل میں فقط تصوّرِ جانا ناں چاہیئے

روکے ہمیں جو ذکرِ خدا(جل جلالہ) و رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) سے
اُس مشغلے میں دل کو لگانا نہ چاہیئے

دستِ کرم سے ان کے ملے گی ضرور بھیک
در ان کا چھوڑ کر کہیں جانا نہ چاہیئے

ایمان کی سلامتی چاہو تو اے عزیز!
کثرت درودِ پاک کی روزانہ چاہیئے

صَلُّوا عَلَی النّبِیّ میں ہر غم کا ہے علاج
کثرت سے یہ عمل ہمیں دہرانا چاہیئے

جنّت کی راہ داری پہ اس کی نظر ہو کیا
مشتاق کو تو بس درِ کاشانہ چاہیئے

جاں سے عزیز جس کو ہے ایمان ودیں اسے
سنگِ درِ حبیب سے اٹھنا نہ چاہیئے

چاہے جو پردہ دارِیِ اعمالِ حشر میں
وردِ درودِ پاک اسے اپنانا چاہیئے

حُبِّ رضا کسوٹی ہے حُبِّ رسول(ﷺ) کی
اس پر پرکھ کے دوست کو اپنانا چاہیئے

آیاہے "فَاتَّبِعُونِی" قرآنِ پاک میں
یہ ہی صراطِ حق ہمیں اپنانا چاہیئے

فتنوں کا سدِّ باب جو چاہو تو مومنو!
سنّتِ رسولِ پاک(ﷺ) کی اپنانا چاہیئے

سارے جہاں میں غلبۂ اسلام کے لیے
کردارِ مصطفیٰ(ﷺ) ہمیں اپنانا چاہیئے

آساں نہیں شہادت وتسلیم کا مقام
خونِ رگِ حیات کا نذرانہ چاہیئے

رب العُلیٰ کی ذات کے عرفان کے لیے
عشقِ رسول پاک(ﷺ) کا پیمانہ چاہیئے

تاباںؔ کو کیسا خوف اور کیسا الم کہ جب
مشکل کشا نبی(ﷺ) ہو تو ڈرنا نہ چاہیئے

*****

نعت برنگ تغزّل

سارا عالم ہے گرفتارِ جمالِ روئے دوست
ساری، ہستی درکمندِ زلفِ عنبر بوئے دوست

ہم وہ عاشق ہیں فدایانِ جمال روئے دوست
دونوں عالم کے عوض بھی ہم نہ دیں یک موئے دوست

ہے ہمارے دل کا قبلہ آفتابِ روئے دوست
اور ہماری جاں کا کعبہ خاکِ راہِ کوئے دوست

دافعِ رنج و اَلَم شیریں لَبیِّ جوئے دوست
مرہمِ زخمِ جگر ہے گفتگوئے خوئے دوست

ان کی زلفِ عنبریں سے مشکبار عالم تمام
گلشنِ کن میں ہے نکہت آفریں گیسوئے دوست

ہر گل و مُل جس نے پایا باغِ ہستی میں وجود
منبعِ آبِ حیات اس کے لیے ہے جوئے دوست

آتشِ عشقِ حقیقی جان کی اکسیر ہے
آں اِنعامِ خسروانہ درد و نقدِ روئے دوست

سارا عالم ہو تہہ و بالا، قیامت کیوں نہ آئے
پر نظر بیمارِ غم کی پھر بھی ہوگی سوئے دوست

سر پہ "ضبطِ شوق" کے احکام جاری تھے مگر
بے خودی میں دل ہوا ساجد بسوئے روئے دوست

سورج الٹے پاؤں لوٹے، چاند بھی دونیم ہو
براشارے ازکمانِ بر خَمِ ابروئے دوست

اک تمنائے لِقائے یار میں پہنچے جو خلد
جنّت الفردوس میں تھی گفتگوئے کوئے دوست

اک جھلک حسنِ ازل کی گر میسر آ سکے
دو جہاں کی نعمتیں کردوں نثار بَرُ روئے دوست

من گدائے خستہ حالم اور کجا اس کا وصال
ہاں مگر میں خواب میں دیکھوں جمالِ روئے دوست

اے صبا گر کشورِ محبوب کی جانب گذر
لادے مجھ کو نفحۂ گیسوئے عنبر بوئے دوست

عشق کے آرام جاں کا خلد میں ہے اہتمام
اک طرف جنّت کی کیاری اک طرف ہے کوئے دوست

نعت شریف

ذکرِ نبی (ﷺ) کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا

صبح و مسا درود میں پڑھتا چلا گیا
ہر کام خود بخود مرا بنتا چلا گیا

ذکرِ نبی(ﷺ) کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا
شیطان دیکھ دیکھ کے جلتا چلا گیا

پروانۂ نجات یوں بٹتا چلا گیا
ہر نعت پڑھنے والے کو ملتا چلا گیا

باچشمِ نَم جس نے بھی دی حاضریِؔ در
دنیا و آخرت میں سنورتا چلا گیا

ان کے حضور قوتِ گویائی سلب تھی(ﷺ)
اشکوں سے حالِ دل مگر کہتا چلا گیا

مختارِ کائنات(ﷺ) کی انگلی جو اٹھ گئی
سورج غروب ہو کے بھی اٹھتا چلا گیا

اسم رسول پاک(ﷺ) کا عامل ہوا ہے جو
بے خوف مشکلوں سے گذرتا چلا گیا

گستاخیِؔ رسول کا مجرم بروزِ حشر(ﷺ)
"خُذُوْهُ فَاقْتُلُوْهُ"[1] کے حکم پر دھنستا چلا گیا

عاشق، کہ دستگیری کو تھے پل پہ حضور(ﷺ) خود
وِردِ درود کرتا گذرتا چلا گیا

ان کے حضور سرکو جھکایا ہے جس نے بھی
خود سربلند ہو کے وہ چلتا چلا گیا

وِردِ درودِ پاک ہوا جب سے حرزِ جاں
میں ہر غمِ حیات سے بچتا چلا گیا

ذکرِ نبی(ﷺ) سے پھیرا ہے جس نے بھی اپنا رخ
وہ مشکلوں میں خود بخود پھنستا چلاگیا

اسمِ رسولِ پاک(ﷺ) کا عَامل ہوا ہے جو
بے خوف مشکلوں سے گذرتا چلا گیا

جوراستہ کہ بند تھا اپنے کلیم پر
اپنے حبیب(ﷺ) خاص پر کھلتا چلا گیا

جس پہ بھی ڈالی اک نظر میرے حضور(ﷺ) نے
سب این وآں سے آگے وہ بڑھتا چلا گیا

عاشق کو دیکھئے کہ صرف ان کے نام پر
فرطِ خوشی میں سر کو کٹاتا چلا گیا

جب بھی رہِ حیات میں بھٹکا ہے اُمّتی
رستہ درودِ پاک سے ملتا چلا گیا

مولودِ مصطفیٰ (ﷺ) پہ تھی مسرور کائنات
شیطاں مگر کہ پٹیتا روتا چلا گیا

مفتی و شیخِ نجد کے فتوؤں کے باوجود
چرچا رسول پاک (ﷺ) کا بڑھتا چلا گیا

ابلیس جتنی چاہے کرلے دشمنی مگر
ذکرِ نبی (ﷺ) کا شوق کہ بڑھتا چلا گیا

حِصنِ حَصینِ دین ہے میلادِ مصطفیٰ (ﷺ)
داخل جو اس میں ہوگیا، پھلتا چلا گیا

تعمیلِ "وَرَفَعْنَا" میں ہر دور کا مومن
میلاد مصطفیٰ (ﷺ) کا مناتا چلا گیا

اللہ رے وہ جسمِ مُعَطّر کی خوشبوئیں!
جس راستہ سے گذرے مہکتا چلا گیا

عشقِ نبی (ﷺ) کا جام بدستِ رضؔا ملا
چکّھا جو ایک بار تو پیتا چلا گیا

قطع بند

محشر میں جب رضا نے سلامِ رضاؒ پڑھا
مجمع بھی جھوم جھوم کے پڑھتا چلا گیا

ہر مدح خواں کے چہرہ کو رضوان دیکھ دیکھ
پروانۂ نجات اک لکھتا چلا گیا

نورِ نبی(ﷺ) سے تاباں مُنوّر ہوئی جو ذات
سورج اسی کا دہر میں چڑھتا چلا گیا[۳]

اللّٰھُم صَلِّ علی سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلِ سیدنا ومولانا محمد صلوٰۃً دائمۃً مقبولۃً تُوءَدِّی بِھا عَنّا حَقَّہُ الْعَظِیم

حوالہ

۱۔ اس میں اشارہ سُوْرَۃُ الدُّخَان، آیت ۴۷، کا: **خُذُوْہُ فَاعْتِلُوْہُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْم۔**
ترجمہ: اسے پکڑو ٹھیک بھڑکتی آگ کی طرف بزور گھسیٹتے لے جاؤ۔ (کنز الایمان)
۲۔ اس میں اشارہ ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے مشہورِ زمانہ قصیدۂ سلامیہ کے آخری دو اشعار کی طرف:

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضؔا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

۳۔ اس شعر کا مضمون اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی غوث اعظم رضی اللہ عنہ منقبت کے ایک شعر سے ماخوذ ہے۔

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
اُفقِ نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

نعت شریف

[حضرت طارقؔ سلطانپوری زید عنایتہٗ کے تہنیتِ عید سعید کے ایک قطعہ کے جواب میں۔ وجاہت]

طارقؔ نے یہ لکھ بھیجے ہیں کیا خوب ہی اشعار
اس بندۂ عاصی کو بھی ہو آپ(ﷺ) کا دیدار

یا سیّد الابرار کرم سیّد الابرار! (ﷺ)
تاباںؔ نے پڑھا اور کہا آمین کئی بار

ہم دونوں غلاموں پہ ہے بارشِ انوار
یا سیّد الابرار کرم سیّد الابرار! (ﷺ)

اے کاش مدینہ سے بھی آجائے یہ اخبار
چل تجھکو بلاتے ہیں جو ہیں مالک و مختار

یا سیّد الابرار کرم سیّد الابرار! (ﷺ)
اک دامن عالی کی مرے سرپہ ہے دستار

کیا ڈر مجھے پھر غم سے ہو کیا مجھکو سروکار
یا سیّد الابرار کرم سیّد الابرار (ﷺ)

دشمن کی ہے یلغار اور حاسد ہیں بداطوار
ہے دیں کا یہاں کام بہت مشکل ودشوار

یا سیّد الابرار کرم سیّد الابرار (صلی اللہ علیہ وسلم)

آخر یہ کہا جائیں غلام آپ کے سرکار

ہم کو ہو عطا اذن حضوریّ دربار

یا سیّد الابرار کرم سیّد الابرار! (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱؎ اس مصرعہ میں فقیر حقیر پر تقصیر کی طرف اشارہ، حضرت طارق سلطانپوری نے اپنے مصرعہ میں اس گنہگار کے لیے حسن ظن رکھتے ہوئے "اک بندۂ عابد وزاہد" تحریر فرمایا تھا۔ اللہ رب العزّت ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ناچیز کو ویسا ہی بنادے جیسا وہ حسنِ ظن رکھتے ہیں۔ (وجاہت تاباںؔ)

نعت شریف

فنافی المصطفیٰ(ﷺ) سے ہے فنافی اللہ کا حاصل
ہے عشق مصطفیٰ(ﷺ) ہی سے بقا باللہ کا حاصل

بِنا ذکرِ نبی(ﷺ) ہے، دعوۃ وتبلیغ لا حاصل
خسارا ہی خسارا ہے، خسارا ہی ہوا حاصل

بغیر ان کی محبّت کے نہیں ایمان ہے کامل
یہی قرآن کی دعوۃ یہی اسلام کا حاصل

فقط ان کی محبّت ہی رہِ ایمانِ کامل ہے
یہی "اَلْحَمد" سے ظاہر یہی "وَالنَّاس" کا حاصل

نہ ڈر اس کو جہنم کا، نہ جنّت کی تمنّا ہے
مدینہ پاک میں جس کو ٹھکا ناہوگیا حاصل

نہ ہوں مذکور جب تک وہ "حبیب رَبِّنَا الْاَعْلیٰ"
تو پھر تبلیغ بے معنی ہوئی تلقین لا حاصل

وہ ہی فردوس کے وارث بحکمِ رب تعالیٰ ہیں
بحمد اللہ ہوا جن کو نبی(ﷺ) کا نقشِ پا حاصل

جو ان کاذکر کرتا ہے، سلامی پیش کرتا ہے
نبی(ﷺ) کا سایہ رحمت اسی کو ہے ہوا حاصل

نبی(ﷺ) کی عزّت و عظمت کا منکر جو ہوا، واللہ
اسے دونوں جہاں میں بس خسارا ہی ہوا حاصل

عبث ہے زندگی اُس کی وہ ہے مردود عقبیٰ کا
جو دنیا میں نہ کر پایا نبی کا نقشِ پا حاصل

مرے سب کچھ ہیں آپ آقا، نہیں کچھ آرزو میری
ملے جو آپ مجھکو، گویا سب کچھ ہوگیا حاصل

حبیبِ کبریا(ﷺ) کی الفت وتعظیم کا رستہ
اسی پہ چل کے ہوتا ہے انعامِ کبریا حاصل

دفاعِ عزّتِ آقا کمالِ اصلِ ایماں ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو جینے کا ہے کیا حاصل!

وہ ہے خنّاس دنیا کا، وہ مردودِ خلائق ہے
نبی(ﷺ) کی عیب جوئی ہو کہ جس کی بات کا حاصل

وہ قرب خاص تک پہنچا ریاضِ خلد میں تاباںؔ
نبی(ﷺ) کے باغ میں جس کو ٹھکانا ہوگیا حاصل

یکم؍دسمبر ۲۰۱۴ء

نعت شریف

نبی(ﷺ) کی محبت ہے اصلِ ایماں

ہمہ رنگ و نکہت بہ حسنِ یگانہ
وہ تشریف لائے مگر فاتحانہ

نہ کوئی بہانہ، نہ کوئی فسانہ
کٹاتے ہیں عشّاق سر والہانہ

سوئے طیبہ ہوتے ہیں زائر روانہ
بہ اندازِ دلکش مگر والہانہ

اک امیدِ دیدارِ محبوبِ حق(ﷺ) کو
سوئے دار جاتے ہیں وہ فاتحانہ

نبی(ﷺ) کی محبت ہے اصلِ ایمان
یہ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ) کا سبق ہے یگانہ

یہ عشقِ نبی(ﷺ) کی کرامت ہی کہیئے
ہے نام انکا لیتا ادب سے زمانہ

سرِ بالیس کاش آئیں دمِ نزع آقا(ﷺ)
یہی ہے شبانہ دعا ملتجانہ

وہ ماویٰ وَ ملجا(ﷺ) ہر اس امّتی کے
کہیں بھی نہ ملتا ہو جس کو ٹھکانہ

شرم میری رکھ لینا محشر میں مولا(ﷺ)
کھلے جب وہاں میرا اعمالنامہ

صلوٰۃٌ سلامٌ عَلَیکَ اَلرّسول
رہے ورد میرا یہ روزو شبانہ

اٹھاتے ہیں سَر پھر یہ باغی خوارج
ہو تیغِ علی(رضی اللہ عنہ) کا اِنہیں تازیانہ

دلِ عاشقاں پہ ہو بارانِ رحمت
رُخِ دشمناں ہوں غضب کا نشانہ

جو گستاخ و باغی ہیں آقائے کل(ﷺ) کے
ملے اب نہ ان کو کہیں بھی ٹھکانہ

حبیبِ خدا(ﷺ) مالکِ کل جہاں(ﷺ)
ہیں خدّام سارے امامِ زمانہ

وہ کہتے ہیں ان کا زمانہ الگ تھا
میں کہتا ہوں ان سے ہے سارا زمانہ

حرم کی زمیں پر قدم سے نہ چلنا
چلو سر کے بل تم رہِ عاشقانہ

نہ جس دل میں ہو محبوبِ رب(ﷺ) کی محبت
وہ برباد ہے مثلِ ویران خانہ

پئے دیدِ حُسنِ رُخِ ماہِ طیبہ(ﷺ)
فرشتے بھی حاضر ہیں روزو شبانہ

مرا طائرِروح مدینہ جو پہنچا
تو خلدِ برسِ میں ملا آشیانہ

ولیّوں کو لَاتَحزَنُوا کا ہے مژدہ
صحابہ ہوئے نجم دور و زمانہ

سرِ حشر رکھنا بھرم اُس کا آقا(ﷺ)
کہ تاباںؔ ہے تیرا سگِ آستانہ

۲۳/ ۰۲/ ۲۰۱۵ء، کراچی

قطعہ بند

ہوش سے موسیٰ گئے اور طور جل کر راکھ تھا
کون لاسکتا ہے تابِ جلوۂ خوش روئے دوست

ہاں مگر اذنِ لقائے یار جس کو مل گیا
دیکھ سکتا ہے وہی حسن و جمالِ روئے دوست

دست گیرے ہر دوعالم کون ہے در ہر زماں
اے یداللہِ کمالِ لطف در بازوئے دوست

کب تلک پھرتے رہو گے یونہی تاباںؔ دل بدست
ہے علاجِ زخمِ خنداں جرعۂ داروئے دوست

۱۵/ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ، ۶/ جولائی ۲۰۱۲ء، کراچی

نعت برنگِ غزل

وہ کوثر ہم بھی دیکھیں گے، وہ پیالہ ہم بھی دیکھیں گے
رخِ انور کا پرتو ہے جو شیشہ ہم بھی دیکھیں گے

نہ کر بیٹھے یہ دیوانے جو سجدہ ہم بھی دیکھیں گے
وہ آئیں تو سرِ محفل نظارا ہم بھی دیکھیں گے

ذرا اے ساقیِ کُل اپنی نظروں سے پلانا تو
رہے گی کس کو ساغر کی تمنّا ہم بھی دیکھیں گے

یقیں ہے حشر میں ہوگا سماں میلادِ اکبر کا
سلام و نعت کا پڑھنا پڑھانا ہم بھی دیکھیں گے

زہے قسمت بصد جلوہ تصور میں وہ آئے ہیں
مکاں سے لامکاں تک اب اجالا ہم بھی دیکھیں گے

کہیں آئینۂ ہستی، کہیں اک جلوۂ انور
رخِ روشن کو کیا کہیّے کہ کیا کیا ہم بھی دیکھیں گے

ربیع النّور ہے، آرائشِ گیتی کے ساماں ہیں
چمن کے پھول، پتوں کا سنورنا ہم بھی دیکھیں گے

ذرا اے حسنِ کامل اک نظر ہم پر عنایت کی
تو پھر ان چاند تاروں کا چمکنا ہم بھی دیکھیں گے

یہی شمعِ محبت، ہر طرف جس کی ضیائیں ہیں
سدا دل میں رہی تاباںؔ تو جلوہ ہم بھی دیکھیں گے

حضورِ آقا سلام علیک

جنابِ سطوت سلام علیک حضورِ آقا سلام علیک
صبا کے دوشِ معنبریں پہ یہ کس کا مشکیں سلام آیا

یہی ہے ایمان کی کسوٹی اسی سے عقبیٰ میں کام کیجئے
حضور طیبہ سے بڑھ کے کوئی نہیں ہے دنیا میں کام اچھا

درود پڑھیئے سلام پڑھیئے ہو جتنا ممکن یہ کام کیجئے
اسی سے حاصل تمہیں اے تاباںؔ نبی اکرم کا جام ہوگا

(نوٹ): یہ نعت شریف فقیر نے صاحبزادہ سطوت رسول قادری سلمہ الباری اور میری بہو شاہینہ سطوت کے حجِ بیت اللہ کے سلسلہ میں مدینہ شریف پہنچنے کی اطلاع ملنے پر فی البدیہہ کہی ہے۔

ہم بھی مدینے جائیں گے

ہم بھی مدینے جائیں گے ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کے
ان پہ سلام بھیجیں گے ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کے

اللہ نے چاہا جائیں گے ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کے
احوالِ دل سنائیں گے ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کے

آقا ہمیں بلائیں گے سرکو جھکا کر جائیں گے
نعت رضا سنائیں گے ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کے

ہم عرضِ دل سنائیں گے مانگی مراد پائیں گے
لاکھوں سلام بھیجیں گے ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کے

پہنچے جو ہم بھی روضے پہ دیکھا کھڑے ہیں صف بصف
حُسان و جَامی تا رضا ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کے

غم نہ ریاست تم کرو تم بھی ہمارے ساتھ ہو
بھائی تمام جائیں گے ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کے

تاباؔں کو ہے یقین یہ مرشد نوری ہیں رہبر
پیچھے ہم انکے جائیں گے ہاتھ پہ ہاتھ باندھ کے

آؤ رسولِ پاک (ﷺ) سے عہدِ وفا کریں

(عید میلاد النبی (ﷺ) کے موقع پر)

آؤ رسولِ پاک سے عہدِ وفا کریں (ﷺ)
شکرانۂ مولود میں سجدے ادا کریں

عیدوں کی عید آج ہم کچھ یوں ادا کریں
کثرت درودِ پاک کی صبح و مسا کریں

دل کو نبی کی راہ سے پھر آشنا کریں (ﷺ)
نقشِ قدم کو چوم کر سجدے ادا کریں

دل کو رخِ حضور کا جلوہ نما کریں (ﷺ)
رب العلی کی ذات کا یوں آئینہ کریں

آقا کرم ہو ایسا کہ ہم بھی نمازِ عشق (ﷺ)
سنگِ درِ حضور پر جا کر ادا کریں

تاباںؔ ہو اپنی ذات میں اک مطلع الفجر
"صلّوا علی الحبیب" کا ہم اِدّعا کریں

(۱۲/ ربیع النور، ۱۴۳۷ھ، ۲۶/ دسمبر ۲۰۱۵ء)

تضمینِ نعت

تضمینِ نعت

کلام: امام احمد رضا تضمین نگار: سید وجاہت رسول قادری، کراچی ۱۹/ فروری ۲۰۱۱ء (تاریخ ولادت ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ /۱۶/ جولائی ۱۹۳۹ء)۔ وجاہت صاحب کی وصیت ہے کہ درج بالا نعت و تضمین کے ابتدائی دو شعر کو "میری قبر کے کتبے پر لکھا جائے"۔

جو ذوقِ نعتِ رضؔا کا سراغ لے کے چلے
وہ اپنے سینے میں بخشش کا باغ لے کے چلے

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کے چلے

ثنائے خواجہ سے بھی کوئی کام بڑھ کر ہے
سلامِ روضہ سے بھی کوئی کام بڑھ کر ہے

حضورِ طیبہ سے بھی کوئی کام بڑھ کر ہے
کہ جھوٹے حیلۂ و مکر و فراغ لے کے چلے

مدینہ مرکزِ سب این و آں ہے، وہ سُن لیں
مدینہ سارے جہاں کی اماں ہے ، وہ سُن لیں

مدینہ جانِ جنان و جہاں ہے وہ سُن لیں
جنہیں جنونِ جناں سوئے زاغ لے کے چلے

تِرا صحیفۂ اکمل اتم ہے راہِ ھدیٰ
تِرا طریقۂ اجمل انعم ہے راہِ وفا

تِرے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جویہ چراغ لے کے چلے

اماں بنے گی محبّانِ چار یار کی قبر
مکاں بنے گی محبّانِ چار یار کی قبر

جناں بنے گی محبّانِ چار یار کی قبر
جو اپنے سینے میں یہ چار باغ لے کے چلے

جو دیں فرنگ کو دے بیٹھے ان کو یکساں ہے
حرم بتوں کو جودے بیٹھے ان کو یکساں ہے

جو دین کوّ وں کو دے بیٹھے ان کو یکساں ہے
کُلاغ لے کے چلے یا اُلاغ لے کے چلے

(۱۹/ فروری ۲۰۱۱ء)

منقبت

حق گوئی کا معیار ہیں حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما)

حق گوئی کا معیار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
وہ صاحب کردار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

شہزادۂ سرکار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
اک مطلع انوار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

بوسہ گہ سرکار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
سرکار کے دلدار ہیں حسنین، کریمین رضی اللہ عنہما

زہرہ کے چمن زار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما
مہکار سی مہار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

اسلام کو پھر زندہ کیا اپنے لہو سے
وہ حق کے علمدار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

افواجِ یزیدی ہوئی خاکستر وخائب
وہ تیغِ شربار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

باطل کے مقابل ہیں وہ باعزمِ شجاعت
اک آہنی دیوار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

ہر عہد و زمانہ میں ہوا جس سے اجالا
وہ مطلع انوار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

پروردۂ آغوشِ نبوّت ہیں یہ دونوں
سرکار کے شہکار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

صد شمس وقمر بھیک ہیں اک ان کی جبیں کی
وہ قاسمِ انوار ہیں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

ہے سورۂ کوثر میں حوالہ بھی اُنہی کا
عالم میں ضیابار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

آں شَجَرَۃ طَیِّبَۃ اَصْلُھَا ثَابِتٌ
اور فرعِ ثمربار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

ہو معرکہ حق تو بفیضان یداللہ
کفار پہ یلغار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

ازمِ حق وباطل ہو تو تمیز کی خاطر
شمشیرِ جگر دار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

دنیا میں بھی ہیں سید وسرخیلِ خلائق صلی اللہ علیہ وسلم
عقبیٰ کے بھی سردار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

عشاق کو ہو مژدۂ فردوس مبارک
فردوس کے مختار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

رکھ ان سے مَودَّت، یہ ہے قرآں کا فرمان
جاں پارۂ سرکار ﷺ ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

کیا خوف جو اسلام پہ ہے آج کڑا وقت
آپ اس کے نگہدار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

ہر رخ سے، ہرانداز سے،صورت ہو کہ سیرت
عکسِ شہِ ابرار ﷺ ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

مشہور ہیں اور شاہدِانوارِ حقیقت
سرِّ شہِ اخیار ﷺ ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

تاباںؔ کو بھلا خوف ہو کیا روزِ جزا کا
جب آپ مددگار ہیں حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما

۱۱ر صفر المظفر ۱۴۳۶ھ، ۵ر نومبر ۲۰۱۴ء

منقبت

حسین رضی اللہ عنہ "شہید رہ روحق"

"نگاہِ عشق میں ہیں کس قدر حَسین حسین (رضی اللہ عنہ)"

(تضمین بر مصرعۂ رئیس امروہی)

نشانِ عظمتِ مومن، فروغِ دین حسین (رضی اللہ عنہ)
عتاب برسرِ باطل معینِ دین حسین (رضی اللہ عنہ)

شہیدِ رہروِ حق بزم عاشقاں کے امیر
حضورِ حق ہیں محبت کی مہ جبین حسین (رضی اللہ عنہ)

یقین و شوق کی شمع جلائی ظلمت میں
ہیں سرّ دارِ محبت کے وہ امین حسین (رضی اللہ عنہ)

مثالِ ماہ چمکتا ہے جس کا قطرۂ خوں
جہادِ عشق میں ہیں وہ شہیدِ دین حسین (رضی اللہ عنہ)

قتیلِ عشقِ "ھُوَاللہ" جانِ دینِ ہدیٰ
دیارِ عشق میں اللہ کے قرین حسین (رضی اللہ عنہ)

جہاں کو درس وفا آج بھی یہ دیتے ہیں
دلوں پہ قبضہ ہے ان کا ہیں دلنشین حسین (رضی اللہ عنہ)

سراپا عکسِ محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) پہ یہ قبا رنگیں
"نگاہ عشق میں ہیں کس قدر حَسین حسین"(رضی اللہ عنہ)

کشاکشِ حق و باطل میں آہنی پیکر
جہادِ عشق میں ہیں پیکرِ یقین حسین(رضی اللہ عنہ)

غلامِ حلقہ بگوش قبائے گلگوں ہوں
گدائے عشق کے تاباں ہوئے معین حسین(رضی اللہ عنہ)

۲۵/ جولائی ۱۹۶۱ء، بمطابق ۹/ محرم الحرام، راجشاہی۔

وہ سرورِ کشورِ آئمہ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

وہ سرورِ کشورِ آئمّہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ)
ہر ایک مشکل کے کشفِ غمّہ امامِ اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ)

نہ ایسا کوئی شنیدہ دیدہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ)
تمام عالم میں برگزیدہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ)

عطاءِ[1] سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملا ہے یہ فقہِ اکبر[2] کا تم کو تحفہ
حیاتِ مومن کا ہے صحیفہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ)

اصولِ دیں کو کیا مرتّب، حدیث و قرآں کی روشنی میں
رموزِ قرآن کے شناسا امامِ اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ)

قرآں کے حافظ، حدیث ازبر، اثر سے تم نے اثر لیا ہے
علی (رضی اللہ عنہ) سے پایا ہے علمی ورثہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ)

تمہارے دامن میں سب دُرَرُ[3] ہیں، تمہاری تنویر[4] سب کو کافی[5]
تمہیں سے روشن ہیں سب آئمّہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ)

ہر ایک عہد و صدی میں دنیا کرے گی اخذِ شعاعِ حکمت
لقب تمہارا سراجِ اُمّہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ)

تمہارا حسن و کمالِ فطرت، امامِ صادق (رضی اللہ عنہ) کا عکسِ سیرت
رسولِ اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تم پہ سایہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ)

نبی(ﷺ) کے نورِ جمال کا ہیں علوم و عرفاں میں آپ مظہر
ہیں علمِ نافع کا اک صحیفہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ(رضی اللہ عنہ)

یہ چودہ صدیوں سے سب ائمّہ تمہاری تقلید پر ہیں نازاں(رضی اللہ عنہم)
بخاری[6]، مسلم[7] اور ابنِ ماجہ[8]، امامِ اعظم ابوحنیفہ(رضی اللہ عنہم)

فروغِ فقہِ حنیف میں کی بسر[9] رضا نے حیات ساری
ضُحَاهَا[10] تَطْلُعُ مِنَ الْغَمَامَه، امامِ اعظم ابوحنیفہ(رضی اللہ عنہ)

سراپا تقویٰ، عمل بہ سنّت، حدیث میں حرفِ آخر حُجّہ
ہے جاری جس کا جہاں میں سکہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ(رضی اللہ عنہ)

تمہاری تقلید اَمر واجب ہوا "أُولِی الْاَمْر[11]" سے یہ ثابت
قرآن کی آیۂ جمیلہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ(رضی اللہ عنہ)

ہے ذرّے ذرّے کی اس پہ لعنت، تمہارے در کا ہوا جو باغی
پھرے بھٹکتا، نہ پائے رستہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ(رضی اللہ عنہ)

تفقہ فی الدین کی عبا ہے اور اِتّقا کا عمامہ سر پر
جہاں کی اک ہستیِ مُنیفَہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ(رضی اللہ عنہ)

اصول ایسے کیے مرتب کہ دیں پہ سب کا عمل ہو آساں
رہے گا چرچا تمہارا زندہ امامِ اعظم ابوحنیفہ(رضی اللہ عنہ)

تمھی ہو تاؔباں کے ماویٰ ملجا، تمھی اَب و جَد کے پیشوا ہو
رؔضا سے پایا تمھارا صدقہ امامِ اعظم ابوحنیفہ(رضی اللہ عنہ)

نوٹ:

محبی العزیزی الکریم، مولانا سیّد مبشر ضیائی قادری ابنِ برادرِ مکرم جناب سیّد اللہ رکھا ضیائی قادری زِیْدَ مَجْدُہٗ کی فرمائش پر منقبت لکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین! بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ وجاہت

(۱۴؍رجب المرجب، ۱۴۳۵ھ، ۱۴؍مئی، ۲۰۱۴ء، کراچی)

حواشی

1۔ تفقہ فی الدین ایک ایسا عظیم کلمہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے علیم وخبیر رسول اعظم وافضل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصوصی فضل ورحمت سے ہی کسی کسی کو ملتا ہے۔ قرآنِ مجید میں فقہ کو افضل ترین علم قرار دے کر اسے حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔

ترجمہ: اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔ (کنزالایمان)

حاشیہ میں صدرالافاضل حضرت علامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حکمت سے مراد قرآن وحدیث اور فقہ کا علم ہے بحوالہ مدارک وخازن"۔

اس کی مزید تشریح سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشادِ مبارک میں بھی ملتی ہے:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْن (فتح الباری، حافظ ابنِ حجر عسقلانی)

ترجمہ: یعنی جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔

اس ضمن میں حدیث شریف میں بعض ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن میں حضرت سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ہی فقہی اور علمی برتری کی طرف کنایۃً اشارہ ہے۔ صرف ایک روایت نقل کی جاتی ہے:

لَوْكَانَ الْعِلْمُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَبْنَآءِ فَارِس.

ترجمہ: اگر علم ثریا پر بھی پہنچ جائے تو فارس کے جواں مردوں سے ایک اس تک پہنچ جائے گا۔

(تبییض الصحیفہ (اردو ترجمہ) از علامہ مولانا غلام معین الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی برتری اور فقہی بصیرت کے سلسلے میں درجِ ذیل روحانی بشارت بھی بہت مشہور ہے، جس کا تذکرہ سیّد کی مختلف کتب مثلاً تاریخِ بغداد، ج ۱۴، الخیرات الحسان، تذکرہ،

ج ۴، مقامِ ابو حنیفہ ص ۱۵۴، مناقب کردری، مفتاح السعادہ وغیرہ میں متعدد طرق سے آیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ سیّدِ عالم حضورِ اکرم ﷺ کے مزارِ اقدس کو کھول کر آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کو اپنے سینے سے لگا رہے ہیں۔

حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے اس خواب کی تعبیر چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کا دیکھنے والا علومِ اسلامیہ کی ایسی نشر و اشاعت کرے گا، کہ اس سے پیشتر ایسی کسی نے نہ کی ہو گی۔

حضرت ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسا صریح اشارۂ نبویہ کے ملنے پر فکر و نظر کے بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لب کشائی کی اور اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو دعوت دینے میں مشغول ہوئے۔ غالباً انہی روایات کے پیشِ نظر اور قرآن و حدیث کی روشنی میں تفقہ فی الدین کی فضیلت کو دیکھتے ہوئے دورِ جدید کے فقیہِ اعظم مجتہد فی المسائل، مجدّدِ دین و ملّت حضرت امام احمد رضا خاں حنفی قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے تقریباً ۱۲۵۰ سال بعد جب ۱۲ جلدوں پر مشتمل فقہِ حنفی کا سب سے زیادہ ضخیم مجموعۂ فتاویٰ مرتّب و مدوّن کیا تو اس کو اپنے نام سے منسوب کرنے کی بجائے اپنے آقا و مولیٰ سیّدِ عالم ﷺ کی عطا سے منسوب کیا۔ اور اس کا نام "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ" رکھا۔ یہ فتاویٰ اب جدید خطوط پر تحشیہ اور تخریجات کے ساتھ ۳۳ ضخیم جلدوں میں رضا فاؤنڈیشن، لاہور نے شائع کر دیا ہے، جو عام طور پر دستیاب ہے۔

2 فقہِ اکبر، امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب فتاویٰ۔ یہاں مراد یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا مذہب باقی ۳ مذاہب کے مقابلے میں سب سے زیادہ معروف و مشہور اور اس کے عامل تعداد میں سب سے زیادہ ہیں۔

5 4 3 فقہِ حنفی کی درسی کتب کے اسماء ہیں۔

8 7 6 ائمۂ حدیث ہیں، انہی ناموں سے ان کی جمع کردہ احادیث کے مجموعوں کے نام بھی ہیں۔ یہ اور ان کے علاوہ جتنے معروف ائمۂ احادیث گزرے ہیں، وہ کسی نہ کسی واسطے سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد قرار پاتے ہیں۔

9 مجدّدِ دین و ملّت امام احمد رضا حنفی قادری قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ایسے وقت میں جبکہ مسلمانوں کی سیاسی قوت کو یہود و نصاریٰ کی سازش کے تحت پارہ پارہ کیا جاچکا تھا اور دین میں نیچریت، نجدیت، غیر مقلدیت، قادیانیت کے بھیس میں مذاہبِ اربعہ کی بالعموم اور مذہبِ امامِ اعظم (حنفی) کی بالخصوص توہین کی جارہی تھی، مسلمانوں کے بنیادی عقائد کو مسخ کر کے پیش کیا جارہا تھا، اللہ جَلَّ شَانُہٗ اور محبوبِ مکرم سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت کے خلاف گستاخانہ نظریات کو فروغ دیا جارہا تھا، آپ نے فقہِ حنفی کی نہ صرف نشأۃِ ثانیہ کی، بلکہ فقہِ حنفی کی بنیاد پر ان سب فتنوں کے خلاف قلمی جہاد کیا، مذہب امام ابوحنیفہ کی بنیاد پر فتوے دیے، تمام باطل فرقوں کا رد کر کے مسلمانوں کے ایمان وعقائد کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا اور ساتھ ہی اپنی روشن تحریروں سے ثابت کیا کہ مذہبِ حنفی کے اصل الاصول پر کاربند رہتے ہوئے دورِ جدید کے تمام سیاسی، معاشرتی، سائنسی اور دینی مسائل کا حل پیش کیا جاسکتا ہے۔ عالمِ اسلام اور حرمین شریفین میں آپ کے فتاوٰی کو پذیرائی ملی اور آپ کو مذہب امامِ اعظم کا مجتہد فی المسائل اور اُس عہد کا مجدّد قرار دیا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ دورِ حاضر کے امامِ اعظم ابوحنیفہ ثانی ہیں اور یہ کہ اگر آج امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے تو آپ کو اپنے شاگردوں میں شامل فرماتے۔ (ملاحظہ ہو امام احمد رضا اور عالمِ اسلام، مصنفہ ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب)

10 حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی غزل کے ایک شعر سے اقتباس ہے، وہ شعر یہ ہے:

بادِ صبا ز حالم ناگہ نقاب برداشت

کَالشَّمْسُ فِیْ ضُحَاہَا تَطْلُعُ مِنَ الْغَمَامَہ

(دیوان حافظ، مطبع مجیدی ص ۳۷۵)

ترجمہ: بادصبا نے میرے حال سے یکایک پردہ اُٹھایا مانندِ سورج کہ چاشت کے وقت ابر سے نکل آیا (یعنی امام احمد رضا کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے فقہِ حنفی کے آفتاب کے گرد و غبار کو صاف کر کے اس کی روشنی عالمِ اسلام میں پھیلادی)۔

11 قرآنِ کریم کی آیت: وَاَطِیْعُوا اللہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ اور اللہ اور رسول اور امر والوں کی اطاعت کرو اور وہ علماءِ حقّانین، خصوصاً مجتہدین ائمۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔

منقبت

یاغوثِ اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ

رنج و محن کثیر ہیں یاغوثِ اعظم دستگیر (رضی اللہ عنہ)
ہم عاجز و حقیر ہیں یاغوثِ اعظم دستگیر (رضی اللہ عنہ)

فتنوں کے ہم اسیر ہیں یاغوثِ اعظم دستگیر (رضی اللہ عنہ)
بدکاریاں کثیر ہیں یاغوث اعظم دستگیر (رضی اللہ عنہ)

احمد رضا امیر ہیں یاغوث اعظم دستگیر (رضی اللہ عنہ)
ان کے ہی ہم اسیر ہیں یاغوث اعظم دستگیر (رضی اللہ عنہ)

دل گیرو نمک گیر ہیں یاغوثِ اعظم دستگیر (رضی اللہ عنہ)
مسکین وستم گیر ہیں یاغوثِ اعظم دستگیر (رضی اللہ عنہ)

خاطی ہیں، نابکار ہیں لیکن حضور ہم
صرف آپ کے فقیر ہیں یا غوثِ اعظم دستگیر (رضی اللہ عنہ)

اعمالِ بد خطیر پہ ہے آپ پر نظر
پیروں کے آپ پیر ہیں یاغوثِ اعظم دستگیر (رضی اللہ عنہ)

شیخِ کریم نوری(۱) بدستم گرفت وگفت
ایں قادری غلام است یاغوث اعظم دستگیر (رضی اللہ عنہ)

قادر کی بخششوں ہی سے عالم پناہ ہیں آپ
ولیوں کے آپ میر ہیں یاغوثِ اعظم دستگیر(رضی اللہ عنہ)

آب و نمک جناب کے در کا ہمارا رزق
بغداد کے فقیر ہیں یا غوث اعظم دستگیر(رضی اللہ عنہ)

اب اِلتفاتِ خاص کا تاباںؔ ہے مستحق
اس کا دمِ اخیر ہے یاغوثِ اعظم دستگیر(رضی اللہ عنہ)

(۱)۔ سیدی مرشدی حضرت مصطفی رضاخاں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ رضوان

(۲۰/اپریل ۲۰۱۳ء)

حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ

کے حضور نذرانہ عقیدت

سندھ کی سرزمین پر روشن ہے نام آپ کا
قریہ بقریہ چمکے ہے ماہِ تمام آپ کا

آج بھی مورچہ بند ہیں غازی مقامِ اعلیٰ
شہرِ وفا کے تاجور، بالا مقام آپ کا

آبِ حیات جاری ہے، آبِ ملیح سے متصل
بحرِ عرب کے سامنے ٹھہرا قیام آپ کا

کفّار و مشرکین پر یلغارِ حیدری نشان
ان کا نشان مٹ گیا باقی ہے نام آپ کا

دل پہ حکومت آج بھی غازی راہِ حق کی ہے
"عبدالہٰ" آج بھی اونچا ہے نام آپ کا

قرآن کا ہے فیصلہ، مرگِ شہید ہے حیات
پیشِ جنابِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارفع مقام آپ کا

جاری ہے سکّہ آج بھی غازیِّ نیک فال کا
دل پہ ہیں حکمران آپ، چرچا ہے عام آپ کا

وہ ہیں شہیدِ راہِ حق، فاتحِ سندھ کہیں جنہیں
جھنڈے گڑے ہیں ہر طرف، سارا نظام آپ کا

سر پہ ردائے مصطفیٰ سایہ فگن تھی ہر قدم
لب پہ درودِ پاک تھا اٹھّا جو لام آپ کا

اذنِ رسولِ پاک(ﷺ) سے دعوتِ دین کو چلے
پیچھے تھا جُندِ اولیاء رہبری کام آپ کا

غازی شہید دونوں کی محفل کے میر میکدہ
شُربِ دوام جاری ہے، ہاتھوں میں جام آپ کا

غازی کے در پہ آئے ہیں جو بھی، نذر وہ پائیں گے
جستہ بجستہ پیتے ہیں یاقوتِ جام آپ کا

بے علم ہوں قیوّمِ دیں، ممتاز غازی بن گئے
وہ تھی ہدایت آپ کی، یہ ہے پیام آپ کا

حکمِ اذاں پہ چل پڑے طیبہ سے ہند کی طرف
لب پہ درودِ پاک تھا، بالا مقام آپ کا

جتنے غریبِ شہر ہیں ان کی پناہ آپ ہیں
دارالسلام بن گیا، دارِ قیام آپ کا

آتے ہیں باادب یہاں، سب صاحبانِ کرّوفر
بابِ اجابت ہے یہاں، دارالسلام آپ کا

تاباںؔ ہے دین کی شمع، غازی (رحمۃ اللہ علیہ) کے دم قدم سے یاں
کفر کی ظلمتیں مٹیں، روشن ہے نام آپ کا

شاہ جلال یمنی رحمۃ اللہ علیہ (سلہٹ، مشرقی پاکستان) کی بارگاہ میں

نگاہیں تشنہ جنوں خیز و چاک دامانے
چلے ہیں شاہ کی چوکھٹ پہ چند دیوانے

بنے ہیں نورِ محمد ﷺ کے آج کاشانے
تری نگاہ سے آباد دل کے ویرانے

یہ تیری مست نگاہوں کا فیض ہے آقا
بدل گئے ہیں حرم سے یہاں کے بُت خانے

ترے جلال سے لرزاں ہیں کفر کے ایواں
ترے جمال سے ہیں دل میں آئینہ خانے

مثالِ شمع ہے تیرا وجود سلہٹ میں
وفورِ شوق میں گرتے ہیں آکے پروانے

نمودِ وحدتِ ہستی وہاں کا ہر ذرہ
قدم قدم پہ جہاں تھے کبھی صنم خانے

پِلادے خواجۂ مشرق! ہمیں بھی خُم اس کے
ہوئے ہیں طیبہ سے تجھ کو عطا جو پیمانے

گناہگار ہوں دامن میں اشک لایا ہوں
ہیں میری چشمِ عقیدت کے تجھ کو نذرانے

خدا کے فضل سے در تک ترے رسائی ہے
وگرنہ جاتے کہاں آج تیرے دیوانے

طلوعِ صبحِ منوّر اب ہوگئی تاباںؔ
کہیں اندھیرے میں بھٹکے ہیں ان کے دیوانے

۳۰؍ستمبر ۱۹۶۳ء، سلہٹ

منقبت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

تاجدارِ اہلِ سنت حضرتِ احمد رضا (رحمۃ اللہ علیہ)
ہیں امام دین و ملت حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ ہی ہیں مرکزیّت حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)
آپ سے ہیں اہلِ سنّت حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

صدرِ بزمِ علم و حکمت عاملِ دینِ ہدیٰ
راہبر ہیں اعلیٰ حضرت، حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

ہے نوا سنجانِ طیبہ میں بہت اعلیٰ مقام
بلبلِ باغِ مدینہ حضرت احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

اسوۂ حسنہ کا ہے اک خوبصورت آئینہ
پیکرِ عشق و محبت حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

ہر عمل خود مَنْ یُطِعِ اللہ کی تفسیر ہے
متّبعِ دین و سنّت حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

کوئی بزمِ علم ہو یا کوئی ہو بزمِ سخن
آپ ہی میں اعلیٰ حضرت حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

علم کے مینار ہیں اب چار دانگِ دہر میں
آپ کے احباب و عترت حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

ہے فنا فی الذّاتِ اقدس عشق کا اعلیٰ مقام
لے گئے ہیں اس میں سبقت حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

اہلِ ایماں کے لیے اب تو کسوٹی ہے یہی
آپ سے ہے کس کو الفت حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

ہم گرفتارِ بلا ہیں آج پھر اس دور میں
آپ کی ہے پھر ضرورت حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

کفر اور الحاد کا طوفانِ باد و بار ہے
المدد یا اعلیٰ حضرت حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

آج سینوں میں ہے تاباں نورِ عشقِ مصطفےٰ(صلی اللہ علیہ وسلم)
آپ کا ہے فیض و برکت حضرتِ احمد رضا(رحمۃ اللہ علیہ)

اعلیٰ حضرت جن کو کہتا ہے زمانہ آپ ہیں

صاحبِ اِمروز ہیں شانِ زمانہ آپ ہیں
صاحبانِ علم ودانش میں یگانہ آپ ہیں

مدحتِ سرکار میں یکتا یگانہ آپ ہیں
ثانیِ حسّانِ ثابت فی زمانہ آپ ہیں

علم وحکمت اور معارف کا خزانہ آپ ہیں
جانشینِ بوحنیفہ سب نے مانا آپ ہیں

تشنگانِ علم کو کاساً کراما آپ ہیں
علم کا چشمہ جہاں ہے، وہ ٹھکانہ آپ ہیں

کون ہے علمِ لَدُنّی کی مثال اس دور میں
اعلیٰ حضرت جن کو کہتا ہے زمانہ، آپ ہیں

تاج فرقِ ناز پہ جن کے تَفَقُّہ کا سجا
علم وحکمت کے جہاں میں وہ یگانہ آپ ہیں

آپ سے الفت ہوئی پیمانۂ حبِّ نبی ﷺ
عاشقِ صادق رسولِ (ﷺ) کُل زمانہ آپ ہیں

دل منّور ہوگیا جس رخ سے دیکھا آپ کو
عکس رخِ خوش چہرۂ جانانہ آپ ہیں

عاشقِ صادق ہوا وہ جس نے دیکھا اک نظر
غوثِ اعظم(رضی اللہ عنہ) کی شبیہ کا عکس نامہ آپ ہیں

عزّت وشانِ رسالت کی حفاظت خوب کی
شاتمِ شاہِ رُسُل(صلی اللہ علیہ وسلم) کو تاز یانہ آپ ہیں

آج تاباںؔ ہیں منوّر جن کے عکسِ نور سے
عینِ ذاتِ حق کا وہ آئینہ خانہ آپ ہیں

۱۱؍ صفر المظفر ۱۴۳۶ھ ،۷؍ دسمبر ۲۰۱۴ء

شاہدِ حسنِ نبوّت اعلیٰ حضرت (قدس اللہ سرہ العزیز) آپ ہیں

ناشر حکمِ شریعت اعلیٰ حضرت آپ ہیں
شاہدِ حسنِ نبوّت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

حاملِ تاجِ شریعت اعلیٰ حضرت آپ ہیں
نازشِ بزم طریقت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

عاشقِ ذاتِ رسالت اعلیٰ حضرت آپ ہیں
باعمل شیخِ طریقت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

داعیِ قرآن و سنّت اعلیٰ حضرت آپ ہیں
ماحِیِ رفض وضلالت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

محورِ حسنِ عقیدت اعلیٰ حضرت آپ ہیں
سنّیوں کی مرکزیّت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

آپ سے جو بھی پھرا ہے وہ جماعت سے گیا
بالیقیں صدرِ جماعت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

آپ کے حلقے کے علما کہکشانِ علم ہیں
آفتابِ علم وحکمت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

ہے "عطایائے نبوّت"ا؎ علم کا روشن چراغ
صدرِ بزمِ علم وحکمت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

آپ کی ہر اِک ادا میں بوئے خوئے مصطفیٰ ﷺ
اُسوۂ حَسنہ کی صورت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

نعتِ احمد مجتبیٰ لکھنے کا یہ اکرام ہے
حشر تک ممدوحِ امّت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

غوثِ اعظم (رضی اللہ عنہ) احمدِ نوری کا فیضِ نور ہے
مظہرِ انوارِ قدرت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

بد مذاہب، ذہبی وہر شاتمِ سرکار ﷺ کو
آپ نے دی ہے ہزیمت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

آج منکر پڑھ رہے ہیں آپ کا "لاکھوں سلام"
ہے زمانہ محوِ حیرت، اعلیٰ حضرت آپ ہیں

اہلِ ایماں کے لیے اس فتنہ پرور دور میں
سیّدِ عالم ﷺ کی نعمت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

قادری، چشتی، تمامی سلسلوں میں بالیقیں
"عُروَۃُ الوُثقیٰ" کی صورت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

مسندِ علم و سخن کی آبرو ہے آپ سے
خانقاہوں کی صیانت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

غیر کو بھی ہے مسلّم آپ کا فقہی مقام
حَنَفِیَت کا تاجِ عزّت اعلیٰ آپ حضرت ہیں

ہے قسم قرآن میں جو "وَالْقَلَم وَمَا یَسْطُرُوْن"
اس کی عظمت کی شہادت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

عَالمِ عِلم و سخن میں ہر جگہ چرچا ہے آج
پَرتَوِ علمِ رسالت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

آپ کے فتوے جو دیکھے حضرت اقبال۲ نے
دی گواہی فی الحقیقت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

سر ضیاء الدین۳ بولے بعدِ حَلِّ مشکلات
علمِ وَھبی کی شہادت، اعلیٰ حضرت آپ ہیں

نظم و ضبطِ علم، خوبی آپ کی تحریر کی
اس زمیں میں فردِ ملّت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

چار دانگِ دہر میں کس کو ملا ہے یہ خطاب
آپ ہی کو ، اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت آپ ہیں

دورِ صدّیقی سے اب تک عزم کا اِک سلسلہ
اے امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

قادری تاباں ہوا ہے جن کی نظرِ حُسن سے
حضرتِ نوری[۴] کی صورت اعلیٰ حضرت آپ ہیں

[۱] "العطایا النبویۃ فی فتاوی الرضویہ" ۱۲؍ جلدوں میں آپ کا مجموعہ فتاویٰ۔
[۲] علامہ اقبال نے آپ کو امام ابو حنیفہ ثانی کہا۔
[۳] ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ آپ نے اعلیٰ حضرت سے ریاضی کا ایک لاینحل مسئلہ حل کروانے کے بعد کہا کہ اعلیٰ حضرت کو علم لَدُنّی حاصل تھا۔
[۴] سیّدی مولائی مرشِدی مفتیِ اعظم مصطفیٰ رضا خاں نوری رضوی برکاتی قدس اللہ سرہ العزیز کی طرف اشارہ ہے؛ نوری آپ کا تخلص تھا۔

منقبت حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ

نسبت تھی غوث پاک سے، وہ ہیں غلامِ دستگیر
وہ عبدِ مصطفیٰ ہوئے، وہ ہیں غلامِ دستگیر

اہلِ سخن تھے، عالم و درویشِ باصفا تھے وہ
فقرِ غیور طرّہ تھا، وہ ہیں غلامِ دستگیر

شہرہ تھا جن کے علم کا ہند و حجاز و شام تک
وہ ہیں امامِ علم وفن، وہ ہیں غلامِ دستگیر

ہمت کبھی نہ ہاری تھی جس نے عدو کے سامنے
شمشیرِ بے نیام تھے، وہ ہیں غلامِ دستگیر

ہند کے خارجیوں کو جس نے شکستِ فاش دی
وہ ہیں غلامِ دستگیر، وہ ہیں غلامِ دستگیر

علمِ منافع بخش کی تقسیم جس نے خوب کی
چشمۂ فیضِ علم تھے، وہ ہیں غلامِ دستگیر

شاہ تھے علم و فن کے وہ، سیفِ قلم تھی تابدار
ڈنکا بجایا دین کا، وہ ہیں غلامِ دستگیر

احمد رضا نے بھی کہا "عالمِ افتخار ہیں"
مرجع خاص و عام ہیں، وہ ہیں غلامِ دستگیر

ایسی خصوصیات تھیں جمع کچھ ان کی ذات میں
خورد و کلاں مرید تھے، وہ ہیں غلامِ دستگیر

ایسی فتح کے نصرت یزداں کہیں جسے سبھی
مات کبھی نہ کھاسکے، وہ ہیں غلامِ دستگیر

روشن ضمیر، صاحبِ امروز جن کی ذات تھی
جن کی ذکا کی دھوم تھی، وہ ہیں غلامِ دستگیر

اہلِ سنن کی ڈھال تھے، ڈھارس تھے مشکلوں میں وہ
اہلِ بدعت کے گوش کن، وہ ہیں غلامِ دستگیر

پھر سے دیارِ عشق کو آباد جس نے کردیا
وہ تھے معینِ عاشقاں، وہ ہیں غلامِ دستگیر

جتنے دریدہ دہن تھے، منہ میں انہیں لگام دی
وہ تھے عنانِ گیرِ وقت، وہ ہیں غلامِ دستگیر

فکرِ غلام دستگیر اب بھی ہے رہنمائے وقت
ان کی روش نشانِ رہ، وہ ہیں غلامِ دستگیر

ان کی نگارشات ہیں ملت کو دعوتِ عمل
اربابِ حل و عقد اٹھو، وہ ہیں غلامِ دستگیر

ملکِ صحافت و سخن، سب کے وہ تاجور رہے
اہلِ قلم نے مانا ہے، وہ ہیں غلامِ دستگیر

بندے تھے جتنے دیو کے، تھے سامنے ان کے ذلیل
ان کا علم بلند ہے، وہ ہیں غلامِ دستگیر

دیو کے بندوں کے خلیل عاجز تھے اور بے بصیر
علم و شرف میں تھے جلیل، وہ ہیں غلامِ دستگیر

عشقِ نبی میں جان دی، پائی حیاتِ جاوداں
خلدِ بریں مکیں ہوئے، وہ ہیں غلامِ دستگیر

یارب طفیل دستگیر ان کو عطاء ہو خلد میں
قربِ نبی کی لذتیں، وہ ہیں غلامِ دستگیر

لپکے ہے شعلہ دیکھئے، ثاقبِ شعلہ بار سے
جلتا ہے قادیان سب، وہ ہیں غلامِ دستگیر

تاباںؔ ہے ان کی ذات سے عشقِ نبی کا ماہتاب
نازاں ہیں جن پہ اہلِ دل، وہ ہیں غلامِ دستگیر

محسن اہلِ عشق پر تاباںؔ سلام بھیجیے
عشقِ نبی(ﷺ) میں تھے فناء، وہ ہیں غلامِ دستگیر

نوٹ:

۱؎ اہلِ سنّت کے نوجوان محقق، مصنّف اور صحافی مولانا ثاقب رضا زید مجدہٗ(لاہور) کی طرف اشارہ ہے۔ جنہوں نے حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے نایاب رسائل دو جلدوں میں مرتب کیے ہیں اور ردّ قادیانیت اور سنی صحافت کے حوالے سے دو ضخیم جلدیں شائع کی ہیں۔ انہی کے ارشاد پر فقیر نے یہ منقبت لکھی ہے۔

(وجاہت رسول تاباںؔ قادری غفرلہٗ)

مفتیِ ملّت آپ ہیں احمد رضا کے بعد

(منقبتِ ابوالبرکات محی الدین جیلانی محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری رضوی قادری رضی اللہ عنہ)

مفتیِ ملّت آپ ہیں احمد رضا کے بعد
تاجِ شریعت آپ ہیں احمد رضا کے بعد

حامیِ سنّت آپ ہیں احمد رضا کے بعد
ماحیِ بدعت آپ ہیں احمد رضا کے بعد

مہرِ شریعت آپ ہیں احمد رضا کے بعد
تنویرِ حکمت آپ ہیں احمد رضا کے بعد

خلقت کروڑوں آپ سے ہے فیضیاب آج
نورِ شریعت آپ ہیں احمد رضا کے بعد

چہرہ کا نور دیکھ کر تائب ہوئے ہیں لوگ
تصویرِ سیرت آپ ہیں احمد رضا کے بعد

اہل کمال وعلم کو تسلیم ہے یہ بات
تکمیلِ حجّت آپ ہیں احمد رضا کے بعد

ہم شکلِ غوثِ پاک ہیں ولیوں نے دی سند
شیخِ فضیلت آپ ہیں احمد رضا کے بعد

دستار سر پہ آپ کے علمِ رضا کی ہے
منبر کی زینت آپ ہیں احمد رضا کے بعد

کلکِ رضا ہے ہاتھ میں، مسند رضا کی ہے
شاہِ فقاہت آپ ہیں احمد رضا کے بعد

ہم مُبتدِیانِ طریقت کے واسطے
شمعِ ہدایت آپ ہیں احمدرضا کے بعد

مفتیِ اعظم منصبِ اعلیٰ مقام ہے
صدرِ شریعت آپ ہیں احمدرضا کے بعد

نوری ہیں اور احمدِ نوری ہیں لقا آپ
مہرِ ولایت آپ ہیں احمدرضا کے بعد

تاباںؔ کو بھی عطا ہو نوری کرن کی بھیک
آقائے نعمت آپ ہیں احمدرضا کے بعد

(۶۲/ محرم الحرام،۱۴۳۵ء، یکم دسمبر ۲۰۱۳ء)

منقبت تاج العلماء حضرت مفتی محمد عمر نعیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نگاہِ علم، محبت زباں محمد عمر (رحمۃ اللہ علیہ)
تھے بزمِ علم و محبت کی جاں محمد عمر (رحمۃ اللہ علیہ)

مثالِ ماہ وہ چمکا کیے اندھیرے میں
رہِ حیات میں منزل نشاں محمد عمر (رحمۃ اللہ علیہ)

ہے اکتسابِ ضیا آج ان چراغوں سے
جو آپ نے ہیں جلائے یہاں محمد عمر (رحمۃ اللہ علیہ)

رضاؔ کی بزمِ محبت سے پی ہے مے، تم پر
ہے سرِّ عشقِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عیاں محمد عمر (رحمۃ اللہ علیہ)

نعیم دین سے حاصل ہوا ہے علمِ دین
زبانِ علم کی شرحِ بیاں محمد عمر (رحمۃ اللہ علیہ)

ہے بزم شمعِ ہدایت کا نورِ تابندہ
ہیں آج اور بھی کچھ ضوفشاں محمد عمر (رحمۃ اللہ علیہ)

وہ اپنی ذات سے تاباںؔ چراغِ محفل تھے
جو گل ہوئے تو ہیں خوشبوئے جاں محمد عمر (رحمۃ اللہ علیہ)

یکم / فروری ۱۹۷۰ء کو عرس تاج العلماء میں پڑھی گئی

منقبت حضرت ابراہیم رضا خاں صاحب جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ

رہ روِ راہ ہدیٰ تھے شاہ جیلانی میاں (رحمۃ اللہ علیہ)
پرتوِ ذاتِ رضاؔ تھے شاہ جیلانی میاں

وہ امامِ وقت کی آغوش کے پروردہ تھے
صاحبِ علم و وِلا تھے شاہ جیلانی میاں

مشعلِ بزم طریقت حضرتِ احمد رضا
نائبِ حامد رضا تھے شاہ جیلانی میاں

فیضیابِ مفتیِ اعظم، ولیِ عصر تھے
صاحبِ صدق و صفا تھے شاہ جیلانی میاں

علم کے پروردہ تھے اور قدردانِ علم بھی
عاملِ دینِ خدا تھے شاہ جیلانی میاں

غیر کے اپنوں کے بھی سہتے رہے ظلم و ستم
پیکر صبر و رضا تھے شاہ جیلانی میاں

گرمئ عشقِ نبی سے سینہ و دل داغ داغ
مِشْعلِ بزمِ رضا تھے شاہ جیلانی میاں

آج تاباںؔ اخترِ احمد رضا ہے اوج پر
اور اس کی ابتدا تھے شاہ جیلانی میاں

۱۲؍صفر ۱۳۹۰؁ھ المطابق ۱۹؍اپریل ۱۹۷۰؁ء

رہبرِ شرع وطریقت، مصلح الدین آپ ہیں

حضرت علامہ مولانا مصلح الدین صدیقی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ
کے سالانہ عرسِ مبارک پر کہی گئی منقبت

عالمِ اصلِ شریعت، مصلح الدین آپ ہیں
عارفِ سِرّ طریقت، مصلح الدین آپ ہیں

نازشِ اہلِ طریقت مصلح الدین آپ ہیں
شاہدِ شمسِ حقیقت، مصلح الدین آپ ہیں

جو بھی صحبت میں رہا، وہ عارف و صالح ہوا
رہبر شرع وطریقت، مصلح الدین آپ ہیں

حق نُما اور حق نگر کو زیب سجادہ کیا
صاحبِ حسنِ بصیرت، مصلح الدین آپ ہیں

عمر بھر دی آپ نے تعلیمِ قرآن وحدیث
ناشر تفسیر وحکمت، مصلح الدین آپ ہیں

قاریِٔ قرآن ہیں اور حافظ ایمان بھی
آئینۂ حُسنِ سیرت، مصلح الدین آپ ہیں

خوشبوئے حُبِّ نبی(صلی اللہ علیہ وسلم) سے دل معطّر کردیے
ناشِدِ نغماتِ سیرت، مصلح الدین آپ ہیں

"[1]قادری بودن رضؔا را مفت باغِ خُلد داد"
آں شناسائے حقیقت، مصلح الدین آپ ہیں

رضویت میں ہی نہاں ہے مسلکِ حق کا فروغ
آپ نے قائم کی حُجّت، مصلح الدین آپ ہیں

آبروئے موماناں شہر وفا میں کون ہے؟
آپ ہی ہیں مرکزیّت، مصلح الدین آپ ہیں

[2]مفتی اعظم، ضیاء الدین، فقیہِ ہند نے
آپ کو سونپی نیابت، مصلح الدین آپ ہیں

حضرتِ احمد رضا کی[3] سہ ضرب قوت کے ساتھ
اجتماعِ قادریت، مصلح الدین آپ ہیں

آپ نے[4] کبریت احمر سے چراغِ دل جلائے
صاحبِ حرز و اجازت، مصلح الدین آپ ہیں

ذرۂ ناچیز کو بھی ماہِ تاباں کردیا
جوہرِ صد حسنِ حکمت، مصلح الدین آپ ہیں

[1] اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی منقبت غوث اعظم فارسی الاکسیر اعظم کے مقطع کے پہلے مصرعہ پر تضمین ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت مولانا مصلح الدین قادری علیہ الرحمۃ بارگاہِ غوثیت میں احمد رضا کے مقام ومرتبت سے آگاہ تھے اس لیے آپ نے تمام عمر رضویت کی تبلیغ واشاعت کی۔

۲۔ آپ کو ان تینوں حضراتِ عالی، حضور مفتی اعظم حضرت مصطفیٰ رضا قادری، رضوی، حضرت قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی اور فقیہہ ہند، صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی قادری رضوی علیہم الرحمۃ سے خلافت واجازات حاصل تھی۔

۳۔ گویا مذکورہ تین شخصیات کی خلافت نے حضرت مصلح الدین علیہم الرحمۃ کی قادریت کو تین گنا قوت سے امام احمد رضا نے مضبوط کیا تھا تاکہ پوری روحانی قوت کے ساتھ آپ قادریت کو فروغ دیں۔

۴۔ کبریت احمر سیدنا غوثِ اعظم کے تصنیف کردہ درود شریف کا نام ہے اسی طرح حرز یمانی اور دیگر وظائف اور اورادِ قادریہ کے آپ مجاز تھے۔ اس کی اجازت دیکر آپ نے لوگوں کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول جلِ جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے چراغ جلادیے تھے۔ فقیر کو بھی حضرت مولانا علیہ الرحمۃ سے کبریت احمر، حرز یمانی، اور دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت حاصل ہے۔

منقبت

مظہرِ احمد رضا تھے حضرتِ نصر اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ

عاشقِ خیرالوریٰ تھے، حضرتِ نصر اللہ خاں
پیکرِ صدق و صفا تھے حضرتِ نصراللہ خاں

عالمِ شرع وطریقت رہنمائے وقت تھے
نائبِ احمدرضا تھے حضرتِ نصر اللہ خاں

آخری دم تک تھے محوِ ذکرِ غوث (رضی اللہ عنہ)، و مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)
صاحبِ صدق و صفا تھے حضرتِ نصراللہ خاں

علم وتفسیر و حدیثِ پاک کی تشریح میں
مظہرِ احمد رضا[1] تھے حضرتِ نصر اللہ خاں

زندگی ساری بسر کی دین کی تبلیغ میں
داعیِ دین ہدیٰ تھے حضرتِ نصر اللہ خاں

مسلکِ حقہ کے حامی، ماحیِ رفض و ضلال
متقیِ و باصفا تھے حضرتِ نصراللہ خاں

عیدِ میلاد النبی[2] کا تھا مقدمہ ہر عمل
صاحبِ زہدو ورع تھے حضرتِ نصراللہ خاں

گلشنِ عشقِ رضا کے پھول ہیں کیسے کھلے
ناشرِ نعتِ رضا تھے حضرتِ نصراللہ خاں

پر توِ احمدرضا کے جانشین احمد رضا[۳]
کیسے شیدائے رضا تھے حضرتِ نصراللہ خاں

دولتِ علم حقیقی خوب ہی تقسیم کی
صاحبِ جود وسخا تھے حضرتِ نصراللہ خاں

سیّدِ جیلاں[۴] کی نسبت کام آخر آگئی
وقتِ رخصت بارضا[۵] تھے حضرتِ نصراللہ خاں

فی زماں سردار[۶] تھے عشاقِ احمد(ﷺ)کے لیے
مست بوئے مصطفیٰ(ﷺ) تھے حضرتِ نصر اللہ خاں

واقفِ اسرارِ ہستی اور نظامِ[۷] دین تھے
وہ حبیبِ[۸] مجتبیٰ(ﷺ) تھے حضرتِ نصراللہ خاں

سر درِ احمد[۹] پہ تھا اور جان دی اللہ کو
تابعِ حکمِ خدا تھے حضرتِ نصراللہ خاں

چہرۂ تاباںؔ منوّر جنتی کی ہے دلیل[۱۰]
گویا حق کا آئینہ تھے حضرتِ نصراللہ خاں(رحمۃ اللہ علیہ)

۶/ستمبر۲۰۱۵ء

حواشی:

۱۔ فقیر تاباںؔ قادری غفرلہ ۲۰ سال سے زیادہ عرصہ حضرت علامہ نصر اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ کے بہت قریب رہا ہے۔ ان کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہے۔ پاک وہند و بنگلہ دیش کے اجل علماء کو یہ کہتے سنا ہے: حضرت شیخ الحدیث علامہ نصر اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے علوم کے پرتو تھے۔ ان کے فتاویٰ اور علوم حدیث وتفسیر کے تشریحی نکات کا صحیح ادراک رکھتے تھے۔ حدائق بخشش کی نعتوں کی جس طرح شرح آپ بیان کرتے تھے وہ کم ہی لوگ کر سکتے ہیں۔ (تاباںؔ)

۲۔ مقدمہ عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا نام ہے، اس نام سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

۳۔ حضرت شیخ الحدیث، امام احمد رضا کے عشق میں اسقدر سرشار تھے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادگان کا نام بھی اعلیٰ حضرت اور ان کے خانوادے کے شاہزادگان کے ناموں پر رکھا۔ شیخ الحدیث صاحب علیہ الرحمۃ کے خلف اکبر کا اسمِ گرامی احمد رضا ہے۔ مولانا احمد رضا سلمہ الباری اب حضرت علیہ الرحمۃ کے جانشین ہیں۔

۴۔ اس مصرعہ میں حضرت علامہ کے استاذِ گرامی حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کے اسمِ گرامی سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ اس میں دوسرا اشارہ غوث، اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف بھی ہوتا ہے۔

۵۔ اس مصرعہ میں "بارضا" کے معنٰی راضی بہ رضا ہے اور یہ بھی کنایہ ہے کہ وقت رخصت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ ان کو اپنے ساتھ دربارِ رسالت میں لے گئے۔

۶۔ "سردار" کنایہ ہے ان کے ایک اور عظیم استاذِ گرامی محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ سے جن کی شخصیت اور علم کی گہری چھاپ علامہ نصر اللہ خاں علیہ الرحمۃ کی شخصیت اور علمی کمال پر تھی۔

۷۔۸۔ اس شعر میں ان کے دو اساتذۂ کرام حضرت علامہ مولانا نظام الدین سہسرامی ثم الہ آبادی اور مجاہدِ ملت حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن رئیس (اڑیسہ) الہ آبادی علیہما الرحمۃ کی طرف کنایہ ہے۔

۹۔ حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمۃ کے شجرہ شریف کے آخری شعر کی طرف اشارہ ہے:

یاالٰہی سر درِ احمد ہو وقت اجل — سیدی سردار احمد بارضا کے واسطے

۱۰۔ حدیث شریف کی ایک مشہور اصطلاح "غُرّ المُحَجَّلِیْن" کی طرف اشارہ ہے۔ جس کے معنی چمکتا ہوا چہرہ ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ بروزِ قیامت عشاقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چمکتے ہوئے چہروں سے پہچانے جائیں گے۔

○○○○○

منقبت

حضرت مولانا علامہ ابوداؤد محمد صادق رضوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں

شہِ والۂ خرقہ پوشانِ صادق
کہ در سینہ دارد او جو شانِ صادق

یہ فیضِ رضا کا ہے فیضانِ صادق
دلیلِ ہدایت ہے برہان صادق

جبیں اس کی اسم محمد سے روشن
دوشالے سے چمکے ہے ایمانِ صادق

ہے گفتار شریں بہ قَالَ النبیؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)
جو کردار دیکھو تو قرآنِ صادق

وہ کرتے ہیں زنگِ دل وجاں کو صیقل
وہی ہیں امامِ طبیبانِ صادق

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت ہے اصلِ ایمان
ہے اعلاءِ حقّ و پیانِ صادق

جھکایا جو سرکو درِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) پر
ندا آئی تم پہ ہے دامانِ صادق

ہے مفتی اعظم کا سر پر عمامہ
امامِ محدث حُلّہ پوشانِ صادق

یہ عالم، وہ مفتی، وہ قاری، یہ حافظ
اک علمی مرقع ہے ایوانِ صادق

جسے دیکھو دوڑا چلا آرہا ہے
خلائق کا مرجع ہے دیوانِ صادق

لکھا آبِ زر سے ہے نام انکا صادق
کہ ہیں حُلّہ پوشانِ مردانِ صادق

جبینِ عقیدت ہے خم ان کے آگے
ہیں آتے یہاں خوشہ چینانِ صادق

صلابت، صداقت بحق استقامت
یہ ہے امتیازِ ایقانِ صادق

نیازی حفیظِ روایت ثقہ ہیں
کہ احوالِ سیرت ہیں شایانِ صادق

نذر کردوں تاباںؔ دل وجان اپنی
جو دیکھوں میں رُوئے مُحبّانِ صادق

نوٹ: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری تاباںؔ، حضرت علامہ مولانا ابوداؤد محمد صادق رضوی مدظلہ العالی کے خلیفہ بھی ہیں۔(مرتب)

منقبت

پیرِ طریقت حضرت علامہ مولانا ابو داؤد محمد صادق (رحمۃ اللہ علیہ)

کے سانحۂ ارتحال پر منظوم تاثرات

کیسے کیسے تھے طرحدار اک ایک کرکے
اٹھتے جاتے ہیں سب احبار اک ایک کرکے

گذرے جاتے ہیں شہریار اک ایک کرکے
صدق وتقوی کے علمدار اک ایک کرکے

وہ جو تھے عالمِ خود دارِ طبع زاد
چلدیے صاحبِ کردار اک ایک کرکے

قولِ صادق[1] تھی ہر ایک بات لسانِ عارف
میٹھے بولوں میں ثمربار اک ایک کرکے

قدر کچھ تاجِ صداقت کی نہ کرپائے
آج بیٹھے ہیں شرمسار اک ایک کرکے

شاہ نصراللہ[2] چلے سوئے ریاض الجنہ
اٹھے پھر قافلہ سالار اک ایک کرکے

بجھتے جاتے ہیں سبھی مثلِ چراغِ سحری
جتنے تارے تھے چمکدار اک ایک کرکے

دیکھا داؤد[۳] کو تو ہیں یہ مثالِ صادق[۴]
وہ ہی تیور وہ ہی اطوار اک ایک کرکے
روئے تاباں کی تجلّی تھا چراغِ صادق
کوچہ کوچہ ہے، چمکدار اک ایک کرکے

نوٹ:

۱۔ حضرت ابو داؤد صادق علیہ الرحمۃ کی درویشانہ اور عارفانہ شخصیت کی طرف اشارہ ہے۔
۲۔ ان سے چند دنوں قبل حضرت علامہ نصر اللہ خاں صاحب افغانی علیہ الرحمۃ (۱۸/ اگست ۲۰۱۵ء / ۱۳/ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ) کو کراچی میں انتقال فرما چکے تھے۔
۳، ۴۔ حضرت ابو داؤد صادق علیہ الرحمۃ کے خلفِ اکبر محبی محمد داؤد صادق زید مجدہ کی طرف اشارہ ہے۔

منقبت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں الازہری قادری رضوی برکاتی مدظلہ العالی

صورتِ حامد رضا میں سیرت احمد رضا
آئینہ در آئینہ ہیں حضرتِ اختر رضا

مفتی اعظم کا تقویٰ، حجّتِ حامد رضا
مجمع البحرین دیکھی سیرتِ اختر رضا

مصطفی ﷺ کے عشق سے سرشار بیشک وہ ہوا
مل گئی اک بار جس کو قربتِ اختر رضا

علم کا دریا رواں اور عشقِ بحرِ ناکنار
ہے وہ عالی بارگاہِ حضرتِ اختر رضا

عالمِ بینا ہوا وہ، عارفِ باللہ بنا
یک نَفَس پائی ہے جس نے صحبتِ اختر رضا

چار صدیوں سے سجی ہے مسندِ افتاء جہاں
زینتِ سجادہ واں ہیں حضرتِ اختر رضا

۲؎قائلِ "کلّ بلادٍ تحت حکمی" کے طفیل
نُہ فلک تک ہے عروجِ شہرتِ اختر رضا

۳؎منظرِ اسلام تابہ قاہرہ ازھر شریف
علم کا ایواں بنامِ نُدرتِ اختر رضا

زیبِ سرتاجِ شریعت، تن پہ تقوی کا لباس
جامعِ شرع وطریقت حضرتِ اختر رضا

آج تاباںؔ اوج پر بزمِ رضا میں آپ ہیں
یہ بھی ہے فیض کمالِ نسبتِ اختر رضا۴؎

۱؎اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ اپنے جدِّ کریم حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا علیہ الرحمۃ سے صورت میں بہت مشابہ ہیں۔

۲؎قصیدہ غوثیہ شریف کے اس شعر سے اقتباس ہے:

بلاد اللّٰہِ مُلکِی تَحتَ حُکمی وَوَقْتی قَبلَ قَلْبی قَد صَفَالِی

اور قائل سے مراد غوثِ اعظم کی ذات مبارک

۳؎ منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت کے بعد آپ قاہرہ میں جامعہ ازہر شریف سے فارغ التحصیل ہوئے۔

۴؎اختر رضا خاں صاحب اس منصب افتاء پر دسویں مفتی جلوہ افروز ہیں ریحان رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ان سے قبل مفتی مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، حجت الاسلام مفتی حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، مفتی کاظم علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم خاں رحمۃ اللہ علیہ۔

خراجِ عقیدت بحضورِ مسعودِ ملّت

علامہ مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری نقشبندی علیہ رحمۃ الباری

بتقریبِ عرس مسعودی

۲۱ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ، ۲۲ فروری ۲۰۱۴ء

اسلاف کی پہچان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

عشق کا عنوان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ
علم کی پہچان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

نقشبندی قادری کے مجمع البحرین ہیں
ذُو مِنَنْ ذیشان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

ان کی ہر تحریر ہے تفسیرِ قرآن وحدیث
اسلاف کی پہچان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

ہے مجدّد الفِ ثانی سے نیابت آپ کو
مظہرِ عرفان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

قلب زندہ کردیے ہیں دعوۃ وارشاد سے
رحمتِ منّان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

شانِ علمِ اعلیٰ حضرت خوب دکھائی آپ نے
عالمِ ذیشان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

نکتہ سنجانِ رضاؔ میں آپ کا اعلیٰ مقام
رَضَویّت کی جان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

صاحبِ سجّادہ سے مسرور[۲] ہیں حلقہ نشیں
تربیّت کی کان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

وہ مکرم[۳] ہوگیا جو ان کی صحبت میں رہا
اک عظیم انسان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

خرقہ پوشانِ شہر میں شاہدِ رعنا ہے کون؟
دلبر وجانان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

مصرِ عشقِ مصطفیٰ (ﷺ) کے یوسف کنعان ہیں
اہلِ عزّو شان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

ان کی ہر طرزوادا میں روحِ ایماں جلوہ گر
مرآۃِ ایقان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

زنگ آلودہ دلوں کو صافی وطاہر[۴] کیا
صَیقلِ بُرّان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

باادب آیا یہاں جو[۵] عارفِ افضل[۶] گیا
معرفت کی کان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

زندۂ جاوید[۷] ہیں وہ دوست ہیں اللہ کے
حامدِ رحمٰن ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

کنزِ ایماں کا ملا ہے ان کو تمغائے مجید۸؎
عاملِ قرآن ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

سیدِ والا نے قائم کی ریاست۹؎ علم کی
اس کے نگہبان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

حضرت شمس۱۰؎ الحسن نے آپ کی تحسین کی
"عالمِ صد شان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ"

باغِ رضویت کے حافظ ہیں شفیع۱۱؎ خُلد آشیاں
اور گلِ ریحان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

حکمت و فکرِ رضا کی راہ پر لائے حکیم۱۲؎
ناشرِ عرفان ہیں مسعودِ ملت واہ واہ

مہرِ لطیف۱۳؎ شان ہے آپ کے احباب کی
اک خُلقِ اعلیٰ شان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

۱۴؎ منظورِ اہلِ علم ہیں بزمِ سخن میں آج وہ
جو تابعِ فرمان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

وہ دلاور۱۵؎ ہے کرے جو "کنزالایمان" کا دفاع
صاحبِ فرمان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

بٹ رہی ہے ریاست۱۶؎ علم وتقویٰ کی یہاں
قاسمِ پیمان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

آج تاباںؔ جتنے ہیں حلقہ بگوشِ رضویّت
آپ پر قربان ہیں مسعودِ ملّت واہ واہ

OOOOO

۱۔ حضرت مفتی مظہر اللہ نقشبندی (والدِ ماجد حضرت مسعودِ ملّت) کی طرف کنایہ ہے۔

۲۔ محبیّ وعزیزی صاحب سجادہ مولانا محمد مسرور میاں زید مجدہٗ کی طرف کنایہ ہے۔

۳۔ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد مدظلہ العالی شاہی امام جامع مسجد فتح پوری دہلی کی طرف کنایہ ہے۔

۴۔ برادرِ عزیز صوفی عبد الستار طاہر قادری، مسعودی نقشبندی، ادارہ مظہر الا سلام لاہور کی طرف اشارہ ہے۔

۵۔ اخی العزیزی الکریم ڈاکٹر محمد عارف مسعودی زید عنایۃ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی طرف اشارہ ہے۔

۶۔ محبیّ وعزیزی افضل حسین مسعودی نقشبندی حفظ الباری، پریس سیکریٹری، شعبہ نشر واشاعت ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کی طرف کنایہ ہے۔

۷۔ برادرم مولانا جاوید اقبال مظہری زید مجدہٗ، امام ربانی فاؤنڈیشن، کی طرف کنایہ ہے۔

۸۔ محبّی وعزیزی برادرِ طریقت پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری حفظہ اللہ القوی کی طرف کنایہ ہے جنہوں نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان فی ترجمہ القرآن'' پر حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی رحمہ اللہ کی نگرانی میں کراچی یونیورسٹی سے ۱۹۹۴ء میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند حاصل کی۔ یہ کنزالایمان کے حوالے سے پہلی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی تھی۔ وجاہت تاباںؔ۔

۹۔ مراد حضرت سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ (بانی وصدر اوّل ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا) ہیں جنہوں نے حضرت مسعودِ ملّت رحمہ اللہ کی سرپرستی میں ادارۂ ۱۹۸۰ء میں قائم کیا اور بریلی شریف سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی نایاب کتب اور مخطوطات کا ذخیرہ لاکر حضرت مسعودِ ملّت کے حوالے کیا وہ ذخیرہ آج بھی حضرت مسعودِ ملت کی ذاتی لائبیری میں رضویات کے محققین کے کام آرہا ہے۔

۱۰؎ مراد ادیب شہیر علامہ شمس الحسن شمس بریلوی علیہ الرحمہ ہیں جنہوں نے حضرت مسعودِ ملّت علیہ الرحمۃ کی تحریک امام احمد رضا قدس سرہٗ علمی، ادبی، شعری اور ان کی تفسیر و حدیث کی خدمات کے حوالے سے نہایت تحقیقی مقالات قلمبند کیے۔ تاباںؔ۔

۱۱؎ مولانا محمد شفیع قادری، محسنِ ادارہ، بانی رکن اور اوّل نائب صدر۔

۱۲؎ حکیم الامت حکیم موسیٰ امر تسری علیہ الرحمۃ کی طرف کنایہ ہے جنہوں نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے فکر و فلسفہ اور ان کے علمی اثرات پر تحقیقی و تصنیفی کام کے لیے پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سب سے پہلے مبذول کرائی انہی کی تحریک پر آپ نے رضویات پر تحقیق و تصنیف کا اوّل اوّل آغاز کیا۔

۱۳؎ حاجی عبد اللطیف قادری، بانی رکن ادارہ، مرید باصفا حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمۃ الباری۔ ۱۹۸۰ء میں جب حضرت مسعودِ ملت کی سرپرستی میں ادارہ قائم ہوا تھا ابتدائی کابینہ کے اہم رکن کی طرف کنایہ ہے۔ باقی تمام اراکین خلد نشین ہوئے۔

۱۴؎ منظور حسین جیلانی صاحب، سابق فنانس سیکریٹری ادارہ، جن کے دور میں ادارے کو کبھی مالی مسائل کا سامنا نہ رہا۔

۱۵؎ پروفیسر دلاور خاں، جوائنٹ سیکریٹری ادارہ، کی طرف اشارہ جنہوں نے ترجمہ قرآن کنزالایمان کے دفاع میں شکیل اوج کا وہ زبردست علمی محاسبہ کیا کہ شکیل اوج کو منہ کی کھانی پڑی اور اہلِ علم کے سامنے شرمندہ ہے تا قیامت پروفیسر دلاور کے ردِ بلیغ کا جواب نہ دے سکے گا۔ خالقِ لم یزل شکیل اوج کو توبۃ النصوح کی توفیق عطاء فرمائے اور ۱۰؍ جون ۲۰۱۳ء کا غم ناک دن جب پروفیسر دلاور خاں کے اکلوتے لختِ جگر ۲ سالہ احمد رضا کو ظالموں نے اسکول سے گھر واپسی پر اغواء کر لیا بعد ازاں بے دردی سے شہید کر دیا حکومت تاحال قاتلوں کو گرفتار کرنے میں ناکام ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے قلب حزیں کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور پروفیسر دلاور خاں نوری کو نعم البدل عطاء فرمائے۔

۱۶؎ سید ریاست رسول قادری، نائب صدر۔ میری برادرِ صغیر جنہوں نے ہمیشہ حضرت مسعودِ ملّت کی صحبت اختیار کرنے پر فخر محسوس کیا۔

حکیم اہل سنت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

(مصنف ومترجم کتب کثیرہ ومدیر اخبار 'السواد الاعظم-لاہور'، تلمیذ خاص حضور صدرالافاضل)

نقیب ۱؎ صدرِ افاضل معین الدین ہیں
رضا کی فکر کے حامل معین الدین ہیں

حکیمِ ملّتِ بیضاء معین الدین ہیں
فہیم و عارفِ کامل معین الدین ہیں

حمیدہ خصل و خصائل معین الدین ہیں
جمالِ بدرِ ۲؎ مماثل معین الدین ہیں

خطیب ۳؎ و واعظِ عاقل معین الدین ہیں
دُرر ۴؎ کے جامع و محصل معین الدین ہیں

۵ سوادِ اعظمِ اُمّت کے ہیں علم بردار
معینِ مذہبِ کامل معین الدین ہیں

سرورِ نزہتِ ۶؎ خاطر زبانِ علم سے ظاہر
خدا کے بندۂ مقبل معین الدین ہیں

ہے اُن کا مسلک و مشرب مسالکِ ۷؎ حُنَفَاء
ثباتِ ۸؎ حق میں مقابل معین الدین ہیں

مثالِ شبنمِ سحری دلوں کو تازگی بخشی
پیامِ طیبہ کے قائل معین الدین ہیں

جو حفظِ ختمِ۹ نبوت کا معرکہ ٹھہرے
معین و مردِ مقابل معین الدین ہیں

۱۰حیاتِ صدرِ افاضل کا آئینہ کہیے
امینِ بزمِ افاضل معین الدین ہیں

ہر ایک اہل ادب پر اگر سچ پوچھو
انعامِ فائض۱۱ و شامل معین الدین ہیں

رقم کی ثاقبِ تاباںؔ نے اک نئی تاریخ
جمیعِ حسنہ خصائل معین الدین ہیں

نوٹ:

(۱)۔ حضرت علامہ حکیم سید معین الدین کاکا خیل (۱۹۲۳ء۔ ۱۹۷۱ء) علیہ الرحمۃ صدرِافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کے تلمیذِ رشید، خلیفہ اور تحریک پاکستان میں ان کے مؤیّد و معینِ کار رہے ہیں۔ اپنے استادِ مکرم کے ساتھ صحافتی ذمہ داریوں میں بھی ان کا ہاتھ بٹایا گویا ہر اعتبار سے وہ صدرالافاضل کے نقیب رہے۔ فقیر قادری کی حضرت علامہ مولانا حکیم سید معین الدین کاکا خیل علیہ الرحمۃ سے بالمشافہ ملاقات کا شرف صرف دوبار ہوا ہے ۱۹۶۴ء میں جب فقیر مشرقی پاکستان سے پہلی بار کراچی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آیا۔ کراچی آتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اخبار سوادِاعظم لاہور حضرت علامہ موصوف کو خط لکھ کر اپنے نام جاری

کروایا۔ اس طرح ان سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ غالباً ۱۹۶۴ء کے وسط میں جب وہ کراچی تشریف لائے تو ان سے ملاقات ہوئی اس کے بعد غالباً ۱۹۶۵ء کے شروع میں کراچی ہی میں ملاقات ہوئی۔ افسوس کہ ان سے خط و کتابت کا ذخیرہ میں محفوظ نہ رکھ سکا۔ میں نے ان کو نہایت ملنسار، منکسر المزاج اور بلند اخلاق انسان پایا ان کا لباس سادہ اور مزاج درویشانہ تھا۔ سادات کرام کے اخلاق حسنہ کی تمام خوبیاں ان میں موجود تھیں، ایک بار ان سے ملاقات کے بعد بار بار ملنے کو دل چاہتا تھا۔ فقیر کی یہ دلی تمنا رہی کہ اے کاش کہ میں وہ بندہ ہوتا جو ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتا۔ ان کی شخصیت حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ کے اس شعر کی عکّاس تھی۔

دل دادہٴ بیارے عاشق کشے نگارے

مَرضِیَّۃ السَّجَایا مَحمُودَۃُ الخصَائل

ترجمہ: تونے دل ایسے یار کو دیا ہے کہ وہ عاشق کش محبوب ہے اس کی عادتیں پسندیدہ اور خصلتیں اچھی ہیں۔

(۲)۔ "صدرالافاضل" کے ساتھ "بدرُالمُماثل" بھی علامہ مفتی نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب تھا۔

(۳)۔ "مواعظِ حسنہ" حضرت علامہ امام صفوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے جس کا آپ نے اردو ترجمہ کیا۔

(۴)۔ "الدُّرَرُ المنتشرہ فی احادیثِ المشتہرہ" مصنفہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ آپ نے اردو میں ترجمہ کیا اور خود شائع کیا۔

(۵)۔ اخبار السوادِ اعظم اہلِ سنّت کا ترجمان تھا، حضرت صدرالافاضل کی سرپرستی میں تقسیم ہند سے قبل، مرادآباد سے نکلا کرتا تھا، تاج العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عمر نعیمی علیہ الرحمۃ اس کے مدیر تھے۔ حضرت علامہ حکیم سید معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ نے اسی نام سے قیام پاکستان کے بعد غالباً ۱۹۵۷ء میں بطور ہفتہ وار اخبار لاہور سے شائع کیا۔ جو ان کے انتقال ۱۹۷۱ء تک شائع ہوتا رہا۔

(۶)۔ "قرۃ العیون"، مصنفہ فقیہ ابواللیث سمرقندی علیہ الرحمۃ کی کتاب کا ترجمہ علامہ ممدوح نے "سرورِ خاطر" کے نام سے کیا۔

(۷)۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی تصنیف "مَسالِک الحُنفاء" کی طرف اشارہ ہے، جس کا اردو ترجمہ "بنام والدینِ مصطفیٰ" ﷺ حضرت معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔

(۸)۔ "احقاق حق" کتاب مرتبہ مفتی سید معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ ہے۔

(۹)۔ تحریک تحفظ ختم نبوت (۱۹۵۲ء) کی طرف اشارہ ہے، جس میں حضرت علامہ موصوف نے دیگر علماء اہلِ سنّت کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھا اور اس سلسلہ میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

(۱۰)۔ "حیاتِ صدرالافاضل" کے نام سے حضرت موصوف علیہ الرحمۃ نے ایک جامع کتاب شائع کی تھی۔ ان کے بعد مختلف مکتبوں سے شائع ہوتی رہی ہے۔ اسی کی بنیاد پر مفتی ذوالفقار نعیمی صاحب زید علمہٗ مرادآباد، انڈیا سے ایک ہزار صفحات پر مشتمل صدرالافاضل علیہ الرحمۃ کی حیات اور کارناموں پر ایک کتاب شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزاء خیر عطا فرمائے اور کتاب کو جلد زیورِ طباعت سے آراستہ کرنے کے لیے انہیں وسائل عطا فرمائے (آمین!)۔

(۱۱)۔ فاضل نوجوان محقق، عزیزی و محبّی، مولانا محمد ثاقب رضا (لاہور) متعدد مقالات اور کتب کے مصنف اور مؤلف و مرتب ہیں حال ہی میں ان کی ایک تالیف "ردِّ قادیانیت اور سنّی صحافت" (جلد اول، صفحات ۷۲۶) شائع ہوئی ہے۔ یہ ہفت روزہ اخبار "سراج الاخبار" (جہلم) ۱۸۸۵ء تا ۱۹۱۷ء کی فائیلوں پر مبنی ہے جبکہ الفقہ امرتسر اور الفقیہ امرتسر پر بھی کام مکمل کر چکے ہیں۔ راقم نے ان کے تحقیقی اور صحافتی ذوق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سوادِ اعظم (لاہور) کی ۱۹۶۴ء تا ۱۹۷۰ء کے شمارے کی فائیل بھیجدی اور ان سے استدعا کی کہ ہفت روزہ "سراج الاخبار" جہلم کے طرز پر اس کو بھی شائع فرمادیں۔ انہوں نے فقیر کی درخواست کو شرفِ پذیرائی بخشی اور اس پر ایک اہم اضافہ یہ کیا کہ مدیر اخبار حضرت علامہ مفتی حکیم سید معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے حیات اور کارناموں پر ایک بھرپور مقدمہ لکھا، بلکہ ان سے تعلق رکھنے والے اَعاظم علماء سے تقاریظ اور

تاثرات بھی لکھوائے اور اب وہ اس کو کتابی شکل میں بہت جلد شائع کر رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ، فجزاہ اللہ احسن الجزا۔

وہ تحقیق کے اعلیٰ ذوق کے مالک ہیں اور دستاویز اور مآخذ کی تلاش اور حصول کے لیے اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے جب تک اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو جاتے۔ انٹرنیٹ اور ٹیلیفون کے ذریعہ برّ صغیر کے تمام اہم اداروں، لائبیریریوں اور شخصیات سے وہ رابطے میں رہتے ہیں۔ وہ ایک اچھے مصنف اور محقق ہونے کے علاوہ دلِ دردمند کے مالک ہیں۔ وہ اہلِ سنّت کے ان اکابر علماء کی تصنیفات اور ان کی حیات اور کارناموں سے آگاہ کرنے کا عزم رکھتے ہیں جو گذشتہ دو صدیوں میں برصغیر پاک وہند میں گذرے ہیں اور اب نسیاً منسیاً ہو چکے ہیں اس سلسلے میں وہ متعدد مقالات اور مضامین بھی لکھ چکے ہیں جو متعدد جرائد ورسائل میں شائع ہو چکے ہیں اور ان کے پرنٹ ویب سائیٹ پر بھی موجود ہیں۔ حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کے ۱۰(دس) نایاب رسائل مع اپنے وقیع مقدمے کے انہوں نے حال میں شائع کیا ہے۔ جس کو علماء محققین نے بڑی پذیرائی بخشی۔

زیر نظر منقبت بھی فقیر نے انہی کی تحریک پر لکھی ہے گر قبول افتد زہے عزو شرف

(تاباںؔ قادری عفی عنہ)

ابرِ گوہر بار ہے خامہ نرالہ آپ کا

(حضرت علامہ پیرزادہ محمد اقبال احمد فاروقی (مرحوم) کے حضور نذارنۂ عقیدت)

نکہتِ جاں بخش ہے مکتوب والا آپ کا
عارفانِ حق کو ہے مشکیں قبالہ آپ کا

رشتۂ آئینِ حق کردار والا آپ کا
پاسِ فرمانِ رسالت ہے حوالہ آپ کا

مشکبو باغِ رضا میں سرو و لالہ آپ کا
دائرہ نعمان[1] میں ہے نام بالا آپ کا

آپ کی تحریر ہے تحریکِ علم و آگہی
دعوتِ تحقیقِ حق ہے ہر مقالہ آپ کا

ہے اذانِ صبح گاہی آپ کی آواز میں
دعوتِ قبلہ نمائی ہے مصلّٰی آپ کا

حضرتِ احمد رضا کے ہیں نقیبِ خاص آپ
مشرق ومغرب میں چرچا، بول بالا آپ کا

مجلس[2] و بزمِ رضا کے آپ ہیں روحِ رواں
گل سِتانِ رضویت میں بول بالا آپ کا

علم کے موتی ہیں گویا ہر سطر تحریر کی
ابرِ گوہر بار ہے خامہ نرالا آپ کا

سیفِ فاروقی کا مظہر آپ کا خطِّ قلم
ردِّ باطل خوب کرتا ہے رسالہ[۳] آپ کا

معنوی و صورَوی خوبی کا حسنِ امتزاج
گنجیۂ حسنِ معانی ہے قبالہ آپ کا

[۴] ہم دلاور(۱) ہیں، مشاہد سیدی(۲)، آپ ہیں مجید(۳)
آپ ہیں ماہِ رضا اور ہم ہیں ہالہ آپ کا

یہ فقیرِ قادری(۴) مع دست وبازوئے لطیف (۵)
ہم خیال و ہم نوا و ہم پیالہ آپ کا

اِک قلمدانِ ریاست(٦) آپ کے جاوید(۷) ہیں
رقم کرتے ہیں اشارہ اور حوالہ آپ کا

قابلِ صد رشک ہے تابانیِ(۸) خُلقِ حسن(۹)
جس کو دیکھو جپ رہا ہے آج مالا آپ کا

کُل جہانِ رضویت میں ہیں مبشر(۱۰) حق کے ہم
کر رہے ہیں ہر طرف ارشاد بالا آپ کا

شعرِ تاباںؔ ہے کہ یک سر مدحِ احسانِ جناب
جو بھی سنتا ہے ہواشیدا و والہ آپ کا

اشاریہ:

۱۔ ادارۂ انجمنِ نعمانیہ، لاہور۔

۲۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور۔

۳۔ ماہنامہ جہانِ رضا لاہور۔

۴۔ چار اشعار میں خط کشیدہ الفاظ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا ٹرسٹ، کراچی کے اراکین کے اسمائے گرامی ہیں:

(۱) پروفیسر دلاور خاں نوری، جوائنٹ سیکرٹری۔

(۲) سید مشاہد حسین، معاون آفس سیکرٹری۔

(۳) پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، جنرل سیکرٹری۔

(۴) فقیر سید وجاہت رسول قادری، صدر نشیں۔

(۵) حاجی عبد اللطیف قادری، رکنِ ٹرسٹ۔

(۶) سید ریاست رسول قادری، رکنِ ٹرسٹ۔

(۷) جاوید حسین شاہ بخاری، آفس سیکرٹری۔

(۸) حاجی عبد الرّزاق تابانی، رکنِ ٹرسٹ۔

(۹) ڈاکٹر محمد حسن امام، سیکرٹریِ اطلاعات مطبوعات۔

(۱۰) مبشر خاں قادری (کمپیوٹر سیکشن)

منقبت حضرت امیر اہلِ سنّت

شاہ تراب الحق قادری نوری برکاتی مدظلہ العالی

(سرپرستِ اعلیٰ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، انٹر نیشنل، کراچی)

حق گو ہیں حق پسند ہیں حضرت ترابِ حق
اک مردِ حق ہیں بے گماں حضرت ترابِ حق

سنگم ہیں قادریّت وبرکاتیّت کے آپ
ناشر ہیں رضویّات کے حضرت ترابِ حق(۱)

غوث الوریٰ ہیں شاہِ ولایت بفضلِ حق
غوث الوریٰ کے نائب ہیں حضرت ترابِ حق

ہیں عبدِ حق(۲) نائبِ سجّادہ بے شبہ
آئینۂ سیرتِ حضرت ترابِ حق

ظلمتکدہ میں آج ہے روشن سراجِ حق(۳)
یہ ہے کرامت آپ کی حضرت ترابِ حق

مسجد کے بام و درسے خوش آتی ہے یہ صدا
صَلّوا عَلَی النَّبِیِّ الاُمّیِ لِقُرْبِ حق

ذرّوں سے دیکھی گونجتی تکبیر ربِّ حق
سجدے جہاں پہ کرتے ہیں حضرت ترابِ حق (۴)

باطل کا معاملہ ہو تو سیف یَدُاللّٰہی
مومن کا معاملہ ہو تو رحمت ترابِ حق

ان پر نثار سنّی ہیں پیر و جوان سب
اک انجمنِ علم ہیں حضرت ترابِ حق

وہ ہیں ہلالِ شرف فلکِ عزّو جاہ کے
برتر قیاس سے ہیں حضرت ترابِ حق

احمد رضاؔ سے رشتہ ہے عشقِ رسول ﷺ کا
فکرِ رضا کے حامل ہیں حضرت ترابِ حق

جب بھی کسی نے بات کی میلاد کے خلاف
مثلِ شہاب لپکے ہیں حضرت ترابِ حق

تسلیم غیر کو بھی ہے جاہِ ترابِ حق
شہرِ وفا کی شانِ قیادت ترابِ حق

لرزہ عدو پہ طاری بنامِ ترابِ حق
شیر خدا (رضی اللہ عنہ) کی گھن گرج حضرت ترابِ حق

وہ اہتمامِ محفلِ میلاد ہے کہ آج
ہر گھر سجا ہوا ہے بہ حُجَّت ترابِ حق

پڑھتے نمازِ عشق ہیں تیغوں کے سائے میں(۵)
اس رسمِ عاشقی کی ہیں رفعت ترابِ حق

جمع یہاں ہیں ارد گرد سب اہلِ قربِ حق
حق رہنما دلیل ہیں حضرت ترابِ حق

حَیَّ عَلَی الفَلَاح کی دعوت پہ دوڑ کے
آتے ہیں لوگ دور سے بہ نَہضَت ترابِ حق

ہر معاملے میں کرتے ہیں یہ فتح بابِ حق
ہیں منبعِ دانائی و حکمت ترابِ حق

روشن ہے مصطفیٰ ﷺ سے جو شیدا ہے آپ کا
چشم و چراغِ زہرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں حضرت ترابِ حق

اللہ (عزّوجل) رکھے ان کو سلامت بہ کرّوفَر
اہلِ سُنن کی آن ہیں حضرت ترابِ حق

یکتائے روزگار کو تاباںؔ مرا سلام
وہ نازشِ خطاب ہیں حضرت ترابِ حق

(۱)۔ سیّدی مولائی و مرشدی حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند نوری برکاتی رضوی قدس اللہ العزیز سے شرفِ ارادت و خلافت حاصل ہے۔
(۲)۔ حضرت مولانا عبد الحق قادری رضوی صاحبزادۂ اصغر۔
(۳)۔ حضرت مولانا سراج الحق قادری رضوی صاحبزادۂ اکبر۔
(۴)۔ شہر کراچی میں اہلِ سنّت کی بے شمار مساجد کا سنگ بنیاد حضرت نے رکھا اور لاتعداد مساجد کو غیروں کے غاصبانہ قبضہ سے واگذار کرایا۔
(۵)۔ نشتر پارک کے واقعہ شہادت کی طرف اشارہ ہے۔ جب جلسۂ میلاد میں بم بلاسٹ ہوا، اس وقت حضرت شاہ صاحب مد ظلہ العالی نمازِ مغرب کی امامت فرما رہے تھے۔
(۱۰ر ظفر المظفر ۱۴۳۵ھ / ۱۴ر دسمبر ۲۰۱۳ء)

گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲؍ جنوری ۲۰۱۶ء کی صبح مولانا عطاء المصطفیٰ نوری ابنِ مولانا عبد القادر شہید علیہما الرحمۃ، مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد اور صدر المصطفیٰ ویلفیئر پنجاب اور خطیب فیصل آباد ائرپورٹ جامع مسجد کی خبر رحلت سن کر یہ اشعار فی البدیہہ کہے گئے۔)

تصور میں مدینہ تھا، قصیدہ بردہ پڑھتا تھا
لحن داؤدی اس کا تھا رضا کی نعت پڑ ھتا تھا
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

وہ اسمِ با مسمّٰی تھا، غریقِ عشقِ مولیٰ تھا
صداقت کا اجالا تھا، امانت عزم والا تھا
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

ربیع الثانی کا اول، ربیع النور کا آخر
مقامِ اعلیٰ علیّین میں ہوا منتقل شاکر
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

شرافت کا نمونہ تھا، محبت کا خزینہ تھا
وہ داناتھا وہ بینا تھا، کرامت کا نگینہ تھا
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

وہ درویشوں فقیروں میں، رہا تھا عمر بھر شامل
وہ اخلاص و محبت کا نمونہ تھا مگر کامل
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

درود آیا زباں پہ اور ہوا اللہ سے واصل
کمالِ عشق تو دیکھو، ہوا کس شان سے واصل
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

لبوں پہ اک تبسم تھا، ادھر پر نور تھا چہرہ
نچھاور پھول ہوتے تھے، ادھر سرپہ سجاسہرہ
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

اجالا ہی اجالا ہے، لحد تا عرصۂ محشر
جیا تو با ادب ہوکر اٹھا تو با خبر ہوکر
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

بفیضِ مصطفیٰ نوری،[1] رہے گا شہرۂ نوری
جہانِ رنگ و بو میں بھی جہانِ اُخروی میں بھی
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

منور تھا دلِ نوری، بفضلِ احمدِ نوری[2]
رہا دنیا میں وہ نوری، اٹھا دنیا سے بھی نوری
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

صدائے حضرت رضواں مچاتی دھوم یہ آئی
بلاتے ہیں تمھیں سرور (ﷺ)، مبارک ہو تمھیں نوری

بسماعۃ "ادخلی[۳] فیھا، اے روحِ حضرتِ نوری
"عبادی" میں تو شامل یہ کہتے ہیں ملک نوری
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

دعا تاباںؔ یہ کیجیے اب، مشنِ نوری رہے جاری
اب اس کے جانشینوں سے بفضلِ مالک الباری
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

ذرا سوچو، ذرا پرکھو! گیا کس شان سے نوری
تھا عبدِ مصطفیٰ بیشک اٹھا اک آن سے نوری
گیا کس شان سے دیکھو عطاء المصطفیٰ نوری

نوٹ:

۱۔ یہاں اشارہ ہے مفتیِ اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں رضی اللہ عنہما کی طرف ،جو حضرت عطاء المصطفیٰ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے جد مرشد ہیں۔

۲۔ یہاں اشارہ ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے پیر و مرشد حضرت سید آل رسول احمدی رضی اللہ عنہ کیطرف جو حضرت ممدوح کے بھی امجاد شیوخ میں ہیں۔

۳۔ سورہ فجر کی آخری آیت کا اقتباس ہے: فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَ ادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔

متفرق

قطعات

نعتیہ قطعہ

دردِ سوزِ نہاں کی بات کرو
سجدہ ریزیِّ جاں کی بات کرو
سنگریزوں کو جس نے بخشی حیات
مصطفٰے(صلی اللہ علیہ وسلم) جانِ جاں کی بات کرو

راجشاہی ۲۷/ اپریل ۱۹۶۱ء

......*

نعتیہ قطعہ

حسنِ جاناناں بے حجاب آیا
نور برساتا آفتاب آیا
گوشے ہستی کے سب ہوئے تاباںؔ
جب خیالِ رخِ جناب(ا) آیا

ا/ اگست ۱۹۶۲ء راجشاہی

......*

(عید پر چند تاثرات)

(۱)

دنیائے محبت کو ہو یہ چاند مبارک
منزل گہِ ہستی کو ہو یہ چاند مبارک
اِک چاند سا مکھڑا ہو بہ آغوشِ محبت
اللہ کرے آپ کو یہ چاند مبارک

(۲)

اجڑے دل خاک عید ہوتی ہے
دل جو خوش ہو تو عید ہوتی ہے
آپ کی یاد ایسے موقع پر
ہم غریبوں کی عید ہوتی ہے

(۳)

لوگ کہتے ہیں عید آئی ہے
ہم بھی سنتے ہیں عید آئی ہے
آپ ہوتے جو پاس ایسے میں
ہم سمجھتے کہ عید آئی ہے

(۴)

مبارک آپ کو اللہ کرے یہ عید کی خوشیاں
بہر لحظہ بہر لمحہ، سدا یہ عید کی خوشیاں
شریک ہم آپ کی خوشیوں میں ہیں گرچہ نہیں واں پر
کہ ہیں بُعدِ مکانی سے ورا یہ عید کی خوشیاں

(۵)

جہادِ نفس کا اِکرام ہے یہ عید کا چاند
حیاتِ تازہ کا پیغام ہے یہ عید کا چاند
مسرتوں کے لیے آیا جام بھر بھر کے
خدا کا شکر کہ تیرے لیے یہ عید کا چاند
مگر یہ تلخ حقیقت ہے اس کو کیا کہیے
وطن سے دور خوش آتا نہیں یہ عید کا چاند
قفس میں چاروں طرف شور ہے "دیکھو چاند"
ترے بغیر مرے دوست کیا یہ عید کا چاند

۲۵/ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق ۳/ مارچ ۱۹۶۲ء راجشاہی

......*

جگرؔ مراد آبادی کی یاد میں

بزم خوباں کا جو تھا روحِ رواں جاتا رہا
مرکزِ شعر و سخن شیریں بیاں جاتا رہا
جس کے نغمے تھے گلستاں کے لیے جانِ بہار
آہ وہ رشکِ چمن نغمہ کناں جاتا رہا

مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۶۰ء راجشاہی

......*

بیادگار مولانا حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ

علم کی تابانیوں سے اس کا روشن تھا دماغ
عشق کی رعنائیوں سے اس کا سینہ داغ داغ
یعنی وہ حامد حسن القادری ماہِ سخن
ظلمتِ بزمِ ادب میں علم و عرفاں کا چراغ

(۲۲؍جولائی ۱۹۶۶ء کراچی۔ کٹرک ہال میں قادری اکیڈمی کے جلسے میں پڑھا گیا)

......*

......*

الوداع اے تربیت گاہِ حبیباں الوداع
الوداع اے مرکزِ اجرائے بنکاں الوداع
الوداع تعلیم گاہِ نوجوانانِ وطن
الوداع آماجگاہِ پختہ کاراں الوداع

(حبیب بینک کے ٹریننگ ڈپارٹمنٹ کی الوداعی پارٹی کے موقع پر ہوٹل شیزان میں پڑھا گیا)
۸/جولائی ۱۹۶۶ء

......*

ایوب کی آواز

اک صاحبِ ایمان ہے وہ صاحبِ تدبیر
رزمِ حق و باطل ہو تو وہ صاحبِ شمشیر
جس سے دلِ مسلم کو میسر ہو حرارت
ایوب کی آواز ہے وہ نعرۂ تکبیر

(۱۹۶۵ء میں جنگ کی ابتداء پر صدر ایوب خاں کی تقریر سننے کے بعد، کراچی ۱۱/اکتوبر ۱۹۶۵ء)

......*

عید کا دن

اک عرض تمنا کا خطاوار ہوں آقا(ا)
ہے جرم اگر یہ تو سزاوار ہوں آقا(ا)
میں جاؤں کہاں چھوڑ کے در آپ کا آخر
ہے عید کا دن اور میں غمخوار ہوں آقا(ا)

۲۸ر جنوری ۱۹۶۵ء مطابق ۲۴ر رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ

......*

سلام علیکم مشفع المقبول
سلام علیکم ینبوع النعیم
سلام علیکم امام الرسل
سلام علیکم رؤف رَحیمؒ

......*

ہلالِ عید

ہلالِ عید نے ہر سو بکھیر دی ہے ضو
سنور سنور کے نکلنے لگے سبھی خوشرو
ہلال عید کی جانب بھلا وہ کیا دیکھے
ہو جس نگاہ میں اُس رشکِ ماہ کی ابرو

- - - - - - - - - - - - - - - - - - -

پھر آج ہلال عید کا ہوتا ہے نمودار
ہر ایک مسرت سے نظر آتا ہے سرشار
ہم خاک نشینوں کی یہی عید ہے تاباںؔ
اس ماہِ عرب ماہِ منور(ﷺ) کا ہو دیدار

- - - - - - - - - - - - - - - - - - -

وہ چاند بن کے جو پیغام عید کا آیا
وہ چاند صرف امیروں کی آنکھ کا تارا
وہ چاند جس سے یتیموں کے گھر میں عید آئی
وہ چاند ماہِ عرب نور جاں جہاں آرا(ﷺ)

(۲۹؍ رمضان المبارک، ۱۳۸۳ھ / ۱۴؍ فروری ۱۹۶۴ء، راجشاہی)

قطعۂ تاریخ بر ولادتِ نورِ نظر لختِ جگر
ڈاکٹر خواجہ آفتاب احمد صاحب

بروز شنبہ بتاریخ ۱۱/ جولائی ۱۹۷۰ء
المطابق ۵/ جمادی الاوّل ۱۳۹۰ھ

چہرۂ روشن ہے یا کھِلتا گلاب
آپ کا نورِ نظر یا آفتاب
ہو مبارک آپ کو بیٹا جناب

۳ ۰ ۳

"آفتاب آمد دلیلِ آفتاب"

۷ ۸ ۰ ۱

۰ ۹ ۳ ۱ ھ

۱۲/ جولائی ۱۹۷۰ء

قطعۂ تاریخ بر ولادتِ نورِ نظر لختِ جگر

مولانا اجمل رضا قادری رضوی زید مجدہٗ

موڑا ایمن آبا، گجرانوالہ، پنجاب، پاکستان

خوشیاں منائیں مل کر صبحِ شبِ ولادت
نعتیں سنائیں مل کر صبحِ شبِ ولادت
عشقِ نبی ﷺ کا عطیہ احمد رضا کا تحفہ
عشاق کے گلوں میں احمد رضا کا تمغہ
کیا خوب رنگ لائے احمد رضا کی نسبت
یوم النشور ہم بھی بھیجیں سلام رحمت
محشر میں دیکھ لینا احمد رضا کی عظمت
قدسی پڑھیں گے مل کر لاکھوں سلامِ رحمت
صَلُّوا علی النبیِّ الامّی ﷺ کی ہے کرامت
ذکرِ نبی بڑھائے ہر کلمہ گو کی عزت
بہرِ رسولِ اکرم ﷺ بس ایک ہی دعا ہے
احسن ہو میری سیرت بر نقشِ پائے حضرت ﷺ
تاباںؔ کے دل سے نکلی یکدم دعاءِ اجمل
یارب ہو زیست میری عکسی جمالِ سیرت

غزلیات

غزل۔۔۔ ۱

دیکھتے ہیں شیخ کو اس بزم میں رندانہ ہم
پھر ادا کرنے لگے ہیں سجدۂ شکرانہ ہم

کس قدر ہیں کشمکش میں جلوۂ جانانہ ہم
"چپ کھڑے ہیں درمیان کعبہ و بت خانہ ہم"

دل نہیں ہے آرزوؤں کا ہے مدفن عشق میں
یا سراپا بن گئے ہیں ایک ماتم خانہ ہم

ساقیٔ محفل لٹا کر جامِ مے جاتا رہا
دست حسرت میں لیے بیٹھے رہے پیمانہ ہم

آپ کا حسنِ تبسم، اک فریبِ شوق ہے
دل کی دنیا میں بنائیں گے الگ بت خانہ ہم

اللہ اللہ یہ نگاہیں، یہ مے الفت کے خم
دیکھتے گردش میں ہیں میخانہ در میخانہ ہم

اُس نگاہِ ناز نے بخشی حیاتِ جاوداں
حضرت تاباں ہوئے ہیں آپ سے بیگانہ ہم

(۳۰؍جولائی ۱۹۶۰ء کو ولی منزل (راجشاہی) کے مشاعرے میں پڑھی گئی)

غزل۔۔۔ ۲

مرے خونِ دل میں رواں دواں، ترا عکسِ روئے جمال ہے
مگر اے ندیم! تو یہ بتا یہ فراق ہے کہ وصال ہے؟

تری اِک نظر نے کیا عطا مری زندگی کو نشاطِ جاں
تری ہر ادا میں ہے بانکپن، تری ہر نگہ میں جمال ہے

مرے خاک و خوں میں چھپا ہوا رَمِ کائنات کا راز ہے
مری دھڑکنوں سے ملی ملی دلِ کائنات کی چال ہے

ترے مہرِ رُخ کی تجلیاں مجھے تابِ دید ہے اب کہاں!
نہ وہ روشنی ہے نگاہ میں نہ وہ حسنِ کیفِ جمال ہے

تری بندگی، مری زندگی، مری زندگی، تری بندگی
مرے ہر نَفَس میں ہے تو ہی تو، مرے عشق کا یہ کمال ہے

ترے پائے ناز کی جھلکیاں مرے شوقِ دید پہ تھپکیاں
تری تابِ زلف دراز کا مری کائنات پہ جال ہے

ترے لب کو ہم نے حیات دی ترے عارضوں کو شگفتگی
ترے حسن پہ جو نکھار ہے وہ ہمارا عکسِ خیال ہے

مری خاک میں وہ شررِ نہاں جو دلوں کو سوز عطا کرے
ترے حسن سے وہ کشش عیاں جو طلسمِ نقشِ خیال ہے

ترے پائے ناز پہ رکھ کے سر میں لُٹادوں اپنی متاعِ جاں
مری آرزو کی ہے انتہا مری زندگی کا کمال ہے

یہ تری نظر کا خمار ہے، ترے حسن کا یہ نکھار ہے
کہ ہر ایک سمت کھلا ہوا ترا گلستانِ جمال ہے

(۲۵/ اگست ۱۹۶۰ء راجشاہی ۲/ ستمبر کو راجشاہی گورنمنٹ کالج کے مشاعرے میں پڑھی گئی)

غزل۔۔۔ ۳

شب غم جو مسکرا دی کہیں کوئی ماہ پارا
مرے دل نے راہ پائی مجھے مل گیا سہارا

اِنہیں آنکھوں نے ڈبویا اِنہیں آنکھوں نے اُبھارا
جو نظر کے جام لے کر بڑھا جانبِ کنارا

تری یاد میں یہ آنسو جو کبھی ڈھلک پڑا ہے
کبھی پھول بن گیا ہے کبھی جھلملاتا تارا

تری فتنہ خیزیوں سے ہے بپا جو دل میں محشر
مری جان پر بنی ہے، مرا دل ہے پارا پارا

ترے عارضوں پہ سرخی مرے خون دل کی کاوش!
ترے حسنِ دلربا کو مرے عشق نے نکھارا

تری مسکراہٹوں سے کئی پھول کھل گئے ہیں
کئی بار مل گیا ہے مجھے ڈوبتا کنارا

مری کم نگاہیوں نے مجھے کر دیا ہے رسوا
نہ وہ سوز و سازِ محفل، نہ وہ عشق کا شرارا

مرے کام کچھ نہ آیا مرا عزمِ ترکِ عصیاں
میں نے پی ہی ڈالی شب کو ملا اُن کا جو اِشارا

تری وحشتوں سے اے دل میں تو تنگ آگیا ہوں
کبھی بزمِ زہد و تقویٰ کبھی شوخیِ نظارا

یہیں بجلیاں گری ہیں، یہیں میرا آشیاں تھا
اسی خاک میں یہیں پر بہا میرے خوں کا دھارا

تری بزمِ ناز میں تو سبھی سر بخم رہے ہیں
کوئی ہو گدا کہ قیصر کوئی شاہ ہو کہ دارا

مجھے شامِ غم میں اکثر تری یاد آگئی ہے
شب یاس میں ہے تاباںؔ تری آس کا ستارا

(مورخہ ۱۸/ستمبر ۱۹۶۰ء کو یہ غزل کہی اور ۱۴/اکتوبر ۱۹۶۰ء ایشورڈی کے ایک مشاعرے میں پڑھی گئی)

غزل۔۔۔ ۴

حسن کے خد و خال میں گم ہیں
اِک سراپا جمال میں گم ہیں

اپنے عکسِ جمال میں گم ہیں
جانے کس کے خیال میں گم ہیں

کس کے قدموں کی خاک بن کر
کائناتِ جمال میں گم ہیں

زلفِ گیتی کے جو ہوئے شیدا
بس کہ خواب و خیال میں گم ہیں

کس کی نظروں کے سوز سے ذرّے
آفتابِ جمال میں گم ہیں

ان کے ساغر سے پی ہے مے جب سے
کتنے رنگیں خیال میں گم ہیں

بادہ نوشاں تو سب ہیں مستِ اَلَسْت
شیخ بھی قیل و قال میں گم ہیں

نجم و افلاک اور شمس و قمر
اس جبینِ جمال میں گم ہیں

ہم بھی رشکِ قمر ہوئے تاباںؔ
جب سے اُن کے جمال میں گم ہیں (راجشاہی شب ۱۷/ مئی ۱۹۶۱ء)

غزل ۔۔۔ ۵

تیرے دیوانے کہاں جاتے کنارا کرکے
ان کو جینا تھا ترے غم کو گوارا کرکے

میں تو جیتا ہوں ترے در پہ گزارا کرکے
تیری اُمید کو جینے کا سہارا کرکے

ساری محفل کا تقاضا تھا مگر وہ ہم سے
کہہ گئے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارا کرکے

مصحفِ عارضِ جاناں کی تجلّی دیکھو
اُڑ گئے ہوش مرے دل کو سپارا کرکے

کون جانے کہ تصوّر میں یہ کون آیا ہے
روئے انور کو چمکتا ہوا تارا کرکے

شامِ غم تیرے تصور نے سنبھالا مجھ کو
میری اُمید کو جینے کا اِشارا کرکے

تشنہ کامانِ محبت کو پِلا دے ساقی!
اپنی نظروں سے مچلنے کا اشارا کرکے

ہم نے رندانِ محبت کو حرارت بخشی
آتشِ شوق میں ہستی کو شرارا کرکے

تیرے مشتاق تو پاجاتے ہیں عرفانِ حیات
تیری دز دیدہ نگاہی کو سہارا کرکے

بزمِ دو روزہ میں ہے کس سے وفا کی اُمید!
اٹھتے جاتے ہیں سبھی یار کنارا کرکے

آج محفل میں غزلخواں ہوا تاباںؔ دیکھو
ان کی فردوس نگاہی کا نظارا کرکے

شب ۳۰؍ جولائی ۱۹۶۱ء راجشاہی

غزل۔۔۔ ۶

کوئی کیا جانے کہ دیوانوں کو کیا کہتے ہیں
اہلِ دل اہلِ خرد اہلِ وفا کہتے ہیں

پرتوِ جلوۂ ہستیِ خدا کہتے ہیں
ہم ترے حسن کو آئینہ نما کہتے ہیں

ہم کو منظور نہیں تیری جفا کی توہین
"ہم ترے طرزِ تغافل کو ادا کہتے ہیں"

عشق کی راہ میں جو خود کو فنا کرتے ہیں
ہیں یہ وہ لوگ جنہیں اہلِ بقا کہتے ہیں

جن کی خوشیوں پہ لٹایا تھا نشیمن اپنا
آج وہ لوگ اسے میری خطا کہتے ہیں

غیرتِ حسن سے عارض پہ گلابی لہریں
پیشِ بلبل اسے غنچہ کی حیا کہتے ہیں

شیخِ ذیشان کی تقدیس مسلّم لیکن
ہم تو رندوں ہی کو مردانِ خدا کہتے ہیں

پائے نازک میں مچلتے ہوئے جاں دینے کو
چند دیوانوں کی تکمیلِ وفا کہتے ہیں

تیری نظروں کے چھلکتے ہوئے پیمانے کو
تیرے بیمار کے زخموں کی دوا کہتے ہیں

ہم تو عاشق ہیں اسی حسنِ کرم کے تاباںؔ
سب جسے دیکھ کے اللہ نما کہتے ہیں

اکتوبر ۱۹۶۱ء راجشاہی

غزل۔۔۔ ۷

کسی ماہ رو کی صورت مرے دل میں یوں بسی ہے
مرے کارواں کو جیسے نئی راہ مل گئی ہے

مرے ہم نَفَس یہ اکثر مری وحشتوں پہ بولے
کہیں شاید اس نے جاکر کسی میکدے میں پی ہے

کبھی ظلمتوں میں بھٹکے ہیں جو عقل کے محافظ
انہیں روشنی ملی ہے تو جنوں ہی سے ملی ہے

شبِ غم مرے تصور میں جمالِ ماہِ کامل
کسی مہ جبیں کی شاید مجھے یاد آرہی ہے

ترے میکدے میں ساقی یہ صدائے ہاؤ ہو کیوں
نہیں جن کا ظرف ایسا انہیں کیوں یہ مے ہی دی ہے

ہے خدا گواہ زاہد ترے زہد میں نہیں شک
مگر آج رخ پہ تیرے کوئی اور ہی خوشی ہے

وہی کامراں ہوا ہے رہِ منزلِ وفا میں
کہ نمازِ عشق جس نے سرِ دار بھی پڑھی ہے

جو حریمِ دل میں اکثر رہا سجدہ ریز ہمدم
تو اسے ہی ہوش و مستی کی میسر آگہی ہے

ہے حریم حسنِ معنٰی ترا میکدہ جو ساقی
مری خلوتوں میں تاباں تری جلوہ گستری ہے

مئی ۱۹۶۲ء راجشاہی

غزل۔۔۔ ۸

صبحِ رنگینیِ بہار کی بات
اُن کے گیسوئے تابدار کی بات

بے پیے بھی ہیں مست دیوانے
اللہ اللہ اس دیار کی بات

دیر و مسجد کلیسہ وَ کعبہ
ساری باتیں ہیں ایک یار کی بات

اللہ اللہ سب ہی کہہ اُٹھے
جب بھی نکلی ہے حسنِ یار کی بات

اس صنم کے سوا نہیں بھاتی
ایک دو چار کیا ہزار کی بات

جس کو کہتے ہیں ہم محبت، وہ
دو دلوں کے ہے اعتبار کی بات

یوں تو صورت ہزار دیکھی ہے
کس میں پائی ہے روئے یار کی بات

حق پرستی و صاف گوئی ہے
ہر زمانے میں رسن و دار کی بات

وہ بھی کرنے لگے ہیں محفل میں
میرے دامانِ تار تار کی بات

خونِ دل تو نہ دے سکے گل کو
اور کرتے ہیں لالہ زار کی بات

بے خودی میں بھی آپ اے تاباںؔ
کر رہے ہیں یہ ہوشیار کی بات

رقص جس سے کرے وہ لال پری
تاباںؔ کیجیے کچھ ایسے پیار کی بات

۲۹/ اگست ۱۹۶۲ء راجشاہی

غزل۔۔۔ ۹

اُن کی نگاہِ ناز کی شہ پارہا ہوں میں
اک کیفِ بیخودی میں بہئے جا رہا ہوں میں

غم کو خیالِ زلف سے بہلا رہا ہوں میں
دل پر ستم اک اور نیا ڈھا رہا ہوں میں

اے نا خدائے کشتیِ اہلِ وفا! بتا
رخ ہے کدھر ہوا کا کدھر جا رہا ہوں میں

جوشِ جنوں میں چل پڑا ہر راہ رو کے ساتھ
"مجھ کو خبر نہیں کہ کدھر جا رہا ہوں میں"

اے حسنِ لا زوال تجھے سجدے لاکھ لاکھ
ہر گل میں ہر شجر میں کسے پا رہا ہوں میں

کعبہ میں مل سکا نہ کسی بتکدے میں وہ
اس کو نظر کی روشنی میں پا رہا ہوں میں

اس جانِ میکدہ کی نگاہوں کے فیض سے
رشکِ صد آفتاب نظر آرہا ہوں میں

شیخِ حرم کو میرے جنوں کی ہو کیا خبر
ہر گاہ بن کے کعبہ نما جا رہا ہوں میں

مستِ خرام تیری نگاہوں کے جام میں
عکسِ رخِ حیات اتروا رہا ہوں میں

خونِ جگر سے اپنے پئے حفظِ سرِّ عشق
ہر وارداتِ قلب لکھے جا رہا ہوں میں

احبابِ با صفا کا کرم ہے کہ آج شب
اس محفلِ سخن میں غزل گا رہا ہوں میں

شامِ غمِ فراق بنی صبحِ تابدار
تاباںؔ کسی کے رخ کی ضیا پا رہا ہوں میں

۹/ستمبر ۱۹۶۲ء راجشاہی

غزل۔۔۔ ۱۰

وہ ساغر ہم بھی دیکھیں گے وہ مینا ہم بھی دیکھیں گے
رخِ رنگیں کا پر تو ہے جو شیشہ ہم بھی دیکھیں گے

چھلکتی ہے جو آنکھوں سے وہ صہبا ہم بھی دیکھیں گے
ترے قدموں پہ رندوں کا مچلنا ہم بھی دیکھیں گے

نہ کر بیٹھے یہ دیوانے جو سجدہ ہم بھی دیکھیں گے
وہ آئیں تو سرِ محفل تماشا ہم بھی دیکھیں گے

ذرا اے ساقیِ کل! اپنی نظروں سے پلانا تو
رہے گی کس کو ساغر کی تمنا ہم بھی دیکھیں گے

زہے قسمت بصد جلوہ تصوّر میں وہ آئے ہیں
مکاں سے لامکاں تک اب اجالا ہم بھی دیکھیں گے

کہیں آئینۂ ہستی کہیں اک جلوۂ انور
رخِ روشن کو کیا کہیے کہ کیا کیا ہم بھی دیکھیں گے

ذرا اے حسنِ کامل اک نظر ہم پر عنایت کی
تو پھر ان چاند تاروں کا چمکنا ہم بھی دیکھیں گے

بڑی مدت کے بعد آرائشِ گلشن کے ساماں میں
چمن کے پھول پتوں کا سنورنا ہم بھی دیکھیں گے

بہت توڑے ہیں یوں تو آپ نے دل کھیل میں لیکن
ذرا ٹوٹے ہوئے دل تو بنانا ہم بھی دیکھیں گے

یہی شمعِ محبت ہر طرف جس کی ضیائیں ہیں
سدا دل میں رہی تاباںؔ تو جلوہ ہم بھی دیکھیں گے

۳؍ اکتوبر ۱۹۶۲ء راجشاہی

غزل۔۔۔ ۱۱

ہوئے جاتے ہیں یوں دیوانے شیدا حسنِ جاناں پر
کہ پروانے ہوں صدقے جیسے اک شمعِ فروزاں پر

ابھی سے پڑ گئی ہے اوس کیوں پھولوں پہ اے ہمدم!
"ابھی باقی ہے کچھ کچھ دھوپ دیوارِ گلستاں پر"

بھلا کب فرصتِ نظّارگیٔ مہر ومہ ان کو
کہ جن کی ہو نظر ہردم جمالِ روئے جاناں پر

بالآخر رنگ لے آیا دلِ بلبل کا خوں ہونا
حنا بندی گلوں کی ہے ہر اک شاخِ گلستاں پر

شب ان کے ایک دیوانے نے یوں جاں اپنی دے ڈالی
کہ سر قدموں میں تھا ان کے نگاہیں روئے تاباں پر

ہمارے خوں کے چھینٹوں کی برکت ہے کہ اے ہمدم!
بنے ہیں بیل بوٹے آج دیوارِ گلستاں پر

کل اُن کا بزم میں میری طرف نظرِ کرم کرنا
بنا جاتا تھا اِک بارِ گراں طبعِ رقیباں پر

اسی کے حسن کے جلوے ہیں ہر شے میں جدھر دیکھو
اِدھر دامانِ گلشن میں اُدھر کوہ و بیاباں پر

مبارک ہیں وہ آنکھیں جو کسی کی یاد میں تر ہوں
ہزاروں لعل و گوہر ہیں نثار اک چشمِ گریاں پر

یہ مانا روز افزوں ہے، خرد کی روشنی لیکن
اندھیرا ہی اندھیرا چھا رہا ہے قلبِ انساں پر

نشانِ راہ پاتا ہے ضیائے دل سے وہ تاباںؔ
جو چلتا ہے بھروسہ کرکے اپنے نورِ ایماں پر

۲۸/اکتوبر ۱۹۶۲ء راجشاہی

غزل۔۔۔ ۱۲

ہے میری داستانِ غم قصۂ نا تمام ابھی
لینا پڑے گا اور کچھ جوشِ جنوں سے کام ابھی

اُن کا وہ حسنِ باکمال جس سے قمر، ہو شرمسار
رخ سے اٹھادیں گر نقاب آگ لگے تمام ابھی

باغ سنور گیا مگر پھول اداس اداس ہیں
چاہیے لالہ زار کو خونِ جگر کے جام ابھی

اے دلِ مضطرب سنبھل، دامن صبر کو نہ چھوڑ
منزلِ اولیں ہے یہ باقی ہیں اور مقام ابھی

پردے سے باہر آئیں وہ برقِ جمال گر پڑے
طور کے مثل سب کے سب جل اٹھیں دل تمام ابھی

ہوش میں آؤ میکشو! جام سنبھل سنبھل کے لو
اک لمحہ پیشتر کئی ٹوٹے ہیں یاں پہ جام ابھی

ہائے مریضِ عشق کا کہنا یہ رو کے نزع میں
موت ذرا سا ٹھہر جا کرلوں کچھ اور کام ابھی

ساقی یہ تیری بزم میں کیسی ہے رسمِ مے کشی
جن کو ہے ذوقِ بے خودی ہیں وہ ہی تشنہ کام ابھی

زاہد ریاضِ خلد ہی اک حسیں جگہ نہیں
باغِ خباں سے بھی سوا باقی ہیں کچھ مقام ابھی

سنتے ہیں حشر میں وہی آئیں گے سج کے سامنے
کرتے ہیں جو بصد ادا دل میں مِرے قیام ابھی

دیدہ و دل بچھا دیا نوکِ پلک ہے فرشِ راہ
فکرِ زمانہ ٹھہر وہ آتے ہیں مست خرام ابھی

تاباںؔ بس ایک راہ ہے دل کے قرار کے لیے
سر دے کے پائے یار میں کام کرو تمام ابھی

۱۶/اکتوبر ۱۹۶۲ء راجشاہی

غزل۔۔۔ ۱۳

ساقی ہے قسم تجھ کو پلا اپنی نظر سے
مدت کے ہیں دیوانے تری دید کے ترسے

ملتی ہے نظر جب بھی کبھی اُن کی نظر سے
اُٹھتے ہیں حجابات مرے قلب و نظر سے

ہو قلب ترے شعلۂ رخسار سے تاباں
افلاک منور ہوں ترے نورِ سحر سے

بے ساختہ آئے ہیں کشاں میری طرف وہ
دیکھا ہے انہیں جب بھی کبھی دیدۂ تر سے

رندوں کی ہے پہچان کہ بے ساغر و مینا
پی لیتے ہیں بس ساقیِ محفل کی نظر سے

ہو آئے ہیں دیوانے ترے دار و رسن سے
سودا نہیں اترا ہے مگر آج بھی سر سے

چن لو تم انہیں گوہرِ نایاب سمجھ کر
قطرے جو ٹپکتے ہیں مرے دیدۂ تر سے

یہ لالۂ خوش رنگ نہیں صحنِ چمن میں
جلتے ہیں چراغ آج مرے خونِ جگر سے

ہم سے بھی زیادہ کوئی پامالِ اَلَم ہے!
پوچھے تو کوئی جاکے ذرا شام و سحر سے

تاباںؔ نہیں کچھ لائقِ تحسین سخن ور
دیکھا ہے مگر آپ نے اک حسنِ نظر سے

۲۷/اپریل ۱۹۶۳ء
(سفتاہار کے مشاعرے میں پڑھی گئی)

غزل۔۔۔ ۱۴

جو مری نظر اے ہمدم کبھی ان سے مل گئی ہے
مری کائناتِ دل کو نئی روشنی ملی ہے

یہ تضاد کوئی دیکھے تو ہماری زندگی کا
کہ جہاں اُجالا پایا وہیں تیرگی ملی ہے

یہ عجیب رسم ساقی ترے میکدے کی دیکھی
کبھی مانگ کے نہ پایا، کبھی بے کہے ملی ہے

یہ ہے اپنی اپنی قسمت جسے جو ملا غنیمت
تجھے بخشا حسنِ سوزاں مجھے بے کلی ملی ہے

۲۴/اپریل ۱۹۶۳ء راجشاہی

غزل۔۔۔ ۱۵

ایک جذب و شوق میں وہ سوئے دار آہی گیا
عشق کے بے تاب کو آخر قرار آہی گیا

جام ہاتھوں میں لیے جانِ بہار آہی گیا
کام آخر جذبۂ بے اختیار آہی گیا

بزم میں آئے ہیں جب بھی وہ سنور کر شمع ساں
جان دینے کو کوئی پروانہ وار آہی گیا

جذبۂ شوقِ شہادت ہو مبارک بلبلو!
پھر چمن میں آج دورِ رسن و دار آہی گیا

رات دیکھا ایک سیمی تن سے روشن کائنات
جستجوئے حسن کو آخر قرار آہی گیا

چھا رہی تھی شامِ غم کی دیدۂ و دل پر گھٹا
نور پھیلاتا کوئی خورشید وار آہی گیا

جانے کتنے چاند تاروں کا تھا اک رخ پر جمال
پس نَفَس گم کردہ اک دیوانہ وار آہی گیا

ایک مدت سے جمالِ یار کا طالب تھا دل
پرتوِ حسنِ ازل آئینہ دار آہی گیا

رات کچھ اس طرح مچلے رند پینے کے لیے
ساقیِ بزم طرب کو ان پہ پیار آہی گیا

بزم میں تاباں نے یوں چھیڑی غزل کہ انکا نام
اہلِ محفل کی زباں پر بار بار آہی گیا

ستمبر ۱۹۶۳ء راجشاہی

غزل۔۔۔ ۱۶

جو دیوانے پیشِ صنم آگئے ہیں
تو وہ آپ اپنے میں کم آگئے ہیں

نمازِ محبت کی معراج دیکھو
تصور میں ان کے قدم آگئے ہیں

کبھی جو دلِ مضطرب میرا تڑپا
تو پھر وہ خدا کی قسم آگئے ہیں

تری اک نظر سے بہک جانے والے
محبت میں ثابت قدم آگئے ہیں

چلو کچھ تو دیوانگی کام آئی
زمانے کو طرزِ ستم آگئے ہیں

سلامت رہے جذبۂ دل ہمارا
بصد شوق مقتل میں ہم آگئے ہیں

کوئی ان سے کہدے لٹانے کو سب کچھ
رہِ عشق و الفت میں ہم آگئے ہیں

گرفتار ہیں جو ترے گیسوؤں کے
کسی دام میں بھی وہ کم آگئے ہیں

نہیں اب تو کچھ خوف دار و رسن کا
کہ راہِ محبت میں ہم آگئے ہیں

خلوص اور ایثار، درد اور الفت
اس اک دل میں دنیا کے غم آگئے ہیں

چمک اٹھی تقدیر رندوں کی تاباںؔ
جب اس مَہ جبیں کے قدم آگئے ہیں

۶/ نومبر ۱۹۶۳ء، ڈھاکہ

غزل۔۔۔ ۱۷

خود پہ اور پھر کبھی حالات پہ رونا آیا
شامِ غم تھی مجھے ہر بات پہ رونا آیا

اپنے تابندہ خیالات پہ آئی ہے ہنسی
اور پھر تلخیِ حالات پہ رونا آیا

جب بھی یاد آئی ہیں گلشن کی بہاریں ہمدم
مجھ کو اس عہد کی ہر بات پہ رونا آیا

ہم نے سوچا تھا کہ ہم ضبطِ فغاں کرلیں گے
آئی جب یاد تو ہر بات پہ رونا آیا

مجھ کو انساں کے نظامات پہ آئی ہے ہنسی
اور دنیا کی مدارات پہ رونا آیا

کیسے وہ لوگ ہیں جو چین سے سوئے شب بھر
ہم کو تاروں بھری ہر رات پہ رونا آیا

خونِ دل دو تو چمن لالہ بداماں ہوگا
ایسے فرسودہ خیالات پہ رونا آیا

جس پہ آتی ہے ہنسی اہلِ خرد کو پیہم
چند دیوانوں کو اُس بات پہ رونا آیا

وائے ناکامِ تمنا کہ شبِ وصل جسے
سحر ہوتی ہوئی اک رات پہ رونا آیا

ایک مدت سے طلبگار تھے جن کے ہم آج
جانے کیوں ان سے ملاقات پہ رونا آیا

کس کی یادوں نے اچانک مجھے غمگین کیا
ہنستے ہنستے مجھے کس بات پہ رونا آیا

عمر ساری تو گناہوں میں گزاری تاباںؔ
وقتِ رخصت تجھے حالات پہ رونا آیا

مئی ۱۹۶۱ء، راجشاہی

غزل۔۔۔ ۱۸

نہ کہیں ہے میری منزل نہ کہیں مرا ٹھکانہ
مِرے ساقیا مجھے بس ہے ترا شراب خانہ

سرِ دار پڑھ لی جس نے یہ نمازِ پنجگانہ
اسے ہوگیا ہے حاصل تب و تابِ جاودانہ

جنہیں زندگی کا حاصل ہے مذاقِ عارفانہ
ہے انہیں کی بزمِ ہستی ہے انہیں کا یہ زمانہ

غمِ عاشقی میں مرنا غمِ عاشقی میں جینا
یہی زندگی کا حاصل، یہی طرزِ عاشقانہ

رہی عمر بھر نہ اس کو کسی جام کی ضرورت
جسے تیری آنکھ نے دی ہے شرابِ جاودانہ

ترے میکدے میں ساقی کہاں لطف میگساری
نہ نگاہ میں وہ شوخی نہ ادائے کافرانہ

مرا ذوقِ زخمِ خندان نہیں مطمئن کسی سے
اسے چاہیے کسی شوخ نگہ کا تازیانہ

یہ جھکی جھکی نگاہیں یہ لبوں پہ مسکراہٹ
سرِ بزم کہہ رہی ہیں مرے عشق کا فسانہ

ہوئے رُو بصحرا اکثر جو ترے جنوں میں ہمدم
نہ سمجھ سکا کبھی بھی انہیں آج تک زمانہ

سر بزم آج ان کی بھی نگاہیں مل رہی ہیں
انہیں بھا گیا ہے شاید مرا طرزِ شاعرانہ

مجھے لے گیا ہے تاباںؔ بحریمِ قدس اکثر
ترا فیضِ عارفانہ، مرا ذوقِ عاشقانہ

۱۴؍ جون مطابق ۲۹؍ رمضان المبارک مطابق ۱۴؍ فروری ۱۹۶۴ء سنہ راجشاہی

غزل۔۔۔ ۱۹

لطف ہستی کا وہ اٹھاتے ہیں
رنج و غم میں جو مسکراتے ہیں

ان کی الفت میں دل جلاتے ہیں
آگ ہم گھر کو خود لگاتے ہیں

آج محفل میں ہم بھی جاتے ہیں
دیکھیں الزام کیا لگاتے ہیں

مقصدِ زندگی وہ پاتے ہیں
دوسروں کے جو کام آتے ہیں

ان پہ الزامِ بے وفائی ہے
بزمِ الفت کو جو سجاتے ہیں

ایک جرمِ وفا کی خاطر ہم
برسرِ دار لائے جاتے ہیں

کتنے رنگیں ہیں اُن کے پیمانے
بے پیے رند لڑکھڑاتے ہیں

رشکِ میخانہ بن گیا ہوں میں
آج نظروں سے وہ پلاتے ہیں

آپ شہرِ وفا میں اے تاباںؔ
اب تو بیگانہ سمجھے جاتے ہیں

۶/ مئی ۱۹۶۶ء کراچی

غزل۔۔۔ ۲۰

آپ کی چشمِ محبت ہوگئی
رشکِ مہر و ماہ قسمت ہوگئی

آپ سے ہم کو محبت ہوگئی
زندگی کی اب تو قیمت ہوگئی

وہ ملے، نظریں ملیں، ساغر ملا
"آج بسم اللہ اُلفت ہوگئی"

اب وہ احساسِ مروت ہی کہاں!
ننگِ ہستی آدمیت ہوگئی

میں بھی گویا ایک سنگِ راہ تھا
آپ کی ٹھوکر سے عزت ہوگئی

دار پر پہنچے تو یہ عُقدہ کُھلا
آج تکمیلِ محبت ہوگئی

آدمی کو ڈھونڈنے جاؤں کہاں
اب تو عنقا آدمیت ہوگئی

رہ رویِ راہِ اُلفت الاماں!
راہزن سے بھی محبت ہوگئی

بے خودی میں ہوش سا آنے لگا
ساقیا برپا قیامت ہوگئی

راہِ ہستی میں ہو گر عزمِ صمیم
کامراں پھر دوست قسمت ہوگئی

آج بزمِ شعر میں تاباںؔ ہیں آپ
اللہ اللہ کیسی شہرت ہوگئی

گلفروشانِ چمن ہیں پاسباں
خوب گلشن کی حفاظت ہوگئی

شیخ جی کی میکشوں میں بیٹھ کر
عقل کل بننے کی عادت ہوگئی

حسن کی محفل میں تاباںؔ روشنی
آپ کی ہی بدولت ہوگئی

۲/ ستمبر ۱۹۶۷ءِ

غزل ۔۔۔ ۲۱

صاف بچ کر اب تو نظروں سے نکل جاتے ہیں لوگ
غیر کا کیا ذکر اپنے ہی بدل جاتے ہیں لوگ

موم کی مانند ہر اک سانچے میں ڈھل جاتے ہیں لوگ
وقت کے دھاروں پہ اکثر رخ بدل جاتے ہیں لوگ

بے خودیِ شوق میں جب بھی مچل جاتے ہیں لوگ
ساقیِ محفل کی نظروں سے سنبھل جاتے ہیں لوگ

جل رہے ہیں گرمیِ دولت سے لوگوں کے دماغ
اک ذرا سی آنچ پاتے ہی پگھل جاتے ہیں لوگ

حسرتوں کے دوش پر آوارۂ و دامانده دل
اس بھری دنیا میں ہمدم یوں بھی پل جاتے ہیں لوگ

راستے میں مل رہے ہیں ان کے نقشِ پائے ناز
اک طرح کی بے خودی میں سر کے بل جاتے ہیں لوگ

کون ہوتا ہے کسی کا تیرگیِ زیست میں
راستے میں چھوڑ کر آگے نکل جاتے ہیں لوگ

آپ کیوں کرتے ہیں ان کو یاد اب بھی شوق سے
ہر گھڑی میں ہر قدم پر جو بدل جاتے ہیں لوگ

یہ خلوصِ بیکراں کس کام کا اس بزم میں
جب سنہرے ٹھیکروں سے ہی بہل جاتے ہیں لوگ

اس وفا کے شہر کا تاباؔں یہی دستور ہے
پیار کی کرتے ہیں باتیں، پھر بدل جاتے ہیں لوگ

۲۶/ ستمبر ۱۹۶۷ء

غزل۔۔۔ ۲۲

مرے دل کے سلگنے کی بھلا ان کو خبر کیوں ہو
نگاہِ برق کو اندازۂ سوزِ شرر کیوں ہو

جمالِ جلوۂ کامل شعورِ دیدہ ور کیوں ہو
تصور میں نہ آئے جو وہ پابندِ نظر کیوں ہو

نکل آتے ہیں یوں ہی بام پر وہ زلف بکھرائے
اب اپنے حسن سے اتنا بھی کوئی بے خبر کیوں ہو

ترے غم کے علاوہ اور دیوانوں کو غم کیا ہو
ترا در چھوڑ کے ان کا بھلا اور کوئی در کیوں ہو

جنوں ہی شرطِ اول ہے رہِ الفت میں اے ہمدم!
جو یہ ہو ہمسفر اپنا تو کوئی راہبر کیوں ہو

اگر مشقِ ستم ہی آپ کا اک مشغلہ ٹھہرا
تو پھر میرا ہی دل کیوں اور میرا ہی جگر کیوں ہو

یہ مانا حسن کی فطرت میں شانِ بے نیازی ہے
مگر آدابِ محفل سے یہ اتنا بے خبر کیوں ہو

تقاضا یہ اِدھر، وہ اپنی نظروں سے پلادیتے
اُدھر یہ ضد کہ مے نوشی باندازِ دِگر کیوں ہو

شبِ غم کا گزرنا جان سے اپنی گزرنا ہے
مری آنکھوں میں جب تک جان باقی ہے سحر کیوں ہو

صفائے قلبِ شبنم ہے مرے آئینۂ دل میں
نہ پھر تاباںؔ مرے دل میں رخِ آئینہ گر کیوں ہو

کراچی ۲۵/ نومبر ۱۹۶۷ء

غزل۔۔۔ ۲۳

جذبِ کامل کی بات کرتے ہو
کیا مرے دل کی بات کرتے ہو

قربِ منزل کی بات کرتے ہو
حسرتِ دل کی بات کرتے ہو

رخ سے آنچل ہٹا کے وہ بولے
ماہِ کامل کی بات کرتے ہو

خونِ پروانہ دیکھنے والو!
شمعِ محفل کی بات کرتے ہو

یہ حوادث، یہ موج، یہ طوفاں
جشنِ ساحل کی بات کرتے ہو

ہم سے ترکِ طلب کو کہتے ہو
زہرِ قاتل کی بات کرتے ہو

چاند کی، مہر اور انجم کی
کس مقابل کی بات کرتے ہو

ہم نے دیکھی ہیں ہجر کی راتیں
ہم سے مشکل کی بات کرتے ہو

عالَمِ دل میں گم ہے کون و مکاں
عالَمِ دل کی بات کرتے ہو

ذکرِ تاباںؔ پہ ہنس کے فرمایا
صاحبِ دل کی بات کرتے ہو

کراچی ۱۴/ نومبر ۱۹۶۷ء

غزل۔۔۔ ۲۴

نگاہوں سے مچل کر دل کے افسانے کہاں جاتے
تری محفل سے اٹھ کے تیرے دیوانے کہاں جاتے

ترے رخسار پہ اشکوں کہ یہ موتی ارے توبہ!
نہ ہوجاتے جو دیوانے تو فرزانے کہاں جاتے

چلو اچھا ہوا کام آگیا جیب و گریباں ہی
جنوں میں ہاتھ ورنہ یہ خدا جانے کہاں جاتے

انہیں کے داغِ اُلفت سے گلِ گلزار ہے صحرا
نہ ہوتے گر یہ دیوانے تو ویرانے کہاں جاتے

تھا ہم کو احتیاطِ عشق محفل میں بہت لیکن
نظر جب لڑ گئی ان سے تو شرمانے کہاں جاتے

وہی مینا، وہی ساغر، وہی میخانۂ و ساقی
نظامِ میکدہ بدلا یہ سمجھانے کہاں جاتے

ترے غم کی گھٹاؤں میں نہ پی لیتے جو بادہ کش
تو پھر ٹوٹے ہوئے دل کے یہ پیمانے کہاں جاتے

کرم اتنا تو ہے تاباںؔ تصوّر میں تو آتے ہیں
وگرنہ غم کے مارے دل کو بہلانے کہاں جاتے

کراچی نومبر ۱۹۶۷ء

غزل۔۔۔ ۲۵

ہجومِ لالۂ و گل میں اب اِضطرار کہاں
چمن پہ بادِ بہاری کا اختیار کہاں

چلے ہو قافلہ والو! بے اختیار کہاں
کہ راہبر کا ابھی ہے کچھ اعتبار کہاں

ہو آئے دیر و حرم سے تمام دیوانے
تمہارے در کے سوا ان کو ہے قرار کہاں

ہوئے ہیں تیری محبت میں جب سے دیوانے
"ہماری بات کا دنیا کو اعتبار کہاں"

نظر سے پی لیا رندوں نے ساقیِ محفل
جو سامنے ہو تو پھر تابِ انتظار کہاں

خرد کا فیض ہے یہ دورِ بُو الہوس توبہ!
خدا پہ بھی ہے اب اکثر کو اعتبار کہاں

کلی پہ گل کو، نہ ہے باغباں پہ گلشن کو
کسی پہ بھی ہے کسی کو اب اعتبار کہاں

نگاہ ان کی ہے، دل ان کا ہے، جان اُن کی ہے
اب اپنے آپ پہ ہم کو ہے اختیار کہاں

یہ ان کے شہر میں تاباںؔ پیار کی باتیں
یہاں خلوص کہاں اور وفا شِعار کہاں

۷؍نومبر ۱۹۶۷ء کراچی

غزل۔۔۔۲۶

آپ کا مسکرانا بڑی بات ہے
ہم سے نظریں چرانا بڑی بات ہے

رازِ اُلفت چھپانا بڑی بات ہے
دار پر مسکرانا بڑی بات ہے

کس مپرسی کے عالم میں ہمدم یہاں
اب تو ملنا ملانا بڑی بات ہے

دار سر پر کھنچا ہو، نکلتی ہو جاں
سر نہ پھر بھی جھکانا بڑی بات ہے

اک فروغِ بہاراں کی امید پر
آگ گھر کو لگانا بڑی بات ہے

آج گلشن کے دیوار و در کو ذرا
خونِ دل سے سجانا بڑی بات ہے

اب وہ دورِ ہوس ہے چمن میں جہاں
گل کا دامن بچانا بڑی بات ہے

عہدِ دار و رسن ہے زباں پر یہاں
حرفِ شکوہ بھی لانا بڑی بات ہے

یوں تو رنج و اَلَم بات ہے وقت کی
ان کے غم کو بھلانا بڑی بات ہے

آپ تاباںؔ ہیں اس بزم میں اب جہاں
دوستی کا نبھانا بڑی بات ہے

۶؍نومبر ۱۹۶۷ء کراچی

غزل۔۔۔ ۲۷

رخ سے آنچل چلے ہٹانے کو
آگ لگ جائے گی زمانے کو

حسنِ خوابیدہ! اف ارے توبہ!
اک قیامت ہے سر اُٹھانے کو

آدمی کا ہے آدمی دشمن
"ہائے کیا ہوگیا زمانے کو"

جب سے پی لی ہے ان کی نظروں سے
رند بھولے شراب خانے کو

کب ہوا ہے کسی کا کوئی بھی
دوست بنتے ہیں سب دکھانے کو

ایک اہلِ وفا ہی باقی ہیں
ہر زمانے میں غم اٹھانے کو

دو دلوں کا معاملہ ہے یہ
نام جو دیدیں اس فسانے کو

بھول جاتا ہے آدمی غم بھی
کوئی مونس ہو غم بٹانے کو

عزمِ نو کے چراغ نے تاباںؔ
راہ دکھلائی ہے زمانے کو

۶؍مارچ ۱۹۶۸ء کراچی

غزل۔۔۔ ۲۸

میکدے کی فضا پر نکھار آگیا
آج گلشن میں دورِ بہار آگیا

راس عہدِ رَسَن اور دار آگیا
زندہ رہنے کا ہم کو شعار آگیا

یوں قفس سے رہائی تو ممکن نہ تھی
وہ تو جذبِ جنوں رُو بکار آگیا

اک نشیمن تو ہے چار تنکے سہی
اہلِ گلشن کے دل کو قرار آگیا

پھر سے نظمِ چمن اب سلجھنے لگا
کوئی صاحب نظر راہدار آگیا

نوجوانانِ گلشن مبارک ہو اب
لو تمہارے لیے وقتِ کار آگیا

ایک عزمِ مصمم جو لے کر چلا
کامیابی سے وہ ہمکنار آگیا

بات جشنِ بہاراں کی جب بھی چلی
ذکرِ دورِ قفس بار بار آگیا

وہ بھی گزرا جنوں کا ہے عالم یہاں
راہزن پہ تھا جب اعتبار آگیا

مل رہی ہے جنوں کی رعایت مجھے
دار سے بچکے میں شرمسار آگیا

آؤ تجدیدِ عہدِ وفا ہم کریں
آج تاباںؔ کہ دورِ بہار آگیا

سہرے

"سہرا"

بتقریب شادی خانہ آبادی نجمہ بنت جناب محمد راغب خان صاحب مرحوم
اور محمد انصرام احمد صاحب۔

آمدِ فصل و گل و مُل دلربا سہرے کے پھول
ہیں نویدِ شادمانی خوشنما، سہرے کے پھول

نجمہؔ و پرویںؔ و اخترؔ کہکشاں سیارگاں
آفتابِ حسن کی ہیں سب ضیا سہرے کے پھول

کیا فروغِ حسن و عشق و جذب و کیف و شوق ہے
اہتمامِ صد بہاراں خوشنما سہرے کے پھول

حسن راغبؔ ہے کرم پر عشق کا اعجاز ہے
اِنصرامؔ جشنِ شادی مرحبا سہرے کے پھول

عارفِؔ رازِ محبت اِک نگاہِ ناز ہے
کہہ رہے ہیں بر ملا یہ باوفا سہرے کے پھول

اِک مہہِ تاباںؔ کی ضو جس کو کہیں نورِجہاںؔ
اِک سراپا گل کی بو صلِ عُلیٰ سہرے کے پھول

۲۶/اکتوبر ۱۹۶۸ء

”سہرا“

بتقریب شادی خانہ آبادی جناب ڈاکٹر مقصود احمد صاحب و صفیہ بیگم صاحبہ خواہرِ نیک اختر جناب تصدق احمد خان صاحب بمقام راجشاہی۔

باغِ ہستی کی بہاروں کا پیمبر سہرا
آمدِ فصلِ گل و مُل ہے معطر سہرا

روئے نوشہ پہ تصدق ہے نسیمِ گلشن
مہکے مہکے ہوئے ارماں کا ہے محور سہرا

آج گلزار خلیلؔ سے ہوا گلشنِ زیست
مثلِ مہتابؔ اندھیرے میں منوّر سہرا

کیوں نہ مقصودِؔ محبت کو ملے راہِ حیات
جبکہ صفیہؔ ہی بنے ساقیِ خوشتر سہرا

میری تقدیر کا سہرا تو کھِلے گا تاباںؔ
جبکہ آجائے نظر ”قبۂ انور“ سہرا

۱۵/اپریل ۱۹۶۲ء راجشاہی

"سہرا"

بتقریب شادی خانہ آبادی برادر محترم جناب ڈاکٹر محمد عرفان قریشی صاحب

دو دلوں کی دھڑکنوں کے رازداں سہرے کے پھول
منزلِ عشق و محبت کا نشاں سہرے کے پھول

ہیں بہارِ زندگی میں جاوداں سہرے کے پھول
کھِل گئے ہیں گلستاں در گلستاں سہرے کے پھول

پھول ہیں دامن میں یا روشن چراغِ آرزو
کر رہے ہیں زندگی کو ضوفشاں سہرے کے پھول

دو نگاہیں پا گئی ہیں آج عرفانِ حیات
ہیں ظفر مندی کے مظہر نورِ جاں سہرے کے پھول

ہے نسیمؔ شوق کے جھونکوں سے غنچے سب نہالؔ
اور شمیمؔ آرزو سے شادماں سہرے کے پھول

ہے نصیبہؔ اوج پر ناہیدؔ کی ہے روشنی
جگمگاتے جھلملاتے کہکشاں سہرے کے پھول

نکہتِؔ گل سے معطر بزم عشرتؔ ہوگئی
دل کو مہکاتے ہیں یہ عنبر فشاں سہرے کے پھول

آفتابِ حسن کی ہے یہ کشش کہ بزم میں
افسرؔ و سلطانؔ بھی لائے ہیں یاں سہرے کے پھول

زاؔہدہ مادر کے دل کی ہر دعا کے ساتھ ساتھ
کِھل رہی ہیں دل کی کلیاں گلفشاں سہرے کے پھول

اُس شہیدِ حق کو کیسے کوئی بھولے گا بھلا
جس کے صدقے میں کِھلے ہیں آج یاں سہرے کے پھول

یعنی وہ قاؔسم مجاہد سرفروش و جانثار
جس کی تکمیلِ تمنا ہیں جواں سہرے کے پھول

عاؔرفِ ذوقِ محبت وہ نگاہِ ناز ہے
بن گئے ہیں حسن کی تسبیح خواں سہرے کے پھول

تاابد تاباںؔ رہے عرفاںؔ سہرا آپ کا
جاوداں الفت نشاں یہ ضوفشاں سہرے کے پھول

۱۷/اپریل ۱۹۶۶ء

"سہرا"

بتقریب شادی خانہ آبادی برخوردار عمران سلمہ تعالیٰ ابن ڈاکٹر محمد سلطان قریشی صاحب (مرحوم)

[نوٹ: اس مجلس میں علامہ کوکب نورانی زید مجدہٗ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے بڑی فراخ دلی سے داد دی خصوصاً مقطع کو بہت سراہا، فجزاہ اللہ خیراً جزاء]

دو دلوں کی دھڑکنوں کے رازداں سہرے کے پھول
منزلِ عشق و محبت کا نشاں سہرے کے پھول

پھول ہیں دامن میں یا روشن چراغِ آرزو
کر رہے ہیں زندگی کو ضوفشاں سہرے کے پھول

ہے نسیمِ شوق کے جھونکوں سے زہرہؔ باغ باغ
اور شمیمِ آرزو سے شادماں سہرے کے پھول

دو نگاہیں پا گئی ہیں آج عرفانِ حیات
معرفت کی ہیں تجلّی نورجاں سہرے کے پھول

ہے بلند اقبالؔ پھولوں کا کہ سلطانِ چمن
خود سجا کے لائے ہیں یہ گلستاں سہرے کے پھول

صابرؔ و شاکر ہیں، تسلیمؔ و رضاؔ کا رنگ ہے
بن گئے ہیں حسن کے تسبیح خواں سہرے کے پھول

بے نیازی شان ان کی، اور فطرت ہے حلیمؔ
غیرتِ حسنِ ازل ہیں مہو شاں سہرے کے پھول

زاہدہؔ خلد آشیاں کی ہر دعا کے ساتھ ساتھ
کِھل رہی ہیں دل کی کلیاں، گلفشاں سہرے کے پھول

کوئی شہنازِؔ چمن ہے صدرِ بزمِ ناز آج
کر رہے ہیں عطر بیزی، گلفشاں سہرے کے پھول

سر و قد عمرانؔ کی مدحت میں وامنقار ہے
بن گئے ہیں ہر گل و مُل کی زباں سہرے کے پھول

خوبرو سلمانؔ بھی آئے ہیں کچھ اس شان سے
محو حیرت گل ہوئے آئینہ ساں سہرے کے پھول

ہے نصیبہؔ اوج پر ناھیدؔ کی ہے روشنی
جگمگاتے جھلملاتے، کہکشاں سہرے کے پھول

نکہتِؔ گل سے معطر بزمِ عشرتؔ ہوگئی
خوشبوؤں کی موج ہیں عنبر فشاں سہرے کے پھول

کوئی کیسے اس شہیدِ حق کو بھولے گا بھلا
جس کے صدقہ میں کھلے ہیں آج یاں سہرے کے پھول

یعنی وہ قاسمؔ مجاہد، سرفروش و جانثار
جس کی تکمیلِ تمنا ہیں جواں سہرے کے پھول

ہے دعائے قادؔری بہرِ نبی صلوا علیہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
خوش رہیں پھولیں پھلیں جنت نشاں سہرے کے پھول

۲۲/جولائی ۱۹۹۳ء کراچی

"سہرا"

بتقریب شادی خانہ آبادی ڈاکٹر مسعود احمد خان صاحب خلف الرشید ڈاکٹر محمد سعید خان صاحب مرحوم و آنسہ نجمی مجید دختر نیک اختر جناب عبدالمجید صاحب شمالی ناظم آباد کراچی

دو دلوں کی دھڑکنوں کے ترجماں سہرے کے پھول
اللہ اللہ ہیں محبت کی زباں سہرے کے پھول

راہِ الفت میں ہیں اک روشن نشاں سہرے کے پھول
نورِ دل نورِ سحر نورِجہاں سہرے کے پھول

عائشہؓ کا فیض ہے ان کی دعاؤں کا اثر
حمد کرتے ہیں بیاں تسبیح خواں سہرے کے پھول

تخت پر بلقیسؓ کے جلوہ نما ملکہ کوئی
یا چمن پیکر کہ جس کے جسم و جاں سہرے کے پھول

بندگیِ ربِّ اکبر کو جھکے عبدالمجیدؓ
جس کی رحمت سے ہوئے ہیں ضوفشاں سہرے کے پھول

گنگناتی رقص کرتی مسکراتی ہے حیات
مست و بے خود ہر کلی نغمہ کناں سہرے کے پھول

اک طرف بھائی کو ہیں رخسانہؔ آنچل میں لیے
باندھتے ہیں اک طرف سیفیؔ میاں سہرے کے پھول

آپ کو مسعودؔ ہو یہ دورِ فصلِ گل ندیم
رخ پہ نجمیؔ کے ہوئے ہیں گلستاں سہرے کے پھول

یونہی نوشہ آپ کا ہر روز ہو عیدِ سعیدؔ
تا ابد مہکیں یونہی عنبر فشاں سہرے کے پھول

ہوگیا حاصل مریضانِ محبت کو قرار
ہیں حکیمِؔ دردِ دل آرام جاں سہرے کے پھول

حسن کی تاباںؔ پڑی ہے جب کسی پر بھی نظر
اس کی قسمت بن گئے ہیں مہرباں سہرے کے پھول

"سہرا"

(جناب سید حامد حسن جعفری صاحب اور بہن یاسمین نسیم بنت خواجہ غلام اکبر عرف نسیم احمد مرحوم کی شادی خانہ آبادی پر)

رشتۂ پیار و محبت کی بناء سہرے میں
حسن والوں کو ہے اک درسِ وفا سہرے میں

ہمسفر راہِ محبت میں چلے ہیں باہم
دو دھڑکتے سے دلوں کی ہے رضا سہرے میں

ماہ و پروینؔ کی ضو، لالۂ و گل کی خوشبو
نو بہارانِ چمن کی ہے ادا سہرے میں

نو عروسانِ چمن کا ہے، یہاں پر جھرمٹ
یاسمینؔ آج ہے آئینہ نما سہرے میں

پھول گلشن میں بھی حآمد ہوئے رب کے لیکن
حمد کرتے ہیں با انداز جدا سہرے میں

شوکتؔ حسن ہے پھولوں سے دوبالا ہمدم
حسن پاتا ہے نئی ایک جلا سہرے میں

مست خوشبو سے ہے گلشن میں نسیمؔ سحری
ہر کلی غنچہ دہن، نغمہ سرا سہرے میں

نوشۂ بزمِ حسینہؔ کا سلام آتا ہے
تم سلامت رہو یوں جلوہ نما سہرے میں

راضی رضیہؔ سے ہو اللہ، ہیں دعائیں کرتے
نوجوانِ چمن محوِ ثنا سہرے میں

نجمِؔ افلاک ہیں یوں محو تماشا جیسے
کوئی خورشیدؔ ہو آئینہ نما سہرے میں

ایک سے ایک شکیلہؔ بھی جمیلہؔ بھی ہیں
خوبرویوں کی تو بھاتی ہے ادا سہرے میں

نوشۂ بزمِ سخن آپ ہوئے ہیں تاباںؔ
لیکے اک طرزِ سخن حسنِ ادا سہرے میں

رحیم آباد، کراچی، ۸؍ فروری ۱۹۶۸ء

"سہرا"

بتقریب شادی خانہ آبادی عزیز بہن تنویر جہاں دختر خواجہ نہال الدین صاحب احمد یوسف صاحب خلف اصغر انیس یوسف صاحب بارابٹ لاء۔ کراچی

رنگ و رعنائیِ ہستی کا ہے محور سہرا
آمدِ فصلِ گل و مل ہے معطر سہرا

ساقیِ بزمِ محبت کی نظر تو دیکھو
پھول پیمانہ بنے دل کا ہے ساغر سہرا

ہیں نہالؔ آج سبھی ہمدم و دم ساز یہاں
روئے نوشہ پہ ہے ممتازؔ یہ خوشتر سہرا

راہِ ہستی میں انیسؔ آج ہوئے ہیں دو دل
رسمِ پابندیِ پیماں کا ہے مظہر سہرا

فیضِؔ احمدؔ سے کھلے آج ہیں غنچے دل کے
حسنِ یوسفؔ کی ہے تنویرِؔ منور سہرا

اُمؔ کلثومؔ کے گھرانے میں بہار آئی ہے
لائے اسحقؔ ہیں کیا خوب سجا کر سہرا

روئے انور پہ ہے خورشیدؔ کا آنچل تاباںؔ
شمعِ دل نورِ جہاں، جانِ منور سہرا

حسنِ صورت پہ ہے اوصافِ حمیدہؔ کی ضو
بننےؔ آئے ہیں یہاں درِّ منور سہرا

بوئے یوسفؔ سے نگاہوں نے جلا پائی ہے
آنکھیں روشن ہوئیں یعقوبؔ کی گوہر سہرا

آفتابؔ ایک ہے روشن سا کوئی محفل میں
حسنِ نوشہ پہ وجاہتؔ کا ہے زیور سہرا

جن کو پابندیِ پیمانِ وفا آتی ہے
فتح و نصرتؔ کا بندھا ان کے ہے سر پر سہرا

اہلِ محفل کی دعا ہے یہی صدقِ دل سے
یونہی تابندہ رہے دونوں کے سر پر سہرا

کوئی اب بزم میں تاباںؔ سا سخن فہم نہیں
یاد رکھیں گے ہمیشہ یہ سخنور سہرا

۲۱/ اگست ۱۹۶۷ء کراچی

"سہرا"

شادی خانہ آبادی جناب سعید اللہ زبیری خلف جناب افضل حسین صاحب زبیری (مرحوم) و آنسہ مزنہ پروین دختر نیک اختر جناب خواجہ غلام اکبر صاحب مرحوم

بتاریخ ۸؍جون ۱۹۶۹ء بمقام رحیم آباد کراچی

رہِ ہستی کے لیے مشعل و رہبر سہرا
ظلمتِ زیست میں ہے نور کا پیکر سہرا

اللہ اللہ سعید آج ہے کیسی ساعت
اوج پروین پہ ہے بخت اور مقدر سہرا

چاندنی رات میں ہو فصلِ بہاراں جیسے
روئے انور کی ضیاؤں میں معطر سہرا

یاسمین آج ہے پھولوں میں فزوں تر کیوں کہ
گل وہ افضل جو ہو زیبِ رخِ انور سہرا

صبحِ ہستی اسے کہیے کہ نسیم سحری
نکہتِ گل سے یہاں لائی بسا کر سہرا

کون آیا ہے یہ اس شہر وفا میں ہمدم
خوش قدم گلگلوں قبا، باندھ کے سر پر سہرا

راضی رضیہؔ ہوئیں اللہ سے دیکھے یہ دن
سرخرو آج ہوئی باندھ کے دختر سہرا

بعدِ حمد و ثنا کرتے ہیں دعا اب حامدؔ
حسنِ ہستی ہو فزوں تر رہے سر پر سہرا

انجمِؔ افلاک ہیں یوں محوِ نظارا جیسے
کوئی آئینۂ خورشیدؔ ہو گوہر سہرا

بزمِ عشرتؔ میں غزلخوانیِ تاباںؔ دیکھو
کلیاں غنچے بنیں اور پھول معطر سہرا

"سہرا"

(برادرِ محترم شرافت اللہ صدیقی صاحب مرحوم کی تقریب شادی پر)

روئے نوشہ پہ بہاروں کا ہے محور سہرا
مہکے مہکے ہوئے ارماں کا معطر سہرا

ہر کلی جامِ مسرت ہے بجائے خود اب
دل کی محفل میں محبت کا ہے ساغر سہرا

حسنِ معنٰی میں شرافت ہے عزیزِ عالم
حسنِ ظاہر کا ہے ریحانۂ خوشتر سہرا

نعمتِ زیست ہے ایسے میں پدر کا سایہ
ساتھ شفقت ہو برادر کی تو گوہر سہرا

رفعتِ شوق پر پہنچا ہے نصیبہ تیرا
ہر رگِ گل ہے بنی بختِ سکندر سہرا

ماہ و اختر بھی ہیں سنجیدہ سے محوِ عارض
حسنِ دولہا پہ ہے آئینۂ گوہر سہرا

دل کے بھٹکوں کو دکھاتا ہے جو سیدھا رستہ
مشعلِ راہِ ہدیٰ ہے وہ منور سہرا

کشورِ حسن سے قدسی کے سلام آتے ہیں
حسنِ صورت پہ شرآفت کا ہے زیور سہرا

کھنچ کے سب اہل وزآرت بھی چلے آتے ہیں
کیونکہ چہرے کی وجاؔہت ہے مؤقر سہرا

جمع ہیں ارشؔد و زاؔہد بھی یہاں پر سب ہی
بھیک لینے کو یہ اللہ سے بھر بھر سہرا

راہِ ہستی میں مبارک ہو تجھے اے نوشہ!
روحِ مادر کے وسیلے سے معطر سہرا

کیوں نہ سہرا ہو بھلا رشکِ گلستاں میرا
راجشاہی سے جو لایا ہوں بناکر سہرا

ہم تو سمجھیں گے مقدر جبھی اپنا تاباںؔ
جبکہ آجائے نظر روضۂ انور سہرا

۲۳/ دسمبر ۱۹۶۱ء راجشاہی

"سہرا"

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے صاحبزادے محمد موسیٰ رضا قادری اصباح خاں بنت نصرت اقبال کی شادی کے موقع پر

بروز اتوار ۲۸؍ دسمبر ۲۰۰۸ء / ۳۰؍ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ کو جامعہ کراچی کے اسٹاف کلب میں تقریبِ ولیمہ میں پڑھا گیا

سعیدِ معلی ہیں سہرے کے پھول
محبت کا ذریعہ ہیں سہرے کے پھول

حمیدؒ، مجیدؒ، وظیفۂ نور
شہادت کا کلمہ ہیں سہرے کے پھول

نبی سے محبت کا مظہر ہیں پھول (صلی اللہ علیہ وسلم)
اطاعت کا ذریعہ ہیں سہرے کے پھول

شہِ شاہجہاں ہیں رسولِ انام (صلی اللہ علیہ وسلم)
انہی کا یہ صدقہ ہیں سہرے کے پھول

شفیق و وحید و صمد جس کی ذات
اسی کے عطایا ہیں سہرے کے پھول

لبِ جوئے کوثر کھلے ہیں یہ شاد
درودوں کا گجرا ہیں سہرے کے پھول

مریدِ رشیدِؔ رضاؔئے بتول
محبت کا تحفہ ہیں سہرے کے پھول

ہیں عمرانؔ و مریمؔ کی نسبت کا نور
حقیقت کا جملہ ہیں سہرے کے پھول

جو شمشادؔ قد ہیں اور عالی ظروف
اسی قد کو زیبا ہیں سہرے کے پھول

اِرمؔ سے اتارے گئے ہیں یہ پھول
تقدسؔ کا حُلّہ ہیں سہرے کے پھول

عروسی تقدس ہے مریمؔ کا ہاتھ
رضاؔ کا عمامہ ہیں سہرے کے پھول

حناؔ کی ہے رنگت سے اِصباحؔ عروس
چمن روشنی کا ہیں سہرے کے پھول

وہ اِصباحؔ چہرہ کہ نصرتؔ ظہور
فتح کا اشارہ ہیں سہرے کے پھول

وجاؔہت اٹھو اب، پڑھو تم درود
شفاعت کا کلمہ ہیں سہرے کے پھول

کنزِ ایمانِ رضا

ہم زباں شہزآد(۱) کی ہے بزمِ فیضانِ رضا
”آج ہے عنواں سخن کا کنزِ ایمانِ رضا“

مژدہ ہے خلدِ بریں کا کنزِ ایمانِ رضا
پالیا جس نے رموزِ علم و عرفانِ رضا

آں کسے گیرد خطا در علم و عرفانِ رضا
آئینہ او را بکف ایں کنزِ ایمانِ رضا

مغزِ آیاتِ الٰہی کنزِ ایمانِ رضا
موج زن در سطر لوحش روحِ ایقانِ رضا

منزلِ ایقاں کا رہبر کنزِ ایمانِ رضا
قلبِ عاشق کی ہے راحت کنزِ ایمانِ رضا

”مغزِ قرآں، روحِ ایماں در زبانِ اُرْدَوِی“
عکسِ تفسیرِ مبیں است کنزِ ایمانِ رضا

اے فروغِ حسنِ اردو از روی رخشاں شما
آبروئے حرف و نکتہ کنزِ ایمانِ رضا

آیۂ ”فتحِ مبیں“ کو خوب روشن کردیا
بخششِ عاصی کا ضامن کنزِ ایمانِ رضا

غیر ممکن ہے نبی سے اِک گنہ کا بھی صدور
دیکھ لے پڑھ کر یہودی! کنزِ ایمانِ رضا

عقل سے کورے ہیں وہ اور ہیں زباں سے نابلد
جو سمجھ پاتے نہیں ہیں کنزِ ایمانِ رضا

تُو بھٹکتا ہی پھرے گا اے غلامِ بے حضور
تھام لے ہاتھوں سے بڑھ کر کنزِ ایمانِ رضا

غیر کو بھی ہے مسلّم حسنِ تحریرِ رضا
آئینہ ہے خوبیوں کا کنزِ ایمانِ رضا

اِک فقیہِ شہر نے صرف اس لیے تکفیر کی
لوگ کیوں پڑھنے لگے ہیں کنزِ ایمانِ رضا

آیۂ "تبیان" کی ارزاں فروشی کے لیے
شور و غوغا ہے خلافِ کنزِ ایمانِ رضا

دل میں رکھتے ہیں امامِ اہلِ سنت سے جو کَد
ہیں یہی محرومِ حق، محرومِ عرفانِ رضا

وائے ناکامی! یہ صدمہ دیں فروشوں کے لیے
روز افزوں ہے فروغِ کنزِ ایمانِ رضا

تھانوی، ذہبی، سعودی اور مودودی نواز
کیا سمجھ پائیں رموزِ کنزِ ایمانِ رضا

"خاک ہوجائیں عدو جل کر مگر ہم" اہلِ عشق
رات دن پڑھتے رہیں گے کنزِ ایمانِ رضا

کون ہے مدِمقابل لاؤ اس کو بزم میں
"آج ہے عنواں سخن کا کنزِ ایمانِ رضا"

ایک عبدِ مصطفی کی امتیازی شان ہے
یہ حدیقہ ہائے بخشش،(۲) کنزِ ایمانِ رضا

عاشقِ صادق رضاؔ کا اک جہاں میں نام ہے
اَلْعَطَا یَا النَّبَوِی،(۳) کنزِ ایمانِ رضا

دولتِ مکی مدنی(۴) غیب سے اس کو ملی
عطیۂ علمِ لدنّی، کنزِ ایمانِ رضا

ترجمہ ہے ایک لیکن صد کتب توصیف میں
ہے یہ عزّ و آن و شانِ کنزِ ایمانِ رضا

ہم ہوئے کہ تم ہوئے کہ صدرِ بزمِ علم ہوں
رہنما ہر اہلِ فن کا کنزِ ایمانِ رضا

یہ رضائے "احمدِ نوری کا فیضِ نور ہے"
بن گیا آنکھوں کا تارا کنزِ ایمانِ رضا

قادری، چشتی، سہروردی، تمامی سلسلے
پارہے ہیں فیضِ جود از کنزِ ایمانِ رضا

آفتاب اس کا ہی چمکے گا بفیضِ شہرِ علم
حشر تک بٹتا رہے گا نورِ عرفانِ رضا

ترجمہ کس نے کیا ہے آج تک یوں فی البدیہہ
جامع و راجح، مؤثر، کنزِ ایمانِ رضا

ناخدایانِ ادب ہیں ششدر و حیراں کھڑے
کیسے ہیروں سے سجا ہے کنزِ ایمانِ رضا

"میکند تاباںؔ دعای بشنو آمینی بگو"(۵)
سایہ گستر باد ما را کنزِ ایمانِ رضا

۱۵/ذی الحج ۱۴۲۹ھ / ۱۴/دسمبر ۲۰۰۸ء، کراچی

حوالہ جات

(۱) فاضل نوجوان جناب مولانا شہزاد مجدّدی زید مجدہ، (لاہور) نے صد سالہ کنزالایمان کانفرنس میں "کنزالایمان" کے عنوان سے ایک منقبت پڑھی تھی جس کا مقطع تھا "دیکھئے شہزاد خوش بختی ہماری دیکھیے۔ آج ہے عنواں سخن کا کنزِ ایمانِ رضا" اِسی سے متاثر ہو کر یہ نظم لکھی گئی۔ تاباںؔ

اعلیٰ حضرت کی کتب کے نام: (۲) حدائقِ بخشش (۳) فتاوٰی رضویہ (۴) الدولۃ المکیہ

(۵) حافظ شیرازی کا ایک مصرع بتصرف۔

شہرِ وفا میں ایک وہابی بقراط کی آمد

ایک گنجا شہر میں آیا ہے
زعمِ بقراط بھی وہ رکھتا ہے
خان صاحب وہ خود کو کہتا ہے
ایک گنجا شہر میں آیا ہے
عقلِ کُل کا بھی اس کو دعویٰ ہے
صورت اس کی پروفیسر کی سی
چال دیکھو تو اِک ڈفر کی سی
قابلیت تو بس صفر کی سی
ایک گنجا شہر میں آیا ہے
عقل کُل کا بھی اس کو دعویٰ ہے
دل لگاتا ہے دل لبھاتا ہے
عورتوں سے تو خوب نبھاتا ہے
رنگ ان پر بہت جماتا ہے
ایک گنجا شہر میں آیا ہے
عقل کُل کا بھی اس کو دعویٰ ہے

کور دبتی ہے اُس کی بیوی سے
خوب چھنتی ہے اُس کی لیڈی سے
چھیڑ چلتی ہے ایک ٹیڈی سے
ایک گنجا شہر میں آیا ہے
عقلِ کُل کا بھی اس کو دعویٰ ہے
سازشوں کا وہ ایک ماہر ہے
گفتگو میں وہ ایک لائیر ہے
ڈینگے میں وہ ایک ساحر ہے
ایک گنجا شہر میں آیا ہے
عقلِ کُل کا بھی اُس کو دعویٰ ہے
بیچتا تھا کبھی دوائے دل
آج چلّا رہا ہے ہائے دل
بات سب اس کی انجوائیبل
ایک گنجا شہر میں آیا ہے
عقلِ کُل کا بھی اُس کو دعویٰ ہے
ناک والا ہے کان والا ہے
ایک اونچی دوکان والا ہے
سب سے لمبی زبان والا ہے
]ایک گنجا شہر میں آیا ہے
عقلِ کُل کا بھی اس کو دعویٰ ہے

جھوٹ بولے گا ایسے دعوے سے
گویا وہ ایک قول بیبل ہو
اور خود کیمبرج کا فاضل ہو
ایک گنجا شہر میں آیا ہے
عقلِ کُل کا بھی اس کو دعویٰ ہے
بزمِ اہلِ وفا کے ہیں اس پر
بند لیکن تمام دروازے
لوگ کستے ہیں اِس پہ آوازے
ایک گنجا شہر میں آیا ہے
عقلِ کُل کا بھی اس کو دعویٰ ہے
سارے اونچوں سے اُس کا یارا ہے
ہوم منسٹر بھی رشتہ والا ہے
جو بھی کالا ہے اس کا سالہ ہے
ایک گنجا شہر میں آیا ہے
عقلِ کُل کا بھی اس کو دعویٰ ہے
دیو کے بندوں سے اس کا یارا ہے
سلفیوں سے بھائی چارہ ہے
"نجدی ڈالر" پہ خوب گزارا ہے
ایک گنجا شہر میں آیا ہے
عقلِ کُل کا بھی اس کو دعویٰ ہے

(مودودی جماعت کے ایک "امیر" کی کراچی آمد پر ۲۰/ ستمبر ۱۹۶۷ء، کراچی)

عزیز دوست ڈاکٹر مسعود احمد خاں صاحب ولد ڈاکٹر سعید احمد صاحب مرحوم کی ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرنے کے موقع پر تہنیت

آج گلشن میں جشنِ بہار آگیا
ہر کلی ہر شجر پر نکھار آگیا

گلستاں کو پیامِ بہار آگیا
گلبداماں ہر اک شاخسار آگیا

پیکرِ عزمِ راسخ مجسم یقیں
کامرانی سے یوں ہمکنار آگیا

جاں کو فرحت ملی ذہن مسرور ہے
قلبِ بے تاب کو اب قرار آگیا

شمعِ اُمید تھا اہلِ خانہ کی جو
راہِ ہستی میں وہ تابدار آگیا

کتنی پُر پیچ تھی رہ گزر وہ مگر
ہر قدم کامران نامدار آگیا

ہو مبارک یہ دورِ مسعودؔ آپ کو
شہسواروں میں اب تو شمار آگیا

دکھ کے مارے ہیں اب منتظر آپ کے
اُن کو پیغامِ امن و قرار آگیا

غمزدوں کو ہو مژدہ کہ ان کے لیے
ایک ہمدم محبت شعار آگیا

شکریہ کی ہے ساعت یہ وقت سعیدؔ
جشنِ میلاد صاحب وقار(صلی اللہ علیہ وسلم) آگیا

دونوں عالم میں تاباںؔ رہیں جس سے آپ
کام کیجے کچھ ایسا کہ وقتِ کار آگیا

نظم

ایک رفیق کے نام

ترے خیال سے دنیا بسائی تھی میں نے
ترے خلوص سے روشن کی تھا دل کا چراغ
سکوں بدوش مرے واسطے تھا تیرا خیال
ترے پیام میں پاتا تھا زندگی کا سراغ
مگر یہ وہم تھا میرا یہ تلخ حقیقت تھی
میں ظلمتوں کو ستاروں کی دھار سمجھا تھا
رہِ حیات میں بکھرے ہوئے شراروں کو
ورودِ لالۂ و فصلِ بہار سمجھا تھا
مرے خلوص کو تو نے خریدنا چاہا
خوشامدانہ دو بول اور میٹھی باتوں سے
مرے یقین کو زک دی مجھے کیا رسوا
سلگتے اشک دیے مجھ کو اپنی باتوں سے
میں جانتا بھی نہیں تھا کہ اس طرح مجھ کو
رہِ حیات کے دھاروں پہ چھوڑ جائے گا

مری حیات میں حسرت کی سسکیاں بھر کر
مرا عزیز! مرا دوست چھوڑ جائے گا

مرے خلوص کا تو نے نچوڑ ڈالا خوں
خدا کرے کہ تو مسرور و خوش رہے اے دوست!

مری وفا پہ تنفر کے تیز و تند نشتر!
مرے خلوص پہ احسان، شکریہ اے دوست!

مورخہ ۲۳/ ستمبر ۱۹۶۰ء راجشاہی

برادرِ مکرم عرفان قریشی صاحب کی کامیابی

(ڈاکٹری "ایم۔بی۔بی۔ایس" پاس کرنے پر)

تمہاری کاوشوں کے نام لے کر اک پیام آیا
زہے قسمت بالآخر آج تم تک دورِ جام آیا

لہو دے کر جلایا ہے چراغِ کامرانی کو
رہِ ہستی میں تیری اب اُجالے کا نظام آیا

رہِ ہستی کا تیری ہے یہ سنگِ میل اے ہمدم!
حیاتِ نو شروع ہوگی جہاں سے وہ مقام آیا

مسرت کے کھِلے گُل اور مہک اٹھی کلی دل کی
چمن کو نکہتِ بادِ بہاری کا سلام آیا

بفیض رحمتِ عالم(ﷺ) بلند اقبال ہوتا ہے
بحمد اللہ تری محفل میں عشرت کا پیام آیا

غِنَا دل کی ہے شرطِ کامرانی دو نوں عالم میں
کہ سلطانِ دل و جاں کو مئے عرفاں کا جام آیا

دعائے قلبِ مادر ہے ترے گلشن کی رعنائی
کہ ماں کے پاؤں کے نیچے ہی جنت کا مقام آیا

سسکتی آدمیت کو حیاتِ نو عطا کرنے
ابی سینا کے میخانے سے تو کوثر بجام آیا

مبارکباد اے ہمدم نشاط و کیف کے ساغر
تری صبحِ درخشاں پر مرا تاباں سلام آیا

۱۷/ نومبر ۱۹۶۱ء راجشاہی

بنامِ آں تابشِ خوش رَسمے

(علامہ تابشؔ قصوری کے ایک کرم نامہ کے جواب میں، ۲۱ر مئی ۲۰۱۲ء، کراچی)

جنابِ تابشؔ علوِ ہمت، بڑی عنایت، سلامِ رحمت
ملا ہے مکتوبِ باکرامت، مری سعادت، سلامِ رحمت

تمہارے سر پر ہو سایہ گستر خدائے عزّوجل کی رحمت
تمہارا نامہ پیامِ الفت، سراپا شفقت، سلامِ رحمت

تمہاری فکر رسا ہے عالی، تمہاری تحریر ہے مثالی
ہے "دعوتِ فکرِ" میں ہدایت، پیامِ رافت، سلامِ رحمت

انہی کے اک ریزہ خوار ہم بھی، زمانے کے ہیں جو اعلیٰ حضرت
انہی سے تم بھی ہو باکرامت، سدا سلامت، سلامِ رحمت

دعا یہ کیجیے جنابِ تابشؔ کہ وقتِ آخر قریب ہے اب
نہ چھوٹے دامانِ اعلیٰ حضرت، زہے عنایت، سلامِ رحمت

رضاؔ کی چشم کرم ہے تاباںؔ کہ علم کی کر رہے ہو خدمت
تمہارے ساتھی رہیں سلامت، بصد شرافت، سلامِ رحمت

(۲۱ر مئی ۲۰۱۲ء)

محبی جناب سید عبد اللہ قادری گرامی قدر کے نام

نوٹ: محترم سید عبد اللہ قادری زید مجدہ نے فقیر کی شاعری پر ایک تاثراتی مضمون تحریر فرمایا جو مئی ۲۰۱۲ء کے معارفِ رضا میں شائع ہوا۔ ان سے اظہارِ امتنان وتشکر کیلیے احقر نے یہ نظم لکھی۔ (وجاہت)

جنابِ سیّد نے کیا ہی اچھی لکھی ہے اک بے نوا کی مدحت
رضاؔ کے صدقے میں آج اس بے ہنر نے پائی ہے کیسی شہرت

خدا کے بندے پہ شکر واجب خدا کا اور بندہ خدا کا
الحمد للہ، کرم تمہارا، بڑھائی اک بے بصر کی عزّت

خدا کا فضل و کرم ہے تم پر، تمہارے گھر اور ابّ و جدّ پر
گھرانہ علم و فضل کا مرکز، یہاں سے جاری ہے دیں کی خدمت

جنابِ نورِ محمد القادری تھے علم وادب کے پیکر
رضاؔ و اقبالؔ کے تھے عاشق، ہو ان کے مرقد پہ رب کی رحمت

جہل کی ظلمت میں وہ تھے روشن منارۂ علم و دین و حکمت
مزاج فقر و غنا کا پرتو ، عمل تھا ان کا ولی کی سیرت

جنابِ سیّد دعا یہ کیجیے، کہ وقتِ رخصت رہے سلامت
رضاؔ کی نسبت، نبی سے الفت، ہمارے دل میں خدا کی عظمت

معاملہ ہے نظر کا، دل کا، کہ بھا گئے ان کو شعر تاباںؔ
یہ ان کا حسنِ نظر ہے جس نے بڑھائی میری غزل کی وقعت

کراچی، ۳۱/ مئی ۲۰۱۲ء

ہدیۂ تہنیّت بحضورِ
جنابِ عبد المصطفیٰ عاقب القادری
بتقریبِ انگریزی ترجمہ قرآن کنزالایمان

جنابِ عاقب علوِّ ہمت تمہیں مبارک سلامِ رحمت
زبانِ انگلش میں کنزِ ایماں کا ترجمہ اے خوشایہ قسمت!

تمہارے سر پر ہو سایہ گستر خدا کی اور مصطفیٰ کی رحمت
تمہارا طرزِ بیانِ سادہ بٹھائے دل میں قرآں کی عظمت

تمہاری تحریر ہے مثالی، عطاءِ ربِّ قدیر وباری
تمہاری فکر رسا ہے عالی، تمہاری دعوۃ رہِ ہدایت

تمہاری تحریر کی یہ خوبی "دعا" سے "والنّاس" تک یہ دیکھی
نگینے جیسے ہیں لفظ اس کے، بہ عزّوشانِ نبیِّ رحمت

رہو تم عاقب سدا سلامت، مثال خورشید چمکے قسمت
نسیمِ طیبہ کے دوش پر تم وہاں سے لاؤ سحابِ رحمت

خدا کا فضل و کرم ہے تم پر، تمہارے گھر اور ابّ و جد پر
قرآن فہمی کی تم کو دولت ملی بجاہِ ولی نعمت

خدا نے عاقب تمہیں بنایا رضا کے پیچھے یوں چلنے والا
کمالِ علم و ادب کا پیکر، خدا بڑھائے تمہاری شوکت

دعا ہے تاباؔں کی یا الٰہی رکھیں یہ جاری قرآں کی خدمت
نصیب حاسد کو ہو ندامت، شفیعِ اُمّت کی ان کو شفقت

۱۰/ شوال المکرم ۱۴۳۴ھ، ۱۸/ اگست، ۲۰۱۳ء

*****

حبذا تم کو مبارک سطوتِ اعلیٰ مقام

(میرےفرزندِ ارجمند عزیزی محمد سطوت رسول قادری سلمہ الباری کے سامبا بینک میں آڈٹ ڈویژن کے چیف اکزیکیوٹیو کی پوزیشن پر ترقی پذیر ہونے پر بطور ہدیۂ تہنیت زیر نظر اشعار پیش کیے گئے اور ختم غوثیہ کے اختتام پر محفل میں سنائے گئے۔ وجاہت)

حبذا تم کو مبارک سطوتِ اعلیٰ مقام
کامرانی ہے تمہاری رحمتِ خیرالانام(ﷺ)

اےقدرِ عبدالقادر، قدرت نما دم ساز ہے
اعلیٰ حضرت کا ہے تم پر فیض جاری صبح و شام

مفتیِ اعظم ہیں مرشد مستجاب الدعوٰۃ
ہے ثمران کی دعاؤں کا یہ اعزاز وانعام

دَین ہے اللہ(جل جلالہ) کی اس کے نبی(ﷺ) کا ہے انعام
سایہ گستر تم پہ ہے اک دامنِ ذو احترام

مادرِ مشفق کہ جنّت جس کے ہے پاؤں تلے
اس کے لب پہ ہے دعا صبح و مسابالاِ لتزاَم

خوش خصالی، خوش مقالی جس کا ہے طرزِ حیات
اس رفیقِ زیست کی قربت سے رہیوّشاد کام

کاروبارِ زیست میں وہ ہے تمہاری ہم قدم
اک دعاءِ سحر اس کی بن گئی مشکِ ختام

گُلِستانِ زہرہ کے دستار میں ہیں تین پھول
۲رَوْحَۃ ریحان سآرہ ، مآریہ ذوابتسام

بختِ خفتہ جاگ اٹھا،۳اک ریاست مل گئی
قلبِ عَمِّ عالی سے نکلی دعاءِ خوش مرام

۴یہ ہدآیت کا ہے ثمرہ، اک وزآرت مل گئی
بالوجآہت تم رہو دونوں جہاں میں خوش خرام

جتنے ہیں خویش واقارب دل سے کرتے ہیں دعا
یا خدا تو رکھ شگفتہ اس چمن کو بالدّوام

دین ودنیا میں جو چاہو منزلِ اعلیٰ عزیز
اک وصیت یاد رکھنا اے مرے تاباؔں عزیز

۵عُرْوَۃِوُثقیٰ کا دامن تھام لو بالاہتمام
چھوٹنے پائے نہ ہر گز دامنِ غوث الانام

(۱)۔سلسلۂ قادریہ رضویہ کے شجرہ شریف کے اس شعر سے اقتباس ہے۔

قادری کر، قادری رکھ، قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبدالقادرِ قدرت نما کے واسطے

(۲)۔ یہاں تین پوتیوں، روحہ فاطمہ، سارہ فاطمہ، اور ماریہ فاطمہ (اللہ تعالیٰ ان کو سلامت اور پھلتا پھولتا رکھے آمین) کے ناموں کو رعایتِ لفظی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔
(۳)۔ راقم کے برادرِ اصغر ریاست رسول قادری زید مجدہٗ کے نام سے معنی پیدا کیے گئے ہیں۔
(۴)۔ اس شعر میں احقر کے نام (وجاہت) کے علاوہ سطوت سلّمہ کے دادا حضرت مولانا سید وزارت رسول قادری اور پر دادا حضرت علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری لکھنوی رحمہا اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی سے معنوی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔
(۵)۔ سورۂ بقرہ کی ۲۵۶ ویں آیت کریمہ کا ایک حصہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ قرآنِ حکیم شرعی احکام اور خاتم النبین سید عالم ﷺ کی سنّتِ مبارکہ پر استقامت کے ساتھ عمل کرنے والا دونوں جہاں میں فائز المرام ہوتا ہے۔ اور یہ راہ صحابۂ کرام، اہلِ بیت اطہار، اولیاء کرام اور ائمۂ کرامان امت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی راہ ہے۔ (وجاہت رسول قادری)۔
[۲۴؍ ظفر المظفر ۱۴۳۵ھ / ۲۸؍ دسمبر ۲۰۱۳ء]

ایک تاثراتی نظم

(نتیجۂ فکر سید وجاہت رسول قادری عفی عنہ، کراچی، ۲۹؍ جنوری، ۲۰۱۱ء)

اپنے برادر نسبتی سید محمد خالد (وفات ۲۷ جنوری ۲۰۱۱ء) ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر جنرل بلوچستان کے انتقال پُر ملال پر یہ تاثراتی نظم تحریر کی۔

خوش خُلقی واحسان کا پیکر تھا وہ اک شخص
درویش طبیعت تھا قلندر تھا وہ اک شخص

اک عمر گزار ی تھی جہاں لوگوں میں اس نے
کہتے ہیں وہ اک پیکرِ خوشتر تھا وہ اک شخص

گفتار میں کردار میں اطوار میں دیکھو
اک تابندہ ستارہ تھا، منوّر تھا وہ اِک شخص

دلا ویز تبسّم سے دمکتا ہوا چہرہ
روتوں کو ہنساتا تھا وہ دلبر تھا وہ اک شخص

غم کھا کے بھی ہنستا تھا ہنساتا تھا سبھی کو
حق بات ہی کہتا تھا، قلندرتھا وہ اک شخص

نفرت سے گریزاں تھا محبت کا امیں تھا
اللہ سے ڈر، خوف کا مظہر تھا وہ اِک شخص

اس دورِ فتن خیز میں ایسا بھی تھا کوئی
جھکتا تھا نہ بکتا تھا وہ افسر تھا وہ اک شخص

غم خوار تھا خوشبوئے معطر تھی طبیعت
ہر خوردوکلاں کے لیے عنبر تھا وہ اِک شخص

تاباںؔ یہ دعا ہے بطفیل شہِ کو ثر(ﷺ)
حق بخشے عجب مردِ قلندر تھا وہ اِ ک شخص

(۲۹/ جنوری،۲۰۱۱ء)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

(منظوم تبصرہ)

محبّی و عزیزی جناب مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی قادری رضوی حفظہ الباری ابنِ حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف القادری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولود النبی ﷺ پر ایک نادر و نایاب غیر مطبوعہ کتاب کا اردو ترجمہ بعنوان ''جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند'' کیا، جس کو صفہ فاؤنڈیشن لاہور نے اصل عربی متن کے ساتھ شائع کیا۔ محبّی سدیدی زید مجدہٗ نے فقیر کی راحت چشم و جان کے لیے بذریعہ ڈاک عطا فرمائی۔ اس مبارک کتاب کے مطالعہ کے بعد اپنی واردات قلب فی البدیہہ اشعار کی صورت میں قلمبند کرکے محبّی و عزیزی الکریم جناب ڈاکٹر ممتاز سدیدی القادری زید عنایت کی نذر کیئے، گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔ (وجاہت)

ذکرِ مولودالنبی (ﷺ) پر دیکھی میں نے اک کتاب
پہلے آنکھوں سے لگایا، سرپہ رکھا پھر شتاب

کھول کر دیکھا تو نکلی غوث اعظم (رضی اللہ عنہ) کی کتاب
مختصر، جامع، فصاحت کا مگر اعلیٰ نصاب

مولدِ ختم الرسل (ﷺ)، معراج کے ہیں اس میں باب
علم کا گہرا سمندر، عشق و عرفاں کی شراب

وہ محیُّ الدّین (رضی اللہ عنہ) ہیں، ابنِ نبی ان کا خطاب
اور لسانُ الغیب ہیں آں فاتحِ غیب الغیاب

حافظِ علمِ نبی(صلی اللہ علیہ وسلم) ہے سینۂ عزّت مآب
اور قلم بھی آپ کا ہے شارحِ ام الکتاب

لفظ میں ہر نکتہ میں ہے سرِّ معنیٰ بے حساب
کیوں نہ ہو یہ وارثِ مولیٰ علی(رضی اللہ عنہ) کی ہے کتاب

"بدرِ کامل" دیکھ کر لکھی گئی تھی یہ کتاب
عشق میں ڈوبا ہوا ہے ترجمہ وَلُبِّ لُباب

تو ہوا ممتازؔ بحرِ قادری کا سرخ آب
ترجمہ ہے پر کشش، مثل رواں شفّاف آب

ترجمہ مثلِ اصل، اسلوب سادہ بالصواب
اک اضافہ خوشنما اردو ادب میں لاجواب

نادرونایاب تھی یہ غوثِ اعظم(رضی اللہ عنہ) کی کتاب
تم نے کی اس کی اشاعت، ہے بڑا کارِ ثواب

ہاتفِ غیبی سے آئی اک صدا بہجت مآب
حبَّذا ممتاز کہ تو کارے کردی لا جواب!

سیّدِ جیلاں سے آیا کیا ہی ذوق افزا خطاب
"یا مریدی لاتخف" دامانِ ما حسن مآب

قادری نسبت نے تجھ کو کردیا عزّت مآب
(ا)تیری منزل "لاتخف" تیرا جہاں حسنِ مآب

بارگاہِ قادری میں باشرف ہو باریاب
جیسے کیاری میں کھلا ہو خوبصورت اک گلاب

میں کہ تاباںؔ اَعْجَمی، اِک بے بضاعت بے کتاب
وصف ہو کیوں کر بیاں، ہے اعلیٰ و ارفع کتاب

ہاں جو اہلِ علم ہیں صاحبِ اعلیٰ نصاب
زیب دیتا ہے انہیں شرحِ معانی فتح باب

حضرتِ احمد میاں کا قولِ فیصل ہے جناب
"ہے مترجم کی زباں آئینۂ اصلِ کتاب"

عالمِ بینا محیُّ الدین یوں مطلب بیاں
"ترجمہ ممتاز ہے اردو زباں میں بالصواب"

خوش بیاں اشرف نسب کا قول بھی ہے لاجواب
"ہو شرف میں والدِا شرف کے تم سچے نواب"

دیکھ کر طیبہ سے آئے چاند جو حضرت حیات
جھوم اُٹھے وہ خوشی سے، پھر ہوئے رو بخطاب

"اک مرقع ہے ادب کا عشق کا عمدہ نصاب
حضرتِ ممتاز کی تحقیق اس پر لاجواب"

یہ صلہ ممتاز آخر عرق ریزی کا ملا
صفۂ احباب نے لو شایع کردی اب کتاب

نفسِ میلاد النبی پر ہے سند بے ارتیاب
عُروۂ وُثقیٰ کی صورت غوثِ اعظم کی کتاب

اہلِ ایماں کے لیے ہے اک نویدِخوش مآب
دیو کے بندوں کے حق میں ہے فرشتوں کا شہاب

(۲)"قدرِ عبدالقادرِ قدرت کے" اے کھلتے گلاب!
بارگاہِ قادری میں تو ہوا عزت مآب

اعلیٰ حضرت اور شرفِ قادری برزخ مآب
پڑھ رہے ہیں خلد میں میلادِ اکبر کی کتاب

جملہ ارواحِ مشائخ داد دادند بے حساب
"حبّذا ممتاز کہ تو کارے کردی لاجواب!

ہاتھ تاباںؔ نے اٹھایا اور دعا کی پھر شتاب
یا خدا! ممتاز ہوں علم و عمل میں انتخاب

حوالہ جات

۱۔ (ا)۔ آیت کریمہ: اِنّ اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم الخ۔

(ب)۔ قصیدہ غوثیہ کے شعر کی طرف اشارہ: مریدی لاتخف اللّٰہ ربی

۲۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ایک شعر سے اقتباس ہے۔

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبدالقادرِ قدرت نما کے واسطے

(۲۵/ شوال المکرم ۱۴۳۴ھ، ۳۱/ اگست، ۲۰۱۳ء)

تحیت نامہ بر ولادتِ حامد رضا سلمہ اللہ تعالیٰ

فرزند ارجمند محبّی و عزیزی پروفیسر دلاور خاں حفظہ اللہ الباری

پروفیسر دلاور خاں کے اکلوتے صاحبزادے احمد رضا خاں (عمر سات سال) کو 10 جون 2013ء میں اغواء کرکے شہید کر دیا گیا تھا۔ اس سانحہ پر علماء و مشائخ اور محبین نے اولاد نرینہ کے لیے دِل کی گہرائیوں سے دعائیں کیں ان کی یہ دعائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے پروفیسر صاحب کو ایک اور فرزند ارجمند سے نوازا جس کا نام مُعزاحمد خاں عرف حامد رضا رکھا گیا۔ اس خوشی کے موقع پر حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری زید مجدہٗ صدر نشین ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (انٹرنیشنل) نے یہ تحیت نامہ رقم فرمایا۔ ادارۂ ان تمام علماء و مشائخ اور محبین کا شکر گذار ہے جو پروفیسر صاحب کے غم میں شریک رہے اور اولادِ نرینہ کے لیے انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔ (سید جاوید حسین شاہ بخاری)

ربیع الانور میں چندا ہے آیا
دلاور[1] کے گھر میں اجالا ہے آیا
وہ ممتا کی آنکھوں کا تارا ہے آیا
وہ بہنوں[2] کا پیارا دُلارا ہے آیا
بَھنور میں تھی کشتی شب تار تھی
درودوں کے صدقے کنارا ہے آیا
وہ احمد رضا[3] کا تھا اسم مُسمّیٰ
یہ حامد[4] رضا کا چہیتا ہے آیا

درود ان پہ پڑھئے، سلام ان پہ بھیجیں
کہ آقا کے در سے ہدایا ہے آیا

بڑھانے کو عزّت اَب وجَدّ کی اپنے
بڑی منّتوں کا یہ دولہا ہے آیا

یہ صبر ورضا کا ثمر[۵] دیکھو تاباںؔ
شبِ غم کٹی اب سویرا ہے آیا

۱۲؍ربیع النور۱۴۳۶ھ / ۴؍جنوری ۲۰۱۵ء

حواشی

[۱] پروفیسر دلاور خاں جوائنٹ سیکریٹری ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (انٹر نیشنل) کراچی۔

[۲] پروفیسر دلاور خاں کی دو بیٹیاں، عفیفہ خاں، عبیرہ خاں۔

[۳] پروفیسر دلاور خاں صاحب کا نورِ نظر کمسن شہید احمد رضا جن کو ظالم سفاک قاتلوں نے 10 جون 2013ء کو اغواء کر کے شہید کر دیا۔

[۴] پروفیسر دلاور خاں صاحب کے نومولود بچے کا (عرفی) نام حامد رضا۔

[۵] پروفیسر دلاور خاں صاحب کی شریک حیات۔

ہدیہ تہنیت

(برادرِ محترم ڈاکٹر محمد سلطان قریشی صاحب مرحوم ڈائریکٹر نیشنل میڈیکل سنٹر، کراچی کو ڈاکٹر (ایم۔بی۔بی۔ایس) کی ڈگری ملنے پر)

زہے نصیب بصد ناز تیرے گلشن میں
بہار آکے گلوں پر نثار ہوتی ہے

وہ جس کو خونِ جگر دے کے تو نے سینچا تھا
وہ کِشت آج تری بار دار ہوتی ہے

اگرچہ دور ہوں لیکن شریکِ محفل ہوں
دلوں کی راہ بھی کیا خوشگوار ہوتی ہے

جو ہیں غلامِ غلامانِ شاہِ دیں(صلی اللہ علیہ وسلم) اُن پر
نثار رحمتِ پروردگار ہوتی ہے

یہ صبحِ نو یہ نئی رہ یہ ناصیہ تاباںؔ
خوشا نصیب! فضا سازگار ہوتی ہے

جنوری ۱۹۶۱ء راجشاہی

وہ کوہِ عزیمت دلآور ہمارا

محبّی و عزیزی پروفیسر دلآور خاں نوری حفظہ الباری، پرنسپل جامعہ ملیہ کالج ملیر، جوائنٹ سکریٹری ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا(انٹرنیشنل)، نائب مدیر ماہنامہ ''معارفِ رضا'' کراچی۔ محقق و مصنف ہونے کے علاوہ ایک عظیم انسان اور انسان دوست شخصیت کے مالک ہیں۔ حال ہی میں ان کے سات سالہ جگر گوشہ معصوم احمد رضا کو کسی درندہ صفت شخص نے (۱۰ر جون ۲۰۱۳ء) کو اغوا کر کے شہید کر دیا۔ غم واندوہ کے اس موقع پر ان کی شخصیت کے کچھ ایسے پہلو دیکھنے میں آئے جس نے ان کی محبت اور عزّت میرے دل میں اور بڑھادی۔ وہ صبر و شکر کے پیکر، حلم و عزیمت کے آئینہ، سراپا خشیت، راضی برضائے الٰہی، درویش صفت اور خاکساری کا ایک ایسا نمونہ نظر آئے کہ جس کی اس دور میں مثال دی جاسکتی ہے۔ ان کی ان صفات رحمانی سے متاثر ہو کر چند اشعار فی البدیہہ نوکِ قلم پر آگئے جو میں ان کی نذر کرتا ہوں، گر قبول افتد رہے عز و شرف!(وجاہت رسول قادری تاباںؔ۔ ۸۲ر ستمبر ۲۰۱۳ء، کراچی)

سراپا خشیت دلآور ہمارا
وہ کوہِ عزیمت دلآور ہمارا

وہ عزم وہمت کی چٹانِ محکم
تحمل کا پربت دلآور ہمارا

وہ حق کو دلائل سے منوانے والا
نواسنجِ حکمت دلآور ہمارا

رضاؔ کی زباں اور اس کا قلم ہے
وہ واعظ بہ حکمت دلآور ہمارا

رَضَوِیَّت کے علمی معارف کا عارف
وہ دانائے حکمت دلآور ہمارا

رضؔا کی زباں سب کو سمجھانے والا
بطرزِ محبّت دلآور ہمارا

بنا "کنزِایماں" کا منصف محافظ
باوجِ کرامت دلآور ہمارا

رضا اوجِ عشقِ نبیﷺ کا ہے مظہر
شہید صداقت دلآور ہمارا

ہے موجِ بلا میں گرفتار حاسد
پئے اوج وعظمت دلآور ہمارا

نشیب وفرازِ تحقق سے آگاہ
وہ دانائے حکمت دلآور ہمارا

تلاشِ رہِ حق میں سب کا معاون
ہے دستِ کرامت دلآور ہمارا

پئے دوستاں وہ سراپا تواضع
پئے کبر ہیبت دلآور ہمارا

ہے معصوم بیٹے کی رحلت کے غم میں
سراپائے سیرت دلآور ہمارا

ثمر اس نے پایا ہے "اَجَراً وّذخراً"
پکارے ہے جنت دلآور ہمارا

وہ قول و عمل سے ہے پکا مسلماں
وہ درویش صورت دلآور ہمارا

بخندہ جبیں سب سے ملنا ملانا
ہے جانِ رفاقت دلآور ہمارا

ہر ایک کارکن کو دعا دینے والا
ادارے کی زینت دلآور ہمارا

صلاح، مشوروں میں ہے سچا مسلمان
وہ مہرِ شرافت دلآور ہمارا

کرو قدر اس کی کشادہ دلی سے
ہے فخرِ جماعت دلآور ہمارا

بہ اکرام وعزّت ملو اس سے تاباںؔ
خدا کی ہے نعمت دلآور ہمارا

*****

سیالکوٹ کا محاذ ایک یادگار ہے

سیالکوٹ کا محاذ ایک یادگار ہے
کہ فخرِ ہند فوج بھی یہاں ذلیل و خوار ہے
اُدھر سیاہ فیل ہیں سپاہِ بے شمار ہے
اِدھر سپاہِ مختصر کو تیغِ ذوالفقار ہے
سیالکوٹ کا محاذ ایک یادگار ہے
ہمارا عزم و اتحاد آہنی دوار ہے
ہمارا ہر جوان ہے کہ تیغ آبدار ہے
خدا پہ اعتبار ہے رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) پاسدار ہے
عدو کا سینہ غار ہے مجاہدوں کا وار ہے
سیالکوٹ کا محاذ ایک یادگار ہے
شہید کا لہو ہے یہ چمن پہ جو نکھار ہے
چہار سو بہار ہے تمام لالہ زار ہے
کوئی ہے مظہر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کوئی نشانِ حیدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ہماری فوجِ صف شکن سپاہ کردگار ہے
سیالکوٹ کا محاذ ایک یادگار ہے
بڑھے تو ٹینک سب تباہ اٹھے تو برق آسماں

جو چل پڑے تو دشمنوں کی صف میں انتشار ہے
مجاہدوں کی ضرب سے سیاہ فیل پھٹ گئے

چونڈہ کی زمین پر عدو کا حالِ زار ہے
سیالکوٹ کا محاذ ایک یادگار ہے

مچی ہے نعرۂ علی سے کافروں میں کھلبلی
جورن پڑا تو بس "بھلی بھلی" کی اک پکار ہے

خدا کی فوج چند سو، مگر وہ عزم الاماں!
کہ بزدلانِ ہند کو نہ کچھ رہِ فرار ہے

سیالکوٹ کا محاذ ایک یادگار ہے
ہمارے ملک کی طرف نہ رخ کریں وہ پھر کبھی

کہ دشمنوں کہ واسطے قدم قدم پہ دار ہے
سیالکوٹ کی زمین ہزار تجھ پہ آفریں

قرآن کی بنی امیں یہ تیرا افتخار ہے
سیالکوٹ کا محاذ ایک یادگار ہے

نوٹ: ۱۹۶۵ء کی جنگ میں سیالکوٹ کے محاذ ہندوستانی افواج کی پسپائی پر کہی گئی ایک نظم۔
۱۳ر دسمبر ۱۹۶۵ء، کراچی۔

منظوم تبصرہ بر کتاب ”عقیدۂ ختم نبوت“

(مدون و مرتب: مولانا مفتی محمد امین قادری عطاری رحمۃ اللہ علیہ)

[مولانا مفتی محمد امین قادری عطاری رحمۃ اللہ علیہ (۷/نومبر ۱۹۷۲ء، ۲۰/دسمبر ۲۰۰۵ء) کراچی کے ان نوجوان علماء میں سے تھے جو دین کی خدمت کے جذبہ سے سرشار اور مسلکِ حقہ اہلِ سنّت وجماعت کی نشرواشاعت کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔ وہ دینی علوم میں دارالعلوم امجدیہ کراچی سے فارغ التحصیل تھے جدید علوم میں گریجوٹ تھے۔ آخری ایام میں، حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالحلیم ہزاروی مدظلہ العالی کے زیرِ اہتمام دارلعلوم غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی میں مسندِ افتاء پر رونق افروز تھے اور حضرت مہتمم کی زیرِ نگرانی تحفظِ ختم نبوت کی انجمن ”فدائیانِ ختمِ نبوت“ سے بھی وابستہ تھے، انہیں اس بات کا بہت افسوس تھا کہ ختم نبوت کے منکرین اور ”قادیانی گر“ فرقہ خوارج و دیابنہ جو آج عقیدہ ختم نبوت کے چمپین بن رہے ہیں اور بیسوں علماء ومشائخِ اہلِ سنّت کو کہ جنھوں نے عقیدۂ تحفظِ ختم نبوت کے اثبات اور ردِّ مسلمۂ کذّابِ ہند (غلام قادیانی) میں کتب ورسائل اور مقالہ جات تحریر فرمائے، یہ گروہِ وہابیہ دیابنہ انہیں اپنے علماء کے طور پر متعارف کرارہاہے۔ اور اس ضمن میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر خوب پراپگنڈہ کیا جارہاہے اور کتب کی نشرواشاعت کے لیے فنڈ بٹورا جارہاہے جبکہ المیہ یہ ہے کہ اہلِ سنّت کی طرف سے اس ضمن میں کوئی قابلِ ذکر تصنیفی و تحقیقی کام پیش نہ کیا جاسکا۔ ان کی مسلکی حمیّت اور جذبۂ عشق صلی اللہ علیہ وسلم جاگ اٹھا، انہوں نے حضرت مفتی عبدالحلیم ہزاروی دامت برکاتہم العالیہ اور جناب توفیق قادری ضیائی حنفی کی مشورت کے بعد پاک وہند کے گذشتہ سواسو (۱۲۵) برس کے علماء ومشائخ کی زیرِ نظر موضوع پر لکھی گئی کتب و نگارشات کے جمع کرنے کی تگ ودو شروع کی، سفر، خط وکتاب، انٹرنیٹ کے ذرائع استعمال کیے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصفِ خاص ختمِ نبوت کے ادنیٰ فدائین میں اپنانام لکھوانے کی غرض سے کمر ہمت باندھ لی۔ یہ ان کا جذبۂ جنوں اور آقاؤمولیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق تھا کہ محض ۴ سال کی مختصر مدت میں اسقدر مواد و مآخذ جمع کرلیے کہ جن کو پھیلایا جائے تو بیس (۲۰) ضخیم جلدیں بھی ناکافی ہوں گی۔

لیکن افسوس کہ عقیدۂ ختمِ نبوت کی پہلی ۶ جلدیں ۲۰۰۵ء میں منصۂ شہود میں آنے کے ساتھ ہی آپ اسی سال (۲۰/ دسمبر ۲۰۰۵ء) کو مختصر علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے، رحمہ اللہ رحمۃً واسعہ، خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا حکیم محبوبِ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔ لیکن ۳، ۴ سال کے مختصر عرصہ میں انہوں نے ۶ جلدیں اشاعت کے لیے تیار کرنے کے علاوہ تقریباً ۱۵ مزید جلدوں کا خاکہ اور مواد کی نشاندہی بھی کر گئے۔

اب ان کا قائم کردہ ادارہ ''ادارۂ تحفظِ عقائد اسلامیہ'' بحسن وخوبی ان کے چھوڑے ہوئے کام کو انہی کے خطوط کے مطابق آگے بڑھا رہا ہے۔ اب تک بحمد اللہ اس کی ۱۵ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور بقول برادرم توفیق جوناگڑھی زید مجدہٗ امید ہے کہ یہ کام ۳۰ جلدوں سے زیادہ میں مکمل ہو سکے گا۔

ان کی مختصر مگر کارآمد زندگی امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منسوب اشعار کے مصداق تھی۔

أُرِيْدُ بِذَا كُمْ اَنْ تُهِشُّوْا لِطَلْعَتِي وَاِنْ تُكْثِرُوا بَعْدِى الدُّعَاءِ عَلٰى قَبْرِى

(میں چاہتا ہوں کہ لوگ میری خندہ پیشانی سے خوش ہوں اور میرے اس دنیا سے جانے کے بعد میری قبر پر بہت زیادہ دعا کریں)

وَاِنْ تَمْنَحُونِى فِى الْمَجَالِسِ وُدَّكُمْ وَاِنْ كُنْتُ عَنْكُمْ غائباً تُحْسِنُوْا ذِكْرِى

(مجلسوں میں مجھ سے محبت سے پیش آئیں اور اگر میں ان سے غائب رہوں تو وہ مجھے ذکرِ خیر سے یاد کریں)]

صد مژدۂ گلزار ہے یہ ''ختمِ نبوت''
خوشخبری اسرار ہے یہ ''ختمِ نبوت''
اک منہجِ ابرار ہے یہ ''ختمِ نبوت''
راہِ شہ ابرار ہے یہ ''ختمِ نبوت''

نایاب وطرح دار ہے یہ "ختمِ نبوت"
اک دُرِّ شہ وار ہے یہ "ختمِ نبوت"

مومن کا توپندار ہے یہ "ختمِ نبوت"
کفار پہ تلوار ہے یہ "ختمِ نبوت"

شمشیر طرح دار ہے یہ "ختمِ نبوت"
منکر کوشرر بار ہے یہ "ختمِ نبوت"

ہر مومن صالح کے لیے قُرَّۃ عَیْنٍ
ایمان کا اقرار ہے یہ "ختمِ نبوت"

دیکھا جو بصد غور تو لکھا ہوا پایا
مقبول بہ سرکار(ﷺ) ہے یہ "ختمِ نبوت"

ہیں ختمِ نبوت کے جو مکّار محافظ
ان کے لیے للکار ہے یہ "ختمِ نبوت"

دوصدیوں کا گُلدستۂ نَعْتِ نَبَوی(علی صاحبہ التحیۃ والثناء) ہے
کیا عشق کی مہکار ہے یہ "ختمِ نبوت"

لرزے ہیں اسے دیکھ کے سب خَارجی مُرتد
عشاق کی یلغار ہے یہ "ختمِ نبوت"

کَذّاب نبی کو اَمین اللہ کی طرف سے
للکار ہے للکار ہے یہ "ختمِ نبوت"

جو عاشقِ صادق ہیں نبی اللہ(ﷺ) کے ان کو
اک مژدۂ دلدار ہے یہ "ختمِ نبوت"

یک نکہت از خاکِ درِ یار اسے کہیے
نفحاتِ نَفَسِ یار ہے یہ "ختمِ نبوت"

منکر ہوں، خوارج ہوں کہ ہوں نانوتوی
ہم برسرِ پیکار ہے یہ "ختمِ نبوت"

پنہاں ہے یہاں دولتِ اسرارِ الٰہی
اک معنیٔ بسیار ہے یہ "ختمِ نبوت"

محشر میں شفاعت کا امین آپ کے سرپر
اک طرۂ دستار ہے یہ "ختمِ نبوت"

اک عزمِ مصمم کی، بہ توفیقِ الٰہی
خوش نقش نمودار ہے یہ "ختمِ نبوت"

اے ختمِ نبوت کے محافظ اسے تھامو!
اک مشعلِ رہ دار ہے یہ "ختمِ نبوت"

تاباںؔ ہے امین(رحمۃ اللہ علیہ) آپ کی ایک شمعِ فروزاں
یا مطلعِ انوار ہے یہ "ختمِ نبوت"

خطیبِ مشرق حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ صاحب کی کتاب

"خون کے آنسو"

دیکھنے پر چند تاثرات

عشاق کو ہیں درسِ وفا "خون کے آنسو"
اغیار کو آئینہ نما "خون کے آنسو"

مومن کی نگاہوں کی حیا "خون کے آنسو"
کافر کے لیے رنگِ حنا "خون کے آنسو"

خوں بن کے ٹپکتا ہے دلِ صاحبِ ایماں
ہے تذکرۂ جور و جفا "خون کے آنسو"

کچھ داغ تو دھو ڈالے ہیں اغیار نے لیکن
دامن سے مٹائیں تو ذرا "خون کے آنسو"

جب اہلِ ہوا کرنے لگیں دعویٰ اُلفت
پھر روئیں نہ کیوں اہلِ وفا "خون کے آنسو"

دنیائے محبت میں ہیں یہ چاند ستارے
دیوانوں کی نظروں کی ضیا "خون کے آنسو"

غارت گرِ ایمان ہیں جس بُت کی ادائیں
ہیں اس کے لیے درسِ وفا "خون کے آنسو"

سچ پوچھیے تاباںؔ تو اک عاشق کی نظر میں
ہیں لعل و گوہر سے بھی سوا "خون کے آنسو"

۲۰ر ستمبر ۱۹۶۳ء راجشاہی
(یہ نظم "پاسبان" الہ آباد کے ۱۹۶۳ء اکتوبر یا نومبر کے شمارے میں شائع ہوئی)

(منکرینِ وسعت علمِ نبوی اعلیٰ صاحبہ التحیۃ والثناء)

کا علمی و تحقیقی محاسبہ

(محقق: علامہ منور عتیق رضوی فاضلِ دمشق)

ایک منظوم تبصرہ بنامِ محقق موصوف

"علمِ نبی کی وسعت" دیکھی کتاب عزّت

فضلِ خدا کا سایہ تم پر رہے سلامت
پیارے نبی کے صدقے تم کو ملے شرافت (صلی اللہ علیہ وسلم)

احمد رضا کادامن تم پر ہو سایہ افگن
ان سے رہو منوّر، ان سے رہے ارادت

وافر ملی ہے تم کو "اَلْمَکِیَّہ"(۱) سے دولت
علمِ رضا سے پائی کیا خوب ہے وراثت

"انباءِ مصطفیٰ"(۲) نے بخشی رضاؔ کو عزّت
تم نے رضا سے پائی تعلیمِ علم و حکمت

"تِبیَانًا لِکُلّ شَیئٍ"(۳) میں سِرّ و خفیٰ ہیں کیا کیا
احمد رضا نے لکھّی ہے شرح وبسطِ(۴) آیت

فیضِ رضا سے سمجھے نکتے جو تم نے اس کے
تم ہوگئے محقق اور صاحبِ عزیمت

"إعطاءِ النّبی"(۵) سے تم کو ملی وہ حکمت
اِلقاہوئے ہیں تم پر معنیِ سِرِّ وحدت

اہلِ رضاؔ سے پڑھ کر تم نے کتابِ حکمت
"علمِ نبی کی وسعت" لکھّی کتابِ عزّت

اللہ بڑھائے رُتبہ محبوبِ کبریا کا
منکر گھٹائیں اس کو، ایسے ذلیل و کم بخت!

کیونکر سعیدؔ ہو وہ اس کو شَقی ہی کہیئے
مانے نہ دل سے جو بھی علمِ نبی کی وسعت

قاضیؔ(۲) کا فیصلہ ہے، شامیؔ(۷)نے بھی لکھا ہے
کشفِ ظنوں سے تم نے ثابت کیا بَصِحّتْ

احمد رضا کا مسلک واحدرہِ سلامت
علمِ نبی پر قائم قرآن کی ہے حجّت

کلکِ رضا کی تم نے دکھلائی شان وعظمت
اہلِ وفا ہوں شاداں، حاسد اٹھائے خفّت

ماہِ تمام بن کر چمکو فلک پہ دائم
تم پر نبی کی شفقت، اُن پر سلام ورحمت(ﷺ)

مثلِ شمعِ منوّر تاباؔں سدا رہو تم
لوح و قلم سے تم کو ملتی رہے سعادت

قبرِ رضا سے آئی فوراً ندائے خوش کن
"کیا خوب لکھی تاباںؔ تم نے ہے پیاری مدحت

میرے عتیق رضوی، تم پر خدا کی رحمت
رکھے خدا سلامت تم کو مرے وجاہت

ہر شب بخیر گذرے، ہر دنِ رہے مبارک
فضلِ خدا کا سایہ تم پر رہے سلامت"

حوالہ جات

(۱)۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ۔
(۲)۔ انباءِ المصطفیٰ بحالِ سرّ و اخفیٰ۔
(۳)۔ وَنَزَّلْنَا عَلَیکَ الْکِتَابَ تِبْیَاناً لِکُلِّ شیءٍ (النحل: ۹۸)۔
(۴)۔ انباء الحی ان کلامہ الموصوں تبیاناً لکل شیء (از: اعلیٰ حضرت)۔
(۵)۔ العطایا النبویہ فی فتویٰ الرضویہ۔
(۶)۔ فتاویٰ قاضی خاں۔
(۷)۔ شامی (ردالمختار) ابنِ عابدین۔
(۸)۔ حسن کی کتاب الکشف انطنون۔

حج اکبر ہو مبارک حَبَّذا موسیٰ رضا

نوٹ: ۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۴ء میں عزیزی صاحبزادہ محمد موسیٰ رضا قادری ابن محبی پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدہٗ نے اپنی اہلیہ (اصباح)، بہن ارم اور بہنوئی عمران کے ساتھ حج وزیارات کی سعادت حاصل کی۔ اتفاقاً یہ حجّ اکبر تھا۔ محترم ڈاکٹر مجید اللہ قادری حفظہ اللہ الباری کی فرمائش پر یہ منظوم ہدیہ تبریک لکھا گیا اس میں خاص اہتمام یہ رکھا گیا ہے کہ ہر شعر میں حمد ونعت یا مناقب غوث ورضا کا رنگ نمایاں رہے اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ قبول فرمائیں۔ غلامِ غلامانِ غوث و رضا سید وجاہت رسول قادری (۱۳/ ذی الحج ۱۴۳۵ھ / ۰۹/ اکتوبر ۲۰۱۴ء)۔

کعبۂ کعبہ کو دیکھا، مرحبا موسیٰ رضا
حجِّ اکبر ہو مبارک حَبّذا موسیٰ رضا

یا مُجِیْدُ کا وظیفہ کام آخر آگیا
برکتوں والوں میں شامل ہوگیا موسیٰ رضا

صبح طیبہ میں ہوئی اصباحِ روحانی ملی
دل ہوا روشن تمہارا باخدا موسیٰ رضا

زُمرۂ عبدِرضا میں نام کیا اس کا لکھا
"یا عبادی" کا مخاطب ہوگیا موسیٰ رضا

قادریوں پر خدا کا روز افزوں ہے انعام
حضرتِ احمد رضا یہ کہہ چکے ہیں پیش گی

"قادری بودن رضؔا را مفت باغ خلد داد
من نمی گفتم کہ مارا مایۂ غفران توئی"

ہے بہارِ دو جہاں غوث ورضا کے سائے میں
دامنِ جنّت میں یوں لایا گیا موسیٰ رضا

"اک طرف روضہ کی جالی، اک طرف منبر کا نور"
یوں ارم کے باغ میں داخل ہوا موسیٰ رضا

اٰلِ عمراں کی تلاوت خانۂ کعبہ میں ہو
مل گیا، جس کو ملا یہ مرتبہ موسیٰ رضا

کام آخر آگئیں احمد رضا کی نسبتیں
ارتقا پہ ارتقا پاتا گیا موسیٰ رضا

حجِ اکبر تو محض اک یوم کی تعظیم ہے
حجِ کامل حاضرِیِ روضہ یا موسیٰ رضا

صبحِ طیبہ سے جو پایا تم نے باڑا نور کا
منشیِ رحمت نے لکھا مرحبا موسیٰ رضا

الصلوٰۃُ والسلامُ یَا نَبِیَّ المصطفیٰ
بیٹھے اٹھتے پڑھو اب مرحبا موسیٰ رضا

ماہِ تاباںِ رضا ہیں عالم وبِینا، مجید
بندۂ بے دام غوثِ پاک کا موسیٰ رضا

لکھی تاباں نے غزل یہ اپنے مطلب کے لیے
یاد رکھو تم دعا میں دائماً موسیٰ رضا

تحیّہ بنتِ حضرت مولانا نظام الدین رضوی صاحب، چٹاگانگ، بنگلہ دیش کی پہلی سالگرہ پر منظوم تحفۂ تہنیّت

کنیزِ رسولُ النّبیِ الانام(ﷺ)
تحیّہ ہے جس کا ادب والا نام

مبارک ہو مولودِ اوّل کا سال
محبّت کا اس کے لیے ہے پیام

طفیلِ رسولِ علیہ السلام
ہو روشن زمانے میں خوب اس کانام

نظامِ حزیں کو ہے رحمت کا مژدہ
رسولِ مکرم کا واضح کلام(ﷺ)

اظہارِ تشکر میں تاباؔں پڑھو اب
علیہ التحیۃ علیہ السلام

۲۶/ ۱۰/ ۲۰۱۱ء، ۲۱ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ
(نتیجۂ فکر: احقر العباد سید وجاہت رسول قادری تاباؔں، کراچی)

ہم کو ہو عطا سیّدِ کونین کا دیدار

[میرے برادرِ خورد، برادرِ نسبی و دینی، وعزیزی ویقینی سید ریاست رسول قادری رضوی حفظہ الباری نے عید سعید کے موقع پر ایک خوبصورت دعائیہ میسج بھیجا تھا، جس سے متاثر ہو کر فی البدیہہ درج ذیل دعائیہ اشعار نوک قلم پر آئے۔ تاباںؔ]

کیا خوب دعا لکھی ریاست نے ثمر بار
میں نے بھی خوشی سے کہا آمین کئی بار

تو منعم وجوّاد ہم عاصی و خطاکار
بخشش کے طلبگار ہیں ربِّ شہِ ابرار (ﷺ)

رحمت پہ بھروسہ ہے تری خالق وغفّار (جلہ جلالہٗ)
تو مالک ومختار ہے ہم بندے گنہگار

لائے ہیں ہم ایمان بنا دیکھے نبی (ﷺ) پر
ہم کو ہو عطا سید کونین (ﷺ) کا دیدار

تاباںؔ یہ دعا کرتا ہے یاشافع وستّار
محشر میں اٹھیں دونوں تہہ دامنِ ابرار

*****

بنامِ آں سلیمے خوش رقمے

نوٹ: عزیزی الکریم ڈاکٹر سلیم اللہ جندران زید علمہٗ کے ''معارفِ رضا سالنامہ ۲۰۱۱ء'' پر ایک جامع تبصرہ تحریر کرنے اور رضویات بالخصوص اعلیٰ حضرت کے تعلیمی افکار و نظریات پر معیاری تحقیقی نگارشات پیش کرنے پر منظوم خراجِ تحسین۔ وجاہت

گلشنِ فکرِ رضا کی آبیاری واہ واہ
کیا ہی ذوق افزا نگارش ہے تمہاری واہ واہ

ہے معارف کا خزانہ ہر سطر تحریر کی
ہر سخنور کی زباں پر ہے تمہاری واہ واہ

عارف واَہلِ نظر سب داد دیتے ہیں تمہیں
کیا ہی تصویر اعلیٰ حضرت کی سنواری واہ واہ

گلشنِ احمد رضا سے خوشہ چینی دیکھیے
کس سلیقے سے سجائی پیاری کیاری واہ واہ

خوب کھینچا تم نے منظر، منظرِ اسلام کا
ندیاں علم رضا کی یاں ہیں جاری واہ واہ

تم نے یہ تحقیق سے، تحریر سے ثابت کیا
ہے رضؔا کا قولِ فیصل سب پہ بھاری واہ واہ

اعلیٰ حضرت کا مشن ہے دعوتِ علم و عمل
تم نے یہ تحقیق سے کی راہ داری واہ واہ

حضرتِ مسعودِ ملّت داعیِ فکرِ رضا
ان کا ہے طرزِ نگارش تم سے جاری واہ واہ
سَلَّمَكَ اللهُ اَسْلَمْ اے سلیمِ خوش رقم
دھوم ہے شہرِ رضاؔ میں کیا تمہاری واہ واہ
خُلد میں پہنچا جو تاباؔں غیب سے آئی صدا
عاشقِ صادق رضاؔ کا ہے بھکاری واہ واہ

کراچی، ۱۷ / جون ۲۰۱۲ء، ۲۶ / رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

خوش خصائل مجیب احمد

پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد (شعبۂ تاریخ، اسلام آباد، اسلامک یونیورسٹی)

کے حضور نذرانہ محبت

مجیبِ دعوات کے فضل سے ہیں خوش خصائل مجیب احمد
بنے ہیں بزمِ سخن کے دولہا ہیں کیسے فاضل مجیب احمد

ہو بزمِ یاراں کی تو نرم ریشم، شگفتہ چہرہ، زبان شیریں
جو حَقّ و باطل کا معاملہ ہو تو سیفِ قاتل مجیب احمد

رموزِ تحقیق سے ہیں آگاہ، ہیں آشناءِ علومِ دوراں
قلم رواں مثلِ سیل دریا، ہیں ایسے فاضل مجیب احمد

رَضَوِیَّت کے ایسے ماہر کہ اہلِ فن کی مثال ہیں یہ
رضا سے پائے ہیں علمی گوہر ہیں کیسے عاقل مجیب احمد

مزاج میں ہے وہ انکساری کہ اعلیٰ ظرفی کی ہے نشانی
حمیدہ خصلت ہیں اور خلوص و رضا کے حامل مجیب احمد

رضا کی ان کے آباء وجد سے انہیں جو حاصل ہے اعلیٰ نسبت
اسی کا ثمرہ ، سراپا کامل، بنا افاضل مجیب احمد

دفاعِ اہل ہوا کی خاطر مجیب احمد ہوا ہے پیدا
مجیبِ حق ہے تمہارا منصب، رہو تم عاجل مجیب احمد

بفیض عشقِ نبیِ اکرم(ﷺ) تمہیں عطا وہ شان و عظمت
قلم بنے ترجمان حق کا ہمیشہ عامل مجیب احمد

حنیف طیّب ہیں علم پرور حفظہ اللہ رب العزت
انہی کے مدّاح تم ہو ہم بھی انہی کے قائل مجیب احمد

بجاہ حبِّ نبی رحمت(ﷺ) دعاء تاباںؔ سدا یہی ہے
بڑھائے اللہ تمہاری عزّت ہو فرد کامل مجیب احمد

*****

پیکرِ اخلاص و محبت

مُحبیّ صاحبزادہ سید ناصر محمود نقوی قادری چشتی زید اقبالہٗ کے نام

ناصرا و محمود ہیں منصورِ دینِ مصطفیٰ(صلی اللہ علیہ وسلم)
حامد و مسعود ہیں بہرۂ۲ علی مرتضیٰ(رضی اللہ عنہ)

آپ ہیں محمود خصلت، اسم بھی محمود ہے
آپ اسمِ بامُسمّٰی خوش خِصال وخوش لِقا

قادری و چشتی منہاجِ۳ طریقت واہ واہ
اس مبارک راستے پر گا مزن رہنا سدا

آلِ اولادِ علی ہیں اور امام ذی وقار
جدِّ امجد ہیں نقی۴ ابن تقی ابن رضا (رضی اللہ عنہم)

نزہتِ۵ باغِ اِرَم میں سیدہ زہرہ کے پھول
ضوفشاں ہیں فائزہ۶ ہیں اور نوین۷ خوش ادا

برجس۸ شمس۹ ہدایت۱۰ سے منوّر گھر رہے
حلقۂ یاراں میں تاباںؔ اک چراغِ رہنما

۱۱؍ صفر المظفر ۱۴۳۶ھ، ۷؍ دسمبر ۲۰۱۴ء

حوالہ جات

اشاریہ: اس نظم کی خوبی یہ ہے کہ اس میں محبّی وعزیز سید ناصر محمود نقوی سلمہ الباری کے، جو میری اہلیہ ڈاکٹر سیدہ برجیس جہاں کے بھتیجے ہیں، مناقب بیان کیے گئے ہیں، لیکن کنایہ واشارے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی نعت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور اہلِ بیتِ وآلِ اطہار کی منقبت کے پہلو بھی نکلتے ہیں:

۱۔ مراد سید ناصر محمود نقوی صاحب۔

۲۔ ناصر صاحب کے صاحبزادہ کا نام حضرت سیدنا مولا علی کے نام مبارک پر ہے۔

۳۔ آپ کے والدِ ماجد سید منہاج الدین نقوی اطال اللہ عمرہ کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔ سیدنا امام نقی علی علیہ الرحمۃ والرضوان ورضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے جو سیدنا امام زین العابدین کے پرپوتے، سیدنا امام جعفر صادق کے پوتے ہیں (رضی اللہ عنہم) ناصر نقوی صاحب اسی خانوادۂ ذی وقار کے چشم وچراغ ہیں۔

۵۔ اشارہ ہے ناصر صاحب کی اہلیہ محترمہ نزہت ناصر صاحبہ کی طرف۔

۶،۷۔ فائزہ اور نوین ناصر صاحب کی نہایت چہیتی صاحبزادیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو پھلتا پھولتا رکھے۔ (آمین)

۸۔ برجیس، مشتری ستارہ کو کہتے ہیں جو نظامِ شمسی کا حصہ ہے۔ سورج کی روشنی سے کسبِ نور کر کے دنیا کو روشنی دیتا ہے۔

۹۔ شمسِ ہدایت سید عالم نور مجسم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے کنایہ ہے۔ اس میں ایک روایت کی طرف بھی اشارہ ہے: إِنَّ اَصۡحابِی کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّھِمۡ اِقۡتَدَیۡتُمۡ اِھۡتَدَیۡتُمۡ۔ ترجمہ: کہ میرے صحابی ستارہ کے مانند ہیں، حق کے ساتھ جس کی بھی پیروی کروگے راہ پاؤگے۔ برجس سے یہاں اشارہ میری اہلیہ اور ناصر صاحب کی پھوپھی محترمہ سیدہ (ڈاکٹر) برجس جہاں قادریہ کی طرف ہے۔

۱۰۔ ہدایت: راقم کے جدِّ امجد کا اسمِ گرامی، مولانا سید ہدایت رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے، اس مصرعہ میں برجس جہاں کی درازیِ عمر بالخیر کی بھی دعا ہے۔ اس نظم میں نزہت صاحبہ کے بعض بھائیوں کے نام سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ جو نشان زدہ ہیں۔

پی۔آئی۔اے کی امپلائیز یونین (پیاسی) کی نیشنلسٹ یونین کے مقابل کامیابی پر ہدیۂ تبریک

نشانِ مومنِ جانباز مرحبا "پیاسی"
یہ فتحِ فتحِ مبارک ہے حَبَّذا "پیاسی"

فریب خوردۂ ہستی کو آئینہ "پیاسی"
شکستگانِ زمانہ کو رہنما "پیاسی"

ہر ایک سے ہے محبت، ہر ایک کا غم ہے
ہے ایک محفلِ اربابِ با صفا "پیاسی"

شکستہ پَر ہیں یہاں کرگسانِ "موزے تن"
فضا میں رب(عزوجل) کے ہیں شاہین مرحبا "پیاسی"

"طلوعِ خاورِ احمر" نظر کا دھوکا ہے
ہے خوب ان کی حقیقت سے آشنا "پیاسی"

جنابِ صاحبِ کوثر(صلی اللہ علیہ وسلم) کے جام سے پی لے
جو روح آج بھٹکتی ہے جا بجا پیاسی

ہیں نقشِ پائے محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) چراغ منزل کے
بنا ہے اہلِ محبت کا قافلہ "پیاسی"

وہ کامراں ہے جو وابستہ ہے مدینے سے
یہ بات تو نے بتائی ہے برملا "پیاسی"

ہمارا دین مکمل نظامِ ہستی ہے
یہی ہے جادۂ ہستی میں رہنما "پیاسی"

جو مبتلائے فریبِ خیال تھے تاباںؔ
ہوئے ہیں آج حقیقت سے آشنا "پیاسی"

نوٹ: یہ نظم جماعتِ اہلسنت والجماعت (مرکزی) کی طرف سے پی۔ آئی۔ اے کی امپلائیز یونین کی انتخاب میں کامیابی پر دیے ہوئے ایک استقبالیہ میں ہوٹل جبیس صدر، کراچی میں پڑھی گئی۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمۃ اس استقبالیہ محفل کے صدر تھے۔ ۲۴؍ جنوری ۱۹۷۰ء۔

"تجدیدِ عہد"

(پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار جماعت اہلسنت والجماعت کی طرف سے جمعیت علماءِ پاکستان کے پلیٹ فارم سے سیاست میں حصہ لینے کے اعلان پر تاثرات)

ہم آج جشنِ عہدِ محبت منائیں گے
اہلِ جنوں کی اور بھی عزت بڑھائیں گے

پھر سے چراغِ راہِ محبت جلائیں گے
خونِ جگر سے اپنے چمن کو سجائیں گے

تجدیدِ عہد آج ہے مسلم جوان کی
میخانۂ مدینہ کے ساغر لنڈھائیں گے

نورِ محمدی (علی صاحبہ التحیۃ والثناء) سے ہیں روشن ہمارے دل
پھونکوں سے یہ چراغ بجھائے نہ جائیں گے

الحاد و کفر فسق و فجور اور ظلم کو
ہم پاک سر زمین سے اپنی مٹائیں گے

اس گلستاں کے مالک و وارث ہیں ہم یہاں
نقشِ کفِ حضور (ﷺ) کا سکّہ بٹھائیں گے

کوئی مقام کوئی زمانہ ہو، ہم مگر
نورِ حیات روئے محمد (ﷺ) سے پائیں گے

اے بت گرانِ سو شلزم کیا خبر نہیں
ہم بت شکن تمہارے بھی پرزے اڑائیں گے

تاباںؔ فروغِ گلشنِ اسلام کے لیے
خونِ جگر سے جشنِ بہاراں منائیں گے

۲۵/ جنوری ۱۹۷۰ء

مولانا علامہ انیس الزماں زید مجدہٗ استاذ جامعہ احمدیہ سنّیہ چٹاگانگ بنگلہ دیش کے فرزندِ ارجمند کی ولادت پر منظوم ہدیہ تبریک

انیس الزماں کو مبارک ہو فرزند
وجیہہ الزماں ہو یہ فرزندِ دلبند
الٰہی عطا ہو اسے علم و عرفاں
رکھ اس کو ہمیشہ خوش اطوار و خورسند
دعا ہے یہ تاباںؔ کی مولیٰ سے ہردم
خدا ایں بچہ را خوش احوال کردند

۲۱/ صفر المظفر، ۱۴۳۲ھ، ۲۶ جنوری ۲۰۱۱ء
نتیجۂ فکر سید وجاہت رسول قادری تاباںؔ، کراچی

ایک شفیق مکرم استاذ کی جدائی پر

ہوئی سوچنے سے کچھ کم مرے دل کی بے قراری
تری اُلفتوں کا چرچہ تو سدا رہے گا جاری

تو خلوص اور صفا کا ہے عظیم ایک پیکر
تری عظمتوں میں پنہاں ہے نیازِ دوستداری

تری گلفشانیوں کے تھے اَسیر لالۂ و گل
ترے دم سے میکدے میں تھا فروغِ مے گُساری

تری گرمیِ محبت نے دلوں کو سوز بخشا
ترا شعلۂ محبت تھا چراغِ راہ داری

ترے میکدے سے ساقی سبھی فیض پا رہے تھے
نہیں میرِ میکدہ تو کہاں لطف بادہ خواری

ہے شگوفۂ محبت کھلا ایک ایک دل میں
ترا حسنِ خُلق ہے یا کہ جنوں کی لالہ کاری

کبھی تیرے قہقہوں سے جو فضائیں نغمہ زا تھیں
ترے واسطے وہیں سے ہیں یہ درِّ اشک باری

تری مسکراہٹیں تھیں مرے درد کا مداوا
تری خلوتوں میں تاباںؔ رہے نورِ حسنِ باری!

۹/اکتوبر ۱۹۶۲ء راجشاہی

انہیں کہتے ہیں سب سپاہِ خرابہ

وہ نا آشنائے نگاہِ صحابہ
جو کہتے ہیں خود کو سپاہِ صحابہ

یہ ظالم کہ انساں نما بھیڑیئے ہیں
مشن ان کا دنیا میں فتنہ خرابہ

وطن دشمنی میں ہیں دو ہاتھ آگے
بہت خوش ہیں ان سے فرنگِ زمانہ

حرم کی ہے عزّت نہ مومن کی حرمت
جو ملجائے ڈالر تو ڈھا دیں یہ کعبہ

زمانے کے شیطان دجّال ہیں یہ
انہیں کہتے ہیں سب سپاہِ خرابہ

عبا کے ہیں اندر یہ دجّال مرتد
لبادے پہ لکھا "سپاہِ صحابہ"

یہی تھے مقابل بہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
لگایا تھا جھوٹی نبوت کا نعرہ

یہی تھے حسین ابن حیدر کے قاتل
جو اب ڈھونڈتے ہیں پناہِ صحابہ

یہی تھے نبی کے نواسے کے دشمن
کہ جن کا تھا دریائے دجلہ پہ پہرا
خوارج کے ہیں جانشیں در حقیقت
علی(رضی اللہ عنہ) نے جنہیں پیچھا کر کے بھگایا
حدیث مقدس میں قرن الشیاطیں
ہے ان کی ہی جانب یہ واضح اشارہ
یہی ہے وہ ٹولی کہ جس نے حرم کو
جوانانِ ترکی کے خوں سے نہلایا
انہی کے اک عالم نے "تحذیر" لکھ کر
تھا جھوٹی نبوت کا رستہ دکھایا
یہی تو ہیں وہ ابنِ دینارو درھم
فرنگی سے ملتا تھا جن کو وظیفہ
خوارج کا فضلہ روافض کا اگلا
وہ کہتے ہیں اس کو سپاہِ صحابہ؟
صحابہ کی عزت پہ سو جاں سے قرباں
یہ نام اس کا ہم کو نہیں ہے گوارا
طریقت کے منکر شریعت سے جاہل
ہیں ناواقف سّرِ راہِ صحابہ

آئمہ کو جاہل یہ گردا نتے ہیں
نہ منزل میّسر نہ راہِ صحابہ

مروّت سے یکسر ہیں دل ان کے خالی
انہیں لوگ کہتے ہیں خانہ خرابہ

یہ ظلم و ستم میں ہلا کو سے آگے
ہیں ہٹلر سے بڑھ کر سپاہ خرابہ

صحابہ کا دشمن ہے خائب ہمیشہ
کہو اس کو تاباںؔ سپاہِ خرابہ

......*

برادرِ اصغر محبّی سید ریاست رسول قادری حفظ الباری

نسبت بڑی ہےنام میں اسمِ رسول(ﷺ) کی
کرتے ریاست بات ہیں وصلِ وصول کی

مدح یہی ہے کافی اس بااصول کی
قولِ وعمل میں ہے جھلک حبِّ رسول(ﷺ) کی

صدقِ مقال شان ہے آلِ رسول(ﷺ) کی
کرتے ہیں گفتگو وہ صدق و عُقول کی

خُورد و کلاں سے رشتہ ہے حسنِ سلوک کا
شیریں سخن میں ہے مہک عشقِ رسول(ﷺ) کی

احباب کے غموں میں برابر کے ہیں شریک
دل جوئی خوب کرتے ہیں اہلِ ملول کی

کیسا ہی معاملہ ہو، لیکن ہمیشہ وہ
کرتے ہیں بات سیدھی اور سچی اصول کی

تاباںؔ کی یہ دعا ہے کہ طیبہ کو دونوں جائیں
حاصل سعادت ہم کو ہو اہلِ وصول کی

۲۷/مارچ/۲۰۱۵ء۔

برادرِ اصغر محبی و عزیزی
سید ریاست رسول قادری سلمہ الباری کے نام
(کچھ تحفے جو میں انہیں دینا چاہ رہا تھا اس کے قبول کرنے میں تامل پر)

اے ریاست تم بھی سن لو غور سے کلمے مرے
تم سے میرا رابطہ بس اے خدا ہر دم رہے

کیسا غم؟ کیسی مصیبت ہو کہ جب
دستِ مرشد پاک ہو سر پر مرے

کون دیتا ہے کسی کو دینے والا ایک ہے
قاسمِ رزق و نِعَم ہیں آقاؤ مولیٰ مرے(ﷺ)

میں جو تم کو دے رہا ہوں یہ انہی کی بھیک ہے
تم بھی ان سے پاتے ہو مخلوق بھی ان سے پلے

اے مرے پیارے برادر تم کو پھر کیوں عار ہے
گر قبول افتذ زہے عزّ و شرف میرے لیے

حکم نافذ ہے نبی(ﷺ) کا بھائی کی خدمت کرو
مجھکو خواہش کہ ثوابِ عاملِ سنت ملے

پھر ثوابِ سنّہ سے محروم کیوں عاصی رہے
کیا خطا میں نے کری ہے یہ ہی بتلادو مجھے

غور سے سن لو برادر آخری دن ہیں مرے
یاد تاباںؔ کو کرو گے پھر مرے پیچھے بھلے

......*

محبی ڈاکٹر حامد علی علیمی کی نذر

یہ ہی دعا ہے میری دیّا جلائے رکھنا
روشن ہو تم رضا سے دیّا جلائے رکھنا

حامد ہو تم خدا کے اُس کے نبی(ﷺ) کے واصف
تم سے علی بھی خوش ہیں دیّا جلائے رکھنا

مذہب حنیف سے ہے تاباںؔ تمہارا سینہ
راہِ حنیف کا تم دیّا جلائے رکھنا

اُسوۂ حسنہ کے چراغ
تحریر صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری
مرتبہ سطوت رسول قادری
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل
کراچی ---------- اسلام آباد

اسلام میں
عدل و احسان کا تصور
تحریر
صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری
اِدارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ)
اسلام آباد، کراچی

خانوادۂ نبوت کا اسوۂ حسنہ
تحریر
صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری
اِدارۂ تحقیقاتِ اِمام احمد رضا (رجسٹرڈ)
اسلام آباد، کراچی

لال قلعہ
سے
لال مسجد تک
از
صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی)
اسلامی جمہوریہ پاکستان
www.imamahmadraza.net

۱۳۲۲ھ
صد سالہ جشن دار العلوم منظر اسلام مبارک
۱۴۲۲ھ
تذکرہ
مولانا
سید وزارت رسول
قادری رضوی حامدی
از قلم
صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

فروغِ صبحِ تاباںؔ اہلِ علم کی نظر میں

حضرت تاباں مد ظلہ نے "نعتیہ دیوان" لکھ کر قوم وملت پر بڑا احسان فرمایا ہے فصاحت وبلاغت کی دنیا میں بلند مقام پائے گا۔ جہان علم وادب، فروغ صبح تاباں، سے بھی فروغ پائے گا یہ دیوان آفتاب نیم روز اور مہتاب شب فیروز ہے۔

محمد منشا تابش قصوری

" فروغ صبح تاباں "شعر وادب کا ایک ایسا گلستان ہے جس میں رنگارنگ پھول کھلے ہوئے ہیں۔ ان کی خوش بو سے دل ودماغ معطر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ نظر انتخاب پریشان ہے، کس پھول کو لیا جائے، کس کو چھوڑا جائے۔ یہ مجموعہ کلام صوری اور معنوی لحاظ سے بے مثال ہے افراط وتفریط اور مبالغہ سے پاک ہے۔

سید صابر حسین شاہ بخاری

"فروغِ صبح تاباں" کے ایک ایک شعر سے شاعر کا والہانہ خلوص، فدا کارانہ عقیدت، شریعتِ مطہرہ کا التزام، الفاظ کا مناسب رکھ رکھاو اور شعریت کے حسن کی جھلکیاں صاف طور پر نماں نظر آتی ہیں۔ تاباں صاحب نے اپنی شاعری کو جن لفظیات سے سجانے کی کوشش کی ہے اس میں دل کشی بھی ہے اور تازگی وطرفگی بھی۔

ڈاکٹر مشاہد رضوی (مالیگاؤں، انڈیا)

اس کتاب کی خصوصیات میں سے ایک اہم یہ ہے کہ اس میں حمد باری تعالیٰ، مناجات، نعتِ رسول مقبول ﷺ اور مناقب کے ساتھ ساتھ سہرے، قطعات مختلف نظمیں اور غزلیں بھی ہیں۔ ان تمام کے باب میں اچھا اور پاکیزہ ذوق پانا اور قادر الکلام ہونا بلاشبہ جناب تاباں قادری کے ایک بہترین شاعر ہونے کا مشعر ہے۔

ڈاکٹر حامد علیمی